صدائے رحمتِ الٰہی

زیرِ سرپرستی:

عاشقِ رسُول، شاہِ شاہاں، خواجۂ خواجگان، قطب العالم،
فقیرِ بے بدل، فقیرِ بے مثال، فقیرِ محمّدی، فقیرِ فانی فی اللہ باقی باللہ

حضرت خواجہ شاہ مُحمّد افضل

قادری چشتی (صابری نظامی)، قلندری

المعروف افضل سرکار رحمۃ اللہ علیہ

Marfat.com

فی سبیل اللہ

NOT FOR SALE

Marfat.com

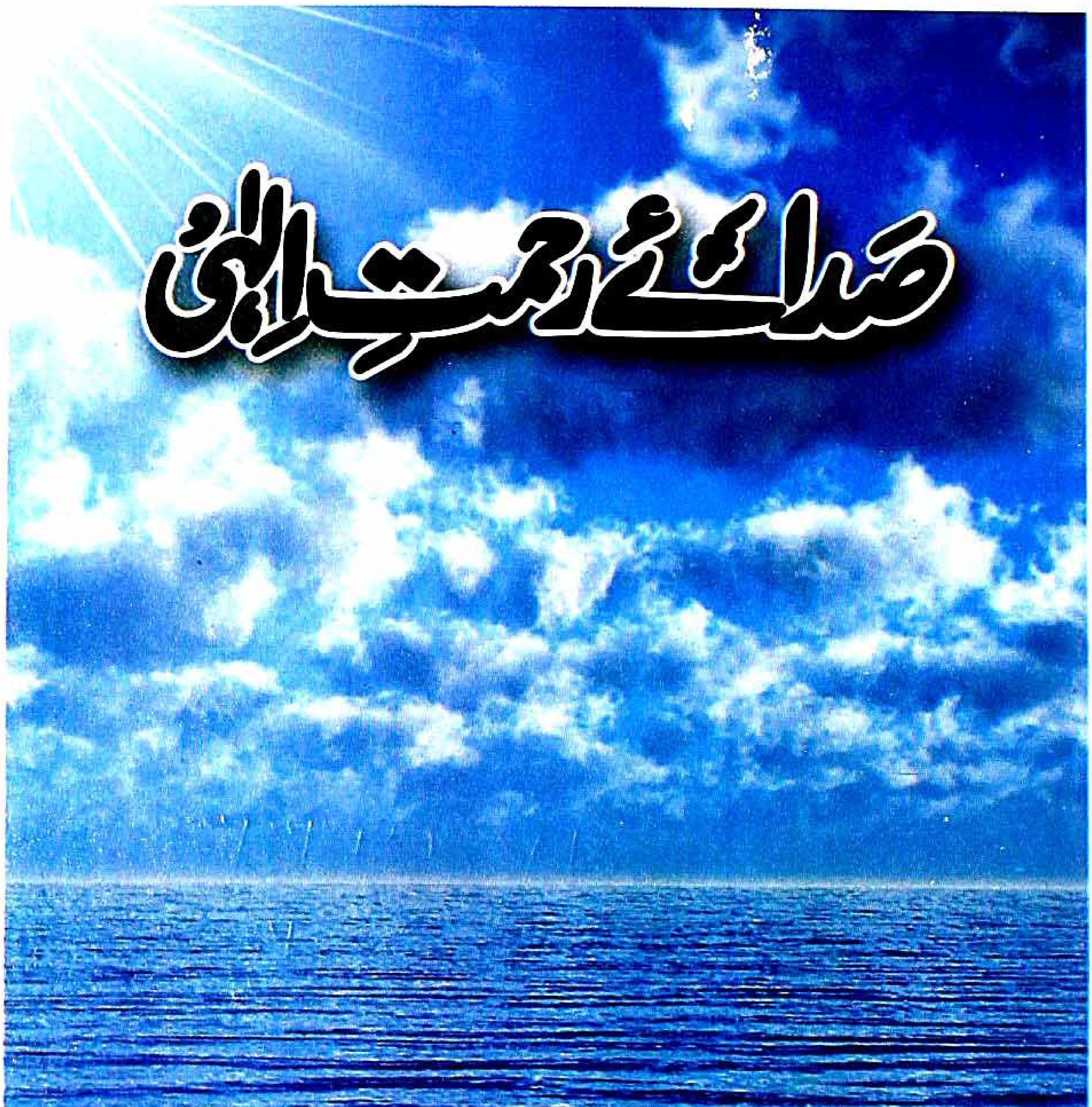

صدائے رحمتِ الٰہی

زیرِ سرپرستی:

عاشقِ رسول، شاہِ شاہاں، خواجۂ خواجگان، قطب العالم،
فقیرِ بے بدل، فقیرِ بے مثال، فقیرِ محمدی، فقیرِ فانی فی اللہ باقی باللہ

حضرت خواجہ شاہ محمد افضل

قادری چشتی (صابری نظامی) قلندری

المعروف **افضل سرکار**

پبلشرز: چشتیہ صابریہ عارفیہ نوریہ ۶۸-۶۷، بلاک ۸/۷ اوورسیز ہاؤسنگ سوسائٹی۔ کراچی

Marfat.com

نام کتاب ـــــــ صدائے رحمتِ الٰہی

ترتیب و پیشکش ـــــــ حلقہ چشتیہ صابریہ عارفیہ، کراچی

ناشر ـــــــ حلقہ چشتیہ صابریہ عارفیہ، کراچی

تاریخِ اشاعت	تعداد
شعبان المعظم ۱۴۳۵ھ جون ۲۰۱۴ء	۳۰۰۰

۲۹۷۶۶۲
۱۳۱ ص ۱۱ ۷
۱۲۷۶۳۳
۲

E-mail: arfeen@cyber.net.pk

Marfat.com

مناجات

اے اللہ کریم ! ہم گناہ گار و خطا کار ہیں۔ ہمیشہ تیری رحمت کے امیدوار ہیں اور مشکل سے مشکل گھڑی میں تجھے ہم نے پُکارا، تُو نے ہماری پُکار اپنی رحیمی و کریمی کے صدقے میں اور وسیلۂ جلیلہ، اپنے پیارے حبیب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا قبول فرما کر ہمیں ہمیشہ اپنی رحمت سے نوازا اور اس مشکل سے نجات دی۔ تُو کریم المعروف ہے، قدیم الاحسان ہے، حنّان و منّان و دیّان ہے، ذوالجلال والاکرام ہے اور عَلیٰ کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ اور کُنْ فَیَکُوْن کی طاقت رکھتا ہے۔

تیری اس عاجز بندی نے ڈرتے ڈرتے "صدائے رحمتِ الٰہی" کے عنوان سے اس موضوع پر اپنے مُرشد شاہِ شاہاں، خواجۂ خواجگان، قطب العالم، فقیرِ بے بدل، فقیرِ بے مثال، فقیرِ محمدی، فقیرِ فانی فی اللہ باقی باللہ حضرت خواجہ شاہ محمد افضل قادری، چشتی (صابری، نظامی)، قلندری المعروف "افضل سرکار" رحمتہ اللہ علیہ کے زیرِ سرپرستی یہ کتاب پیش کرنے کی کوشش کی ہے اور اب یہ تیری بارگاہِ عالیہ میں نذر ہے۔ اسے شرفِ قبولیت عطا فرما۔ امیدوار ہوں تو مایوس نہیں فرمائے گا۔ کاش یہ تیری اور تیرے حبیب پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خوشنودی کا باعث بنے۔ آمین ! جو جو میری خامیاں ہیں، اُن کو درگزر فرما۔

Marfat.com

میرے پاس کوئی عذر نہیں، صرف معافی کی طلبگار ہوں۔

اس کے پڑھنے والے کی حاجتیں اور مُرادیں پوری فرما۔ اُن کو دین کی بھلائی عطا فرما۔ اُن کو اپنی اور حضور صَلّی اللّٰہ علیہ وآلہٖ وسلّم کی اور پنجتن پاک کی محبّت عطا فرما۔ یا اللّٰہ! جو شخص بھی حاجتمند ہے وہ اس کو پڑھنے تک ہی اپنے آپ کو محدود نہ کرلے بلکہ اس میں ایسا ذوق وشوق عطا فرما کہ وہ دین کے کسی عالِم حق کے سامنے زانوئے ادب تہہ کرکے کلامِ پاک کے معانی اور تفسیر غور سے پڑھے۔ اس کے بعد اس کو توفیق عطا فرما کہ وہ تیری اور تیرے رسول صَلّی اللّٰہ علیہ وآلہٖ وسلّم کی اطاعت کرے تیری دی ہوئی توفیق سے۔ محض اس نیّت سے کہ تُو اور تیرے حبیبِ پاک (صَلّی اللّٰہ علیہ وآلہٖ وسلّم) اُس سے راضی ہوجائیں۔

دُعاگو اور دُعاجو

رابعہ ثانی

Marfat.com

اظہارِ تشکّر

میں اپنی اُن دینی بہنوں اور بھائیوں کی ممنون ہوں، جنھوں نے دامے، درمے، سُخنے اس کام میں میری مدد کی۔ اے اللہ! اُن سب پر اپنے فضل و کرم کی بارش فرما اور انہیں ہر بلائے ناگہانی، آفت، مصیبت، پریشانی، بدنامی، بے عزتی، مُفلسی، محتاجی، بیماری، قرض داری، رُجعتِ دین، ذکر و فکر اور نماز سے غفلت، سے محفوظ فرما اور انہیں اس معاونت کا اجرِ عظیم عطا فرما! آمین

دُعاگو اور دُعاجو
رابعہ ثانی

Marfat.com

گزارش

اس تالیف میں اگر کہیں زیر، زبر یا کتابت کی کوئی غلطی نظر آئے تو اُسے از راہِ کرم اپنے قلم سے خود درست کر لیجئے گا۔ آپ کی بڑی نوازش ہوگی۔

دُعاگو اور دُعاجو

رابعہ ثانیؒ

Marfat.com

فہرست

نمبر شمار	باب نمبر	تاریخ	عنوانات	صفحہ نمبر
1	196	۱۱ر نومبر ۲۰۱۱ء	حضرت عثمانِ غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ	9
2	197	۱۸ر نومبر ۲۰۱۱ء	حضرت عبداللہ شاہ غازی رحمۃ اللہ علیہ	22
3	198	۲۵ر نومبر ۲۰۱۱ء	حضرت عمرِ فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ	32
4	199	۲ر دسمبر ۲۰۱۱ء	حضرت بابا فریدالدین گنجِ شکر رحمۃ اللہ علیہ	44
5	200	۶ر دسمبر ۲۰۱۱ء	عاشورہ	56
6	201	۹ر دسمبر ۲۰۱۱ء	یزید کا المناک انجام	69
7	202	۱۶ر دسمبر ۲۰۱۱ء	مقامِ اہلِ بیت	80
8	203	۲۳ر دسمبر ۲۰۱۱ء	نورِ نبی	92
9	204	۳۰ر دسمبر ۲۰۱۱ء	بدلتے حالات	104
10	205	۶ر جنوری ۲۰۱۲ء	اخلاقیات	115
11	206	۱۳ر جنوری ۲۰۱۲ء	حضرت داتا گنج بخش رحمۃ اللہ علیہ	126
12	207	۲۰ر جنوری ۲۰۱۲ء	رُوح کی صحت	138
13	208	۲۷ر جنوری ۲۰۱۲ء	حضرت امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ	150
14	209	۳ر فروری ۲۰۱۲ء	ماہ ربیع الاوّل کی تعظیم	163
15	210	۵ر فروری ۲۰۱۲ء	نورِ محمد ﷺ	172

Marfat.com

نمبر شمار	باب نمبر	تاریخ	عنوانات	صفحہ نمبر
16	211	۱۰ر فروری ۲۰۱۲ء	دائیں اور بائیں ہاتھ والے لوگ	185
17	212	۱۷ر فروری ۲۰۱۲ء	حضرت قطب الدین بختیار کاکی اُوشی رحمۃ اللہ علیہ	195
18	213	۲۴ فروری ۲۰۱۲ء	حضرت میاں میر رحمۃ اللہ علیہ	206
19	214	۲ر مارچ ۲۰۱۲ء	حضرت شاہ محمد غزن رحمۃ اللہ علیہ	217
20	215	۹ر مارچ ۲۰۱۲ء	گیارہویں شریف	228
21	216	۲۱ر مارچ ۲۰۱۲ء	حضرت محبوبِ الٰہی رحمۃ اللہ علیہ	240
22	217	۲۳ر مارچ ۲۰۱۲ء	اَدب و آداب	252
23	218	۳۰ر مارچ ۲۰۱۲ء	وقت کا غلط استعمال	263
24	219	۶ر اپریل ۲۰۱۲ء	توکّل علیٰ اللہ	274
25	220	۱۳ر اپریل ۲۰۱۲ء	صبر و توکّل اور آخرت کی رات	284
26	221	۲۰ر اپریل ۲۰۱۲ء	زمان (وقت)، آخری دن کا منظر	294

Marfat.com

۱۱ نومبر ۲۰۱۱ء (۱۹۶)

حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ

شروع اللہ کے بابرکت نام سے جس کی شانِ جلالت اُن تمام چیزوں پر محیط ہے جو پیدا کی گئی ہیں۔ جس کی عظمت کی کوئی حد نہیں، اور جو مالکُ الملک ہے، اُن سب کا مالک ہے جو کبھی بھی وجود میں آئیں تھیں یا وجود میں آئیں گی۔

دُرود و سلام اُن نرم دِل والے پر، جن کے خوبصورت نام ہر وقت عاشقوں کے دلوں میں بستے ہیں۔

ﷺ

سلام، رحمت اور برکتیں آپ سب کے لئے، اور آپ کے پیاروں کے لئے۔ سلامتی ہو اُن سب سعادت مند دِلوں کے لئے جو ہر وقت ذکرِ اللہ اور ذکرِ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے بے تاب ہیں۔

جب بھی آپ میں سے کوئی رات کو آسمان کی طرف دیکھتا ہے تو اُس کی آنکھیں ہمیشہ چمکتے چاند کو ڈھونڈتی ہیں، کیونکہ وہی آسمان کا حقیقی حُسن ہے۔ لیکن جھلملاتے تارے بھی آنکھوں کو بھلے لگتے ہیں، اُن کی ٹمٹماہٹ اور چمک بھی دلکش ہوتی ہے۔ یہ ہمیشہ چاند کے ارد گرد موجود رہتے ہیں، جس سے

Marfat.com

آسمان اور زیادہ خوبصورت اور دلنشین بنتا ہے۔ یہ دنیا کا آسمان ہے جسے ہر انسانی آنکھ دیکھ سکتی ہے۔ لیکن (اس کے علاوہ) دوسرے آسمان بھی ہیں، عالم غیب کے آسمان، جو دنیاوی آسمان سے کہیں زیادہ خوبصورت اور دلکش ہیں۔ درحقیقت اُن میں کوئی موازنہ نہیں ہے۔

اس دوسری دُنیا کے آسمان پر بھی ایک خوبصورت چاند ہے، جو اپنے "نُور" اور عظمت وشان میں نہایت چمکدار ہے۔ یہ سحر انگیز چاند دراصل نام محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہے، جو ہمیشہ اللہ کے آسمانوں میں چمکتا رہتا ہے۔ یہ مبارک نام نہ صرف آسمانوں کو منوّر کرتا ہے بلکہ اپنا "نور" ستاروں، سیاروں اور دوسرے نوری اور افلاکی اجسام کو بھی عطا کرتا ہے جو وہاں موجود ہیں۔ یہ چاند دراصل اللہ کے محبوب نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا نام ہے اور ستارے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کرام کے اسماءِ گرامی ہیں۔ یہ ستارے بھی اللہ کے "نور" میں ملفوف ہیں، اور پوری آن بان اور انتہائی عظمت سے روشن ہیں۔ یوں تو سارے آسمان کئی ستاروں سے روشن ہیں، لیکن آپ کو چار نہایت نمایاں نام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نامِ مبارک کے قریب نظر آئیں گے۔ یہ نام آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے چار جلیل القدر صحابہ کے ہیں، یعنی حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ، حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ، حضرت عثمانِ غنی رضی اللہ عنہ اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ۔

ان ستاروں میں سے ایک ستارہ ایسا ہے جس میں سے دو قسم کے "نُور" پھوٹتے ہیں کیونکہ اس ستارے کو حضرت عثمانِ غنی ذُوالنورین رضی اللہ عنہ سے

Marfat.com

نسبت ہے، وہ جنہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اتنا چاہتے تھے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی دو صاحبزادیاں اُن کے نکاح میں دے دی تھیں۔ حضرت عثمانِ غنی رضی اللہ عنہ، حضرت بی بی رُقیہ رضی اللہ عنہا کے شوہر تھے، جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بڑی صاحبزادی تھیں۔ پھر جب بی بی رُقیہ رضی اللہ عنہا نے وفات پائی تو رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی دوسری بیٹی، حضرت اُمِ کلثوم رضی اللہ عنہا اُن کے عقد میں دے دی۔ یہی وجہ ہے آپ رضی اللہ عنہ، ذوالنورین کے لقب سے مشہور ہیں۔

حضرتِ عثمانِ غنی رضی اللہ عنہ، کو ابُو عبداللہ اور ابُو عمرو بھی کہا جاتا تھا۔ آپ کے والد کا نام عفّان اور والدہ کا نام آرادی تھا۔ آپکا تعلق قریش کے قبیلے بنواُمیّہ سے تھا۔ آپ کا نسب پانچویں پشت میں رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خاندان کے عبد مناف سے جا ملتا ہے۔ آپ رضی اللہ عنہ، کی دادی اُمِ حکیم بیضا بنتِ عبدالمطلب، رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پھوپھی تھیں۔ حضرتِ عثمان غنی رضی اللہ عنہ، کی پیدائش ہجرتِ مدینہ سے ۴۷ سال پہلے ہوئی تھی، یعنی آپ رضی اللہ عنہ، ۵۷۷ عیسوی کو مکّہ میں پیدا ہوئے تھے۔ آپ رضی اللہ عنہ، مکہ کے اُن چند لوگوں میں سے تھے، جو لکھنا پڑھنا جانتے تھے۔ جب آپ بالغ ہوئے تو، آپ نے تجارت کو پیشے کے طور پر اختیار کیا۔ اور آپ کپڑے کی تجارت میں اِتنے کامیاب ہوئے کہ آپ کو عثمانِ غنی کہا جانے لگا۔

جب اللہ کسی کو اپنے کسی خاص مقصد کے لیئے چُن لیتا ہے، تو اُس کی پوری زندگی سے وہ مقصد جھلکتا ہے۔ اس کی زندگی سے یہ پتا لگتا ہے کہ اُسے اس کردار کے قالب میں ڈھال دیا گیا ہے جو کردار اُسے زندگی بھر نبھانا

Marfat.com

ہوتا ہے ۔حضرت عثمانِ غنی رضی اللہ عنہ کی فیاضی، اعلیٰ حُسنِ اخلاق نے انہیں قریش میں نہایت پسندیدہ بنادیا تھا۔قریش اُن سے اس قدر محبت کرتے تھے کہ یہ محبت ایک عربی ضرب المثل بن گئی۔

اُحِبُّکَ وَالرَّحْمٰن حُبَّ قُرَیْشٍ عُثْمَانَ

یعنی۔"میں تجھ سے باخُدا ایسی محبت کرتا ہوں جیسی محبت قریش عثمان سے کرتے ہیں۔"

آپ رضی اللہ عنہ اُن صحابہ کرام میں سے تھے جنہوں نے کبھی بھی شراب کو ہاتھ نہیں لگایا تھا' اور نہ کبھی زنا اور ناچ گانا کی طرف گئے تھے' حتیٰ کہ اسلام میں داخل ہونے سے پہلے بھی۔اسلام قبول کرنے والوں میں آپ چوتھے مسلمان تھے۔آپ رضی اللہ عنہ کا حُلیہ اس طرح تھا : آپ رضی اللہ عنہ کی رنگت صاف اور قدرے سرخی مائل تھی۔ایسا لگتا تھا کہ جیسے کسی نے چاندی اور سونے کا آمیزہ بنایا ہو۔آپ رضی اللہ عنہ بے حد حسین اور دراز قد تھے'آپ رضی اللہ عنہ کے بال سیدھے تھے اور اُن پر رکھا اُمامہ آپ کے حُسن پر چار چاند لگاتا تھا۔آپ رضی اللہ عنہ کی ناک اُونچی تھی'آپ کا سینہ اور شانے چوڑے تھے'آپ رضی اللہ عنہ کے دانت سیدھے اور خوبصورت تھے اور اُن پر سونے کا تار چڑھا ہوا تھا'آپ کی داڑھی گنجان اور گیسو' دراز تھے۔اور آپکی جِلد نرم اور پتلی تھی۔یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تربیت کا نتیجہ تھا' کہ جو بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے قریب آتا وہ آپکی خوبیاں اپنانا شروع کردیتا تھا۔

Marfat.com

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ، "تمام صحابہ میں سے عثمان اخلاق میں مجھ سے قریب تر ہے۔" حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ ہر جمعہ کو ایک غلام آزاد کیا کرتے تھے، اور اگر کسی وجہ سے ایسا نہیں کر پاتے تو اگلے جمعہ دو غلام آزاد کرتے۔ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کا دینِ اسلام کیلئے سب سے بڑا کارنامہ مُصحفِ عثمانیہ کی تدوین ہے۔ روایت ہے کہ حضرت حذیفہ بن الایمن رضی اللہ عنہ نے آذربائیجان اور آرمانیہ کے جہاد کے دوران وہاں قرآن کی قرأت میں فرق پایا۔ جب وہ مدینہ واپس آئے تو انہوں نے حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ سے عرض کیا: "اے امیر المومنین! اس سے پہلے کہ یہود و نصاریٰ کی طرح قرآن کی قرأت پر اختلافات شدید ہو جائیں، اُمت کی فلاح کیلئے کچھ کیجئے۔" (اس پر) حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے صحابہ کا شوریٰ طلب کیا اور اس مقصد کے لئے حضرت زید بن سدیؓ حضرت سعد بن العاص، حضرت عبداللہ بن زبیر اور حضرت عبدالرحمٰن بن حُریت رضوان اللہ علیہم کو مقرر فرمایا۔ آپ نے اُن سے کہا کہ وہ حضرت بی بی حفصہ رضی اللہ عنہا سے مُصحفِ قرآن لے آئیں اور اُن کو بنیاد بنا کر آپ نے اِس کا ایک معیاری اور مستند مجموعہ تیار کرایا۔ اس کا نام مصحف عثمانیہ رکھا اور اس کی بہت ساری نقول تیار کروا کر مختلف شہروں میں بھجوا دیں۔ ہر جگہ کے مسلمانوں نے اِسے قرأت اور کتابت کیلئے معیاری مان لیا۔

حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کا حُبِ نبی بعد میں آنے والے لوگوں کے لئے مثالی تھا۔ آپ رضی اللہ عنہ صلح حدیبیہ کے وقت بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ تھے۔

Marfat.com

آپ رضی اللہ عنہ، کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مکّہ یہ فرما کر بھیجا تھا کہ : "اُٹھیے عثمان، اور قریش کے پاس جائیے۔ اُنہیں نپے تُلے لفظوں میں کہہ دیجئے کہ ہم جنگ کیلئے نہیں آئے ہیں۔ جائیے، اور ہمارے اُن مکّی بھائیوں کو تلاش کیجیے جو مکّہ میں اپنے اسلام کو چھپانے پر مجبور رہیں۔ انہیں ہمارا اسلام پہنچائیے اور انہیں تسلّیاں دیں۔"

جب سیدنا حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ مکّہ میں داخل ہوئے تو قریش خوش ہوئے اور اُن کا اچھّا اِستقبال کیا۔ انہوں نے آپ کو کعبۃُ اللہ کے طواف کی بھی اجازت دی، لیکن آپ نے یہ کہہ کر اِس پیشکش کو مسترد کر دیا کہ : "جبتک اِمامُ الانبیاءؑ طواف نہیں فرمائیں گے، میں بھی طواف نہیں کروں گا۔" یہ سُن کر انہوں نے آپ کو روک لیا۔ دوسری جانب جو صحابہ رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے اور جو مکّہ کے اندرونی حالات سے آگاہ نہ تھے، رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے رشک میں کہہ رہے تھے : "یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عثمان کتنے خوش قسمت ہیں، وہ اِس وقت خانہ کعبہ کا طواف کر رہے ہوں گے۔" اِس پر ارشادِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم یہ تھا کہ : "نہیں، جب تک میں طواف نہ کر لوں، عثمان بھی نہیں کرے گا۔"

صلح حدیبیہ کے بعد ہر ایک مکّہ سے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی واپسی کا منتظر تھا، عین اُسی وقت کیمپ (ٹینٹ) میں یہ افواہ پھیلی کہ : "حضرت عثمان رضی اللہ عنہ شہید کر دیئے گئے ہیں۔" نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ایک درخت کے سائے میں تشریف فرما تھے جب یہ افواہ آپ کے کانوں تک پہنچی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "اگر یہ سچ ہے تو میں قریش کو سزا دیئے بغیر واپس نہ لوٹوں گا، ہمیں مجبوراً اُن سے

Marfat.com

جنگ کرنی پڑے گی۔" پھر تمام مسلمانوں نے ایک منادی کی آواز سُنی کہ :
"رسُولِ پاک صلی اللہ علیہ وسلم اُن سب کو بُلا رہے ہیں جو اپنی جانیں اسلام پر قربان کرنے کے خواہش مند ہیں!" پھر مرد اور خواتین محبت اور ایثار کے جذبے سے سرشار ہو کر رسولِ پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے گرد جمع ہو گئے اور اُنہوں نے اپنے ہاتھ نبیوں کے بادشاہ کے مبارک ہاتھ پر رکھ کر بیعت کرلی۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جو یہ جانتے تھے کہ یہ بیعت کتنی اہم ہے، نہیں چاہتے تھے کہ اُن کے محبوب عثمان غیر حاضری کے باعث اس کی بے قرار رحمتوں سے محروم رہیں۔ اس لئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے صحابہ کو قریب بُلالیا تاکہ گواہ رہیں اور فرمایا :
"اے میرے پروردگار، میرا بایاں ہاتھ عثمان کے لئے ہے۔" اور یہ فرماتے ہوئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا بایاں ہاتھ اپنے دائیں ہاتھ کے نیچے رکھا۔ اس طرح آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو اُس بیعت اور اُس کی رحمتوں میں شامل کرلیا۔ اس سے رسولِ پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی اپنے دوست، اپنے صحابی، اور اپنے عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے لئے محبّت ظاہر ہوتی ہے۔

رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دِلوں کے منصف تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم دِلوں کے نگہبان تھے، اور اس میں کوئی شک نہیں کہ تمام صحابہ کے دل سونے کے بنے ہُوئے تھے، لیکن اُن سب میں سے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا دِل بہت ہی بڑا اور نہایت فیاض بھی تھا۔ آپ کی فیاضی اتنی زبردست تھی کہ آپ کو "غنی" کا لقب دیا گیا تھا۔ ایک بار رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سب سے جیشِ اُسراہ (فوج) کے لئے عطیہ دینے

Marfat.com

کو کہا۔ وہ لشکر غزوۂ تبوک کے لئے جا رہا تھا۔ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے کہا: "میں ۱۰۰ اُونٹ کجاوہ اور پالان کے ساتھ عطیہ کرتا ہوں۔" پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے منبر سے ایک زینہ نیچے آئے اور لوگوں کو اس لشکر کے لئے عطیات دینے کو کہا۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے ایک بار پھر کہا: "میں ۱۰۰ اُونٹ، کجاوہ اور پالان کے ساتھ دیتا ہوں۔" کہتے ہیں کہ اس فیاضی سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بہت مسرور ہوئے، اور اس خوشی کے باعث آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ہاتھ اس طرح ہلائے جس طرح کوئی شخص تعجب میں ہاتھ ہلاتا ہے اور فرمایا: "اِس قدر کرنے کے بعد اگر عثمان ایک بھی نفلی عمل نہ کرے تو اُنہیں کوئی نقصان نہیں پہنچے گا۔"

ایک دوسرے موقع پر جب مسجدِ نبوی میں توسیع کی ضرورت پیش آئی، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خواہش تھی کہ مسجد کے ساتھ کچھ زمین حاصل کی جائے جب اس کی اطلاع حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کو ہوئی تو آپ نے فوراً ہی وہ زمین ۲۰ ہزار یا ۲۵ ہزار درہم میں خرید کر عطیہ کر دی، جس سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نہایت ہی خوش ہوئے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے اس فیاض صحابی کے لئے دُعا فرمائی۔

اسی فیاضی سے ایک بار حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ کو ۵ ہزار درہم قرض کے طور پر دے دیئے۔ پھر ایک دن جب مسجد سے باہر نکلتے وقت حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ آپ کی طرف بڑھے اور کہنے لگے کہ: "اب میرے پاس رقم ہے آپکا قرض چکانے کے لئے۔" تو اس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دوست نے

Marfat.com

اُن کو جواب دیا: "اے ابُو محمّد! میں نے یہ رقم آپ کو دے دی ہے، اِسے اپنی ضروریات پر خرچ کریں"۔ ایک مرتبہ رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اہلِ بیت کے پاس ۴ دن تک کھانے کو کچھ نہ تھا۔ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم اپنے گھر میں داخل ہوتے، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بی بی عائشہ رضی اللہ عنہا کو کچھ کھانا لانے کے لئے فرمایا۔ انہوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو پوری صورتِ حال سے آگاہ کیا۔ رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خاموش ہو گئے، وضو فرمایا اور نفل پڑھنے کے لئے مسجد تشریف لے گئے۔ عین اُسی وقت حضرت عثمان رضی اللہ عنہ، حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے ملنے آ گئے اور گھر میں داخل ہونے کی اجازت چاہی۔ پہلے تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے اجازت نہ دینے کا سوچا، پھر انہوں نے سوچا کہ ہو سکتا ہے کہ اللہ کی مدد اِن کے ذریعے آ جائے، اس لئے انہوں نے آپ رضی اللہ عنہ کو اندر آنے دیا۔

آپ رضی اللہ عنہ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خیریت کے بارے میں دریافت کیا، اِس پر بی بی عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: "اے صاحبزادے! گزشتہ چار روز سے اہلِ بیتِ رسول نے کچھ نہیں کھایا ہے"۔ اِس پر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے رونا شروع کیا اور کہنے لگے: "تُف ہے دنیا پر! اے اُمّ المومنین! آپ کو مناسب نہ تھا کہ آپ پر ایسے حادثات گزریں اور آپ مجھ سے ذکر نہ کریں اور نہ عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ، نہ ثابت بن قیس رضی اللہ عنہ، جیسے مالداروں سے"۔ یہ کہہ کر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ اُٹھ کر چلے گئے۔ پھر آپ رضی اللہ عنہ کئی اُونٹ، آٹا، گیہوں، کھجور اور ایک بکری لے کر لوٹے۔ آپ نے یہ سب اور ۰۰ درہم پیش کرتے ہوئے

Marfat.com

فرمایا: "چونکہ کھانا تیار کرنے میں کافی وقت لگے گا، اِس لئے میں پکا ہوا گوشت اور روٹی ساتھ لایا ہوں۔ مہربانی کر کے اِسے قبول فرمایئے اور اِسے میرے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے رکھ لیجئے، اور مجھ سے وعدہ کیجئے کہ پھر اگر ایسی صورتحال ہو، تو آپ مجھے فوراً اطلاع دیں گی۔"

جب حضرت عثمان رضی اللہ عنہ تشریف لے گئے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مسجد سے لوٹ آئے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا: "اے عائشہ! میرے بعد تم کو کچھ ملا؟" اس پر بی بی عائشہ رضی اللہ عنہا نے عرض کی: "یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! مجھے اونٹوں پر لدا ہوا آٹا، گیہوں، کھجوریں، کھانے کا اور بہت سامان ملا ہے۔" حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا: "یہ سب کچھ کس نے دیا؟" حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے جواب دیا: "عثمان بن عفّان نے" اور انہوں نے مجھ سے وعدہ لیا ہے کہ آئندہ ایسا ہوا تو میں انہیں اطلاع کر دوں گی۔" حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جب یہ سنا تو بیٹھے نہیں۔ اس کے بجائے آپ صلی اللہ علیہ وسلم دوبارہ مسجد تشریف لے گئے، ہاتھ اوپر اٹھائے اور دعا کی: "اے اللہ! میں عثمان سے راضی ہو گیا، آپ بھی اُن سے راضی ہو جائیں۔"

حضرت بشیر اسلامی رحمۃ اللہ علیہ کے مطابق جب مہاجرین مدینہ میں آئے تو وہاں کا پانی اُن کو نہیں بھاتا تھا وہاں ایک کنواں تھا جسے "رومہ" کہتے تھے۔ یہ بنو غفّار سے تعلق رکھنے والے ایک شخص کی ملکیت تھی جو اس کا پانی بیچا کرتا تھا۔ ایک دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اُس آدمی سے فرمایا کہ، وہ اپنا

Marfat.com

کنواں بیچ دے اور اس کے انعام کے طور پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم اُسے جنت میں ایک چشمہ دلوائیں گے، لیکن اس نے انکار کیا۔ جب حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو اس کا علم ہوا تو انہوں نے اس آدمی کو ۳۵ ہزار درہم کی پیشکش کی جس کو اس نے باخوشی قبول کیا۔ پھر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس گئے اور عرض کیا: "یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! آپ نے اُس کنویں کے بدلے میں جنت میں ایک چشمہ دینے کا وعدہ فرمایا ہے۔ اگر میں اُسے خرید لوں تو کیا مجھے بھی جنت میں ایک چشمہ ملے گا؟" اس کے جواب میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "جی ہاں، بے شک آپکو ملے گا!"۔ تب ہی حضرت عثمان رضی اللہ عنہ، نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو بتایا کہ انہوں نے وہ کنواں خرید لیا ہے اور وہ کنواں انہوں نے مسلمانوں کو صدقے کے طور پر دے دیا ہے۔

اے اُمت محمدی! رسولِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے اس پیارے، شریف اور نرم مزاج رفیق کے ساتھ اُن کی زندگی کے آخری دنوں میں سخت ترین برتاؤ کیا گیا۔ کہا جاتا ہے کہ زمان کے خاتمے کا پہلا فتنہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ، کی شہادت کی صورت میں اُٹھا تھا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے اس دوست کی شہادت کی پیشگوئی کرتے ہوئے فرمایا تھا: "اسلام کی چکی ٹھیک ۳۵ سال بعد اپنی جگہ سے موڑ دی جائے گی"۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ، کی شہادت ٹھیک ۳۵ ہجری میں ہوئی۔ رسولُ اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ، سے فرمایا: "اے عثمان! اللہ آپکو ایک قمیض پہنائے گا، اگر لوگوں نے اُسے اُتارنے کیلئے کہا، تو ایسا نہ کرنا۔"

Marfat.com

یہ آپ رضی اللہ عنہ کی خلافت کے آخری دنوں کی بات ہے کہ کچھ لوگ، بغیر کسی ٹھوس سبب کے آپ کے مخالف ہو گئے۔ اس کا آغاز خاص طور پر اس وقت ہوا جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی انگوٹھی، حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ سے کھو گئی۔ یہ انگوٹھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے پہنی تھی، اسکے بعد حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے پہنی اور پھر حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے پہنی ہوتی تھی۔ یہ واقعہ اس طرح پیش آیا کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ ایک کنویں کے قریب بیٹھے ہوئے تھے کہ اچانک انگوٹھی اُن کے ہاتھ سے پھسل کر کنویں میں جا گری، اور پھر کبھی نہ مل سکی۔ اس سانحہ کے بعد حالات بگڑنا شروع ہو گئے اور باغی عناصر نے ملک میں بدامنی اور بے سکونی پھیلانی شروع کی۔ باغیوں کا اعتراض یہ تھا کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے حکومت کے بڑے عہدے اور منصب اپنے رشتہ داروں کو دے دیئے تھے۔ لیکن اُس میں کوئی شرعی رکاوٹ تو تھی نہیں۔ تاہم باغی اپنا دباؤ بڑھاتے رہے۔

اس پوری سازش کے پیچھے جو اصل کردار تھا وہ عبداللہ بن صبا نامی ایک یہودی تھا، جس نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے عہد میں اسلام قبول کیا تھا مگر جو خفیہ طور پر خلیفہ کے خلاف سازشوں میں مصروف رہتا تھا۔ اس کا کہنا تھا کہ ہر ایک نبی نے اپنے بعد اپنے کسی عزیز کو خلیفہ مقرر کیا تھا، اِس طرح حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو خلیفہ ہو جانا چاہیئے تھا۔ عبداللہ بن صبا کوفہ، شام اور مصر گیا تاکہ وہاں اپنے نظریات کی تبلیغ کر کے مسائل پیدا کرے۔ ایک نہایت ہی گھنونی سازش کے تحت ایک خط پکڑا گیا جو بظاہر خلیفہ کی طرف سے مصر کے گورنر کو لکھا

Marfat.com

گیا تھا، "جس کے مطابق جوں ہی محمد بن ابوبکر مصر پہنچیں اُسے گرفتار کیا جائے" محمد بن ابوبکر کو نیا نیا گورنر مقرر کیا گیا تھا، اور وہ وہاں اپنا عہدہ سنبھالنے جا رہا تھا۔ جب صحابہ کرام کو اس خط کے بارے میں پتہ چلا، تو لوگوں میں غصّہ اور شدید قسم کی ایک الجھن پیدا ہوئی، لیکن جلد ہی واضح ہو گیا کہ وہ خط دراصل مروان نے خلیفہ کو سازش کے جال میں پھانسنے کی خاطر لکھا تھا۔

بد قسمتی سے شر پسندوں نے خلیفہ کے گھر کو گھیر لیا اور گھر میں پانی اور غذا کی رسد روک دی۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے مدد کی کوشش کی اور اپنے بیٹوں کو گھر کی حفاظت کے لئے بھیج دیا، لیکن کچھ باغی پچھلے دروازے سے اندر داخل ہو گئے اور انہوں نے اس عظیم صحابی کو شہید کر ڈالا۔ آپ کے لہو سے قرآن پاک کا وہ نسخہ، جو اس اَلم ناک گھڑی میں آپ پڑھ رہے تھے، سُرخ ہو گیا۔

اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ ۝

وہ جنہیں جنّت کی بشارت دی گئی تھی، ۸ ذوالحج ۳۵ ہجری کو اپنے خالق حقیقی سے جا ملے۔ اس شہادت کے بعد مسلمانوں کی وہ تلواریں جو دوسرے مسلمانوں کے خلاف میانوں سے باہر نکلی تھیں، پھر کبھی میانوں میں واپس نہ گئیں۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ وہ خوبصورت نام ہے جو اللہ کے آسمانوں پر لکھا گیا ہے، جو ہمیشہ چمکتا رہے گا اپنے محبوب رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے اسمِ مبارک کے ساتھ، اور بے شک یہ چمک ابد تک باقی رہے گی۔

-: آمین :-

Marfat.com

۱۸ر نومبر ۲۰۱۱ء

(۱۹۷)

حضرت عبداللہ شاہ غازی رحمۃ اللہ علیہ

شروع اللہ کے بابرکت نام سے، جس کے اسمائے حسنیٰ ایک اسرار ہیں جو فقط اُن لوگوں پر ظاہر کئے جاتے ہیں جو اس علم کے لائق اور حق دار ہیں۔ یہ نام پوری کائنات کا حسن ہیں اور یہ ماحول میں توازن قائم رکھتے ہیں۔

دُرود و سلام اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر، اُس کے محبوب رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر، جو ہر وقت عشقِ توحید میں سرشار ہیں۔

سلام، رحمت اور برکتیں ہوں آپ سب پر اور آپکے پیاروں پہ۔ سلامتی ہو اُن سب پر جن کو ہماری خوبصورت محفلوں سے ایک نہایت خاص نسبت ہے اور جو یہاں خلوصِ دل کے ساتھ شریک ہوتے ہیں۔

اِس دُنیا میں ہر قسم کے اِنسان بستے ہیں۔ کچھ ذہین ہیں، کچھ کُند ذہن ہیں، کچھ سُست ہیں اور کچھ چُست، کچھ بے حس ہیں اور کچھ شفیق، کچھ ڈرپوک ہیں اور کچھ جُرأت مند اور بہادر، کچھ عام ہیں اور کچھ خاص۔

عام لوگوں میں عام خوبیاں ہیں۔ اُن کے اعمال معمولی اور اُن کے خیالات بھی معمولی ہیں۔ وہ فقط اپنے لئے ہیں۔ وہ مزا لوٹنے کے لئے زندگی بسر کرتے

Marfat.com

ہیں اور وہ تنگ نظر بھی ہوتے ہیں۔ یہ عام لوگ عام زندگی بسر کرتے ہیں اور جب مرتے ہیں تو اُن کے ساتھ اُنکا نام بھی مرجاتا ہے۔

خاص لوگ عام لوگوں سے بہت مختلف ہیں۔ خاص لوگوں کے خاص دِل ہوتے ہیں جو دوسروں کے لئے دھڑکتے ہیں؛ وہ دِل جو اوروں کے لئے روتے ہیں؛ جو مہربان اور نرم ہیں، اور بڑے جُرأت مند بھی ہیں۔ جب یہ دوسروں کے ساتھ ہوتے ہیں، تو وہ اُن کو بھی خاص ہونے کا اِحساس دلاتے ہیں۔ خاص لوگ ہر ایک کو خاص بناتے ہیں۔ وہ دوسروں کا احترام کرتے ہیں، وہ دوسروں کو حصّہ دیتے ہیں، وہ دوسروں کی حمایت میں اُٹھ کھڑے ہوتے ہیں، وہ حق کی حمایت میں کبھی نہیں ہچکچاتے اللہ کی رضا کے لئے۔ وہ اپنے پروردگار کی محبّت میں کچھ بھی کرنے سے نہیں ہچکچاتے، چاہے اُس میں اُن کی جان ہی کیوں نہ چلی جائے اللہ کی راہ میں۔ یہ خاص لوگ انبیاء، صَالحین، صِدیقین اور شہداء ہیں۔

"اور جو اللہ اور اُسکے رسُول (صلی اللہ علیہ وسلم) کا حکم مانتے تو اُسے اُن کا ساتھ ملے گا جن پر اللہ نے فضل کیا، یعنی انبیاء اور صدیق اور شہید اور صالحین۔ یہ کیا ہی اچھّے ساتھی ہیں۔ یہ اللہ کا فضل ہے، اللہ کافی ہے جاننے والا۔" (سورۃ النساء: ۶۹۔۷۰)

یہی لوگ ہیں جو بوقتِ ضرورت لنگر بن جاتے ہیں اِس دُنیا کے مُوسلادھار طوفان میں، جو زندگی کے جہاز کو توازن میں رکھتے ہیں اور جو اُس کے بادبان ہیں، اور جو منزل کی طرف اُس کی رہنمائی بھی کرتے ہیں، راحت اور سکون کے اَبدی

Marfat.com

مقام کی طرف۔ اگر کسی عام آدمی کو اللہ کے فضل سے، اللہ کے اُن دوستوں کی صحبت نصیب ہو جائے، تو وہ بھی خاص بننا شروع ہو جائے گا۔ ان اولیاء اللہ کا "نور" اس کے دل کو صاف کرنا شروع کر دیتا ہے اُس کے باطن سے دنیا کی ہر قسم کی آلودگی کو دور کر کے۔

یہی وجہ ہے کہ اللہ والوں کی صحبت نہایت قیمتی نعمت ہے اور اُسے ہمیشہ حاصل کرتے رہنا چاہیئے، کیونکہ اللہ والوں کی قربت اللہ کا ہی تحفہ ہے۔ ان خاص لوگوں میں، یعنی انبیاء، اولیاء، صِدیقین، صالحین اور شہداء ہیں، یہ شُہداء ہیں جو اللہ کی خدمت اپنی جان کا نذرانہ پیش کر کے کرتے ہیں۔ وہ اپنی زندگی اللہ کے حوالے کرتے ہیں، اور یہ ہدیہ پیش کرتے ہوئے ایک لمحہ بھر بھی پس و پیش نہیں کرتے۔ قرآن میں ارشاد الٰہی ہے: "اور جو لوگ اللہ کی راہ میں مارے گئے انہیں مردہ مت کہو۔ وہ زندہ ہیں لیکن تمہیں اُن کا شعور نہیں۔"

شہادت وہ اعلیٰ ترین مقام ہے جو صرف مسلمانوں کے لئے مخصوص ہے۔ شہادت اللہ کی رضا کا راستہ ہے جس کی مقبولیت میں کوئی شُبہ نہیں۔ شہادت اللہ کے لئے اپنی جان دینا ہے۔ ایک شہید کون ہے؟ "وہ جو اللہ کی وحدانیت، عبودیت اور خالقیت کی بلاشک و شُبہ گواہی دیتے ہوئے اُس کے نام پر اپنی جان کا نذرانہ پیش کر دے۔ وہ جو اللہ اور اُس کے دین کی سربُلندی کے لئے اپنا سر تہہِ تیغ رکھ دے۔"

ے شہادت ہے مطلوب و مقصودِ مومن نہ مالِ غنیمت نہ کشور کُشائی

Marfat.com

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے شہادت کے بارے میں فرمایا ہے کہ: "شہید کو اللہ کی طرف سے ۶ اچھی چیزیں ملتی ہیں:

۱۔ جوں ہی اُس کا لہو گرتا ہے، اللہ اُسے معاف کر دیتا ہے اور اُسے جنت میں اُس کا مقام دِکھاتا ہے۔

۲۔ اللہ عذابِ قبر سے اُس کو محفوظ رکھتا ہے۔

۳۔ وہ اُسے سب سے ہولناک خوف سے تحفظ دیتا ہے۔

۴۔ وہ اُس کے سر پر ایک پر وقار تاج رکھ دیتا ہے جس کا ایک ہی یاقوت اس دُنیا اور اُس میں موجود ساری چیزوں سے زیادہ قیمتی ہے۔

۵۔ وہ اُس کی شادی ۷۲ کالی آنکھوں والی حُوروں سے کرے گا، اور

۶۔ اُس کے ۷۰ قرابت داروں کی شفاعت قبول فرمائے گا۔"

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بھی فرمایا کہ: "جب جنگ میں آپ کا کوئی بھائی شہید ہو کر گرتا ہے، تو اللہ اُس کی رُوح کو ہرے رنگ کے پرندوں میں رکھ لیتا ہے جو جنت کے دریا کی طرف پرواز کرتے ہیں، وہاں پھل کھاتے ہیں اور تخت کے سائے کی سنہری روشنی میں ٹھہرتے ہیں۔ جب وہ اپنے کھانے پینے کی شیرنی کا مزہ چکھ لیتے ہیں اور اپنا شاندار استقبال دیکھتے ہیں تو بے اختیار کہہ اُٹھتے ہیں کہ: "کاش اگر ہمارے بھائیوں کو یہ معلوم ہوتا کہ اللہ نے ہمارے لئے کیا کیا ہے تو وہ کبھی جہاد کو ترک نہ کرتے اور نہ ہی اُس کی بے حرمتی کرتے۔" اللہ جلّ شانہٗ ارشاد فرماتا ہے: "میں انہیں تمہارا پیغام پہنچاؤں گا۔" پھر اللہ جلّ شانہٗ نے

Marfat.com

رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر وحی فرمائی کہ: "اللہ کی راہ میں جان دینے والوں کو ہرگز مُردہ نہ سمجھو، وہ اپنے ربّ کے پاس زندہ ہیں اور روزی پاتے ہیں۔" (آلِ عمران ۱۶۹ : ۳)

کتنے خوش نصیب ہیں وہ جو اس اَبدی زندگی کے چشمے سے پانی پیتے ہیں، اور اس سے بھی بڑھ کر وہ کتنے خوش قسمت ہیں جو نہ صرف اس چشمے کا پانی پیتے ہیں بلکہ اُن کی نسبت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے گھرانے سے بھی جُڑی ہوتی ہے۔ یہ ایک معلوم حقیقت ہے کہ اہلِ بیتِ محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے کبھی تخت و تاج کی طلب نہیں کی لیکن اُنکی معصومیت کے باوجود اُن پر ہمیشہ ظلم ڈھایا گیا، تشدد کیا گیا۔ انہیں ہمیشہ دنیا والوں کی حرص و طمع کی وجہ سے سزا دی گئی۔ یہی وجہ ہے کہ اگر آپ مسلم تاریخ کا کوئی بھی صفحہ کھولیں تو آپ دیکھیں گے کہ اُن میں سے اکثر اہلِ بیت کے لہو سے سُرخ ہیں۔ یہ وہ اہلِ بیت ہیں جن کے بارے میں رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا: "میرے اہل بیت کی مثال کشتیٔ نوح کی طرح ہے۔ جو اُس میں سوار ہو گیا نجات پا گیا اور جو پیچھے رہ گیا وہ ڈوب گیا۔"

وہ سب لوگ جو نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے گھرانے، اُن کے خاندان اور اُن کے اسباب سے محبت کرتے ہیں، وہ بے شک کشتیءِ نورِ نبی کے سوار ہیں، یعنی اُس کشتی کے جو زمانہءِ آخر کے لوگوں کو طوفانِ آخر سے نکالے گی، وہ طوفان جس کا آغاز دُنیا میں ہو چکا ہے۔ یہ وہ وقت ہے جب رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اس حدیث کو نہیں بھولنا چاہیئے جس میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا: "بے شک میں تم میں دو نائب چھوڑ کر جا رہا ہوں: ایک اللہ کی کتاب، جو آسمان اور زمین کے

Marfat.com

درمیان پھیلی ہوئی رسّی کی طرح ہے، اور میری عترت، یعنی میرے اہل بیت۔ اور یہ کہ یہ دونوں اُس وقت تک ہرگز جُدا نہیں ہوں گے جب تک یہ میرے پاس حوض کوثر تک نہیں پہنچ جاتے۔"

وقت نے اس حدیث کی سچائی کو ثابت کردیا ہے۔ رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اہل بیت نے ہر وقت مشکل ترین حالات کا جُرأت مندی سے مقابلہ کیا ہے۔ انہوں نے کبھی دُنیا کو دین پر ترجیح نہ دی۔ اپنے پیارے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات کے تحفظ کیلئے انہوں نے ہر قسم کے ظلم سہے، اور اس میں انہوں نے ایک لمحے کیلئے بھی پس و پیش نہیں کیا، اُس وقت بھی جب اُس کے لئے اپنا سَر تک قربان کرنا پڑا۔ یہ وہ خاص لوگ تھے جو اللہ کے شہداء تھے، اور ساتھ ہی جن کی نسبت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر سے تھی۔ اِن ہی میں سے ایک خوبصورت نام ایسا ہے جن کی نسبت نہ صرف اہل بیت سے ہے، جن کی حیثیت ایک ولی کی ہے اور انہیں شہید ہونے کی سعادت بھی حاصل ہے، بلکہ اُن کے پاک وجود نے ہمارے ملک کو بھی یہ سعادت بخشی کہ اُن کی آخری آرام گاہ کراچی میں ہے۔ اِسکے معنی یہ ہیں کہ اللہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ خزانہ آپ سب کو عطا کیا ہے تاکہ آپ اُن کی مُبارک ذات سے فیض حاصل کرسکیں۔

حضرت عبداللہ شاہ غازی شہید رحمۃ اللہ علیہ ۹۸ ہجری میں پیدا ہوئے اور اُنکی نسبت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس طرح ہے: حضرت عبداللہ شاہ غازی رحمۃ اللہ علیہ ابنِ سید محمد نفس زکیہ بن سید عبداللہ اشتیاز بن سید حسن مثنیٰ بن سیدنا حضرت امام حسن بن

Marfat.com

سیدنا امیر المومنین حضرت علی کرم اللہ وجہہ بن ابُو طالب۔

حضرت عبداللہ کے پردادا، حضرت سیّدنا حسن مثنیٰ کی شادی سیّدنا فاطمہ صغریٰ سے ہوئی تھی، جو حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کی صاحبزادی تھیں، جس کے معنی یہ ہیں کہ حضرت عبداللہ شاہ غازی رحمۃ اللہ علیہ حسنی حُسینی تھے۔

۱۳۸ھ ہجری میں، بنو اُمیہ کے زوال کے وقت، حضرت عبداللہ شاہ غازی کے والد نے علوی خلافت کی تحریک شروع کی اور پھر انہوں نے اپنے بھائی حضرت ابراہیم بن عبداللہ کو بصرہ بھیج دیا۔ کہا جاتا ہے کہ حضرت ابراہیم کو دو دیواروں کے درمیان چن کر زندہ شہید کر دیا گیا تھا۔ تاریخ میں یہ بات بھی ریکارڈ شدہ ہے کہ امام اعظم حضرت ابُوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ، حضرت ابراہیم رحمۃ اللہ علیہ کی حمایت کیا کرتے تھے اور فتویٰ جاری کیا تھا کہ ہر ایک آدمی کو اِن کی اور اِن کے بھائی کی حمایت کرنی چاہیئے۔ کہا جاتا ہے کہ حقیقت میں یہی وجہ تھی کہ حضرت ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کو خلیفہ نے قید میں ڈالا اور اُن پر تشدّد کیا۔

حضرت عبداللہ شاہ غازی رحمۃ اللہ علیہ بصرہ آنے کے بعد سندھ کی طرف روانہ ہوئے۔ یہ واقعہ خلیفہ منصور کے وقت پیش آیا۔ حضرت عبداللہ شاہ غازی رحمۃ اللہ علیہ، سال ۷۶۰ء عیسوی میں، ایک تاجر کی حیثیت سے سندھ پہنچے اور آپ اپنے ساتھ بڑی تعداد میں گھوڑے لاتے تھے جو آپ نے عراق کے شہر کوفہ سے خریدے تھے۔ آپ کا بڑی گرم جوشی سے اِستقبال کیا گیا اور آپ کی نسلی نسبت کے باعث آپ کو بڑی عزت بخشی گئی۔ اس وَلی کی بڑھتی ہوئی مقبولیت سے اُموی حکومت بہت

Marfat.com

پریشان ہوئی۔ یہ اُموی اور انکے بعد کے عبّاسی، بنو ہاشم سے نفرت کرنے میں مشہور تھے۔ انہوں نے اس قبیلے کے ہزاروں افراد کو چُن چُن کر قتل کیا۔

سندھ میں حضرت عبداللہ شاہ غازی رحمۃ اللہ علیہ کو اپنے والد اور چچا کی شہادت کی المناک خبر ملی۔ اپنی شہادت سے پہلے آپ کے والد اور چچا نے عباسی خلافت کی مخالفت کی تھی۔ آپ کے والد کو مدینہ میں شہید کیا گیا جبکہ آپ کے چچا حضرت ابراہیم رحمۃ اللہ علیہ کو ۷۶۳ عیسوی میں بصرہ سے گرفتار کر کے شہید کر دیا گیا۔ خلیفہ نے حضرت عبداللہ شاہ غازی رحمۃ اللہ علیہ کی گرفتاری کا بھی حکم دیا تھا، لیکن سندھ کا گورنر، عمر بن حفص اس حکم پر عمل درآمد کی کاروائی کو ٹالتا رہا۔ یہ اہلِ بیت کے لئے گورنر کی محبت تھی جس نے اُسے اِس ولی پر زیادتی کرنے نہیں دی۔ لیکن خلیفہ منصور اس تاخیر سے مطمئن نہیں تھا۔

جب خطرہ بڑھ گیا تو سندھ کے گورنر نے خاموشی سے حضرت عبداللہ شاہ غازی رحمۃ اللہ علیہ کو ایک ساحلی ریاست میں بھیجا جہاں کا راجہ اسلامی سلطنت کا اطاعت گُذار تھا۔ راجہ نے اس ولی کو بڑی تعظیم اور حفاظت سے رکھا۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ وہاں ۴ سال تک رہے اور دینِ اسلام کو ہزاروں لوگوں تک پہنچایا۔ پھر ایک وقت آیا کہ گورنر کو اس کے عہدے سے ہٹایا گیا، اور خلیفہ منصور نے حشم بن عمر کو سندھ کا نیا گورنر مقرر کیا۔ یہ گورنر بھی اس ولی کو گرفتار کرنے سے ہچکچایا، لیکن جب سندھ میں بغاوت بڑھ گئی، تو گورنر نے اپنے بھائی سفیع بن ہشام کو حالات پر قابو کرنے کے لئے وہاں روانہ کیا۔

Marfat.com

جب سفیح مہران دریا تک پہنچا، تو اس کا سامنا حضرت عبداللہ شاہ غازی رحمۃ اللہ علیہ اور اُن کے ساتھیوں سے ہوا جو وہاں شکار کی غرض سے گئے تھے۔ گورنر کے بھائی نے اُنہیں باغی سمجھ کر اس چھوٹے سے قافلے پر حملہ کر دیا۔

حضرت عبداللہ شاہ غازی رحمۃ اللہ علیہ نے گورنر کے لشکر کا ڈٹ کر مقابلہ کیا، لیکن دشمنوں میں سے ایک نے آپ پر پیچھے سے حملہ کیا۔ یہ حملہ اتنا شدید تھا کہ ولی اللہ نیچے گرے اور اُسی دم اپنے اللہ سے واصل ہوئے اور جامِ شہادت نوش فرمایا۔

آپ رحمۃ اللہ علیہ کے مریدوں نے آپ کے جسدِ خاکی کو چھپا دیا اور پھر بڑی خاموشی سے انہیں ایک پہاڑی کی چوٹی پر دفنا دیا۔ اس وقت سے لے کر آج تک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اہل بیت کے اس عظیم ولی کا مزارِ مبارک اُن سب کیلئے مرکزِ تجلیاتِ الٰہی ہے جو یہاں نذرانۂ عقیدت پیش کرنے آتے ہیں۔

مزارِ مبارک کا فیض حضرت عبداللہ شاہ غازی رحمۃ اللہ علیہ کی اِس کرامت سے ظاہر ہے کہ مزار شریف کے نیچے سے ساحلِ سمندر کی نمکین زمین سے اُبلنے والا چشمہ میٹھے پانی کی صُورت میں ہے۔ روایت ہے کہ جس وقت حضرت عبداللہ شاہ غازی رحمۃ اللہ علیہ کے مریدوں نے آپ رحمۃ اللہ علیہ کو اس پہاڑی پر دفن کیا تو انہیں پینے کے پانی کی تلاش میں شدید دشواری پیش آئی۔ پھر ایک رات مریدوں میں سے ایک کو اس ولی کی طرف سے اس کنویں کی بشارت ملی اور اس طرح یہ کرامت ظہور میں آئی۔

حضرت عبداللہ شاہ غازی رحمۃ اللہ علیہ کی یہ واحد کرامت نہیں ہے۔ اِس

Marfat.com

ملک کیلئے آپ رحمۃ اللہ علیہ کی مسلسل دعاؤں کے باعث یہ شہر (کراچی) ہزاروں بار قدرتی آفتوں سے محفوظ رہا ہے۔ کیا اللہ اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کے پیاروں کی نہیں سُنتا! یعنی اُن پیاروں کی جو سب کے لئے رحمت ہیں۔ اس وقت بھی رحمت تھے جب وہ حیات تھے، اور شہادت پانے کے بعد بھی برائے رحمت ہیں۔

حضرت عبداللہ شاہ غازی رحمۃ اللہ علیہ اہل بیت ہیں۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کی رگوں میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا لہو دوڑ رہا ہے۔ آپ کیلئے اس سے بڑھ کر نعمت اور کیا ہو سکتی ہے! آپ رحمۃ اللہ علیہ کا فیض خاص طور سے ہمارے خوبصورت سلسلے کیلئے اور اُن سب کیلئے ہے جو دلوں کے معاملوں کی پرواہ کرتے ہیں۔ گزشتہ سال جب اس مزارِ مبارک پر ابلیس کے کارندوں نے حملہ کیا تھا، تو اللہ کے کچھ ولیوں سے قَسم لی گئی تھی اُس لہو کے نام پر جو حضرت عبداللہ شاہ غازی رحمۃ اللہ علیہ کے مزار کے فرش پر گرا تھا۔ یہ ایک عہدِ وفا و محبت تھا، سخت محنت کا، حق کے لئے سینہ سپر ہونے کا۔ یہ ایک وعدہ تھا کہ اس محبت اور حق کو دنیا کے کونے کونے میں پھیلایا جائے گا۔

یہ ایک وعدہ ہے جو آپ سب کو نبھانا چاہیئے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے گھرانے سے محبت کرنے کا وعدہ۔ اللہ کے ولی سے محبت کرنے کا، اور اس محبت کو اپنے اطراف پھیلانے کا۔ بے شک اللہ کا وعدہ بھی آپ سب کے لئے موجود ہے، اللہ کی طرف سے آپ کے لئے ابدی محبت کا وعدہ۔

آمین۔

Marfat.com

٢٥ نومبر ٢٠١١ء

(١٩٨)

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ

شروع اللہ کے بابرکت نام سے جس کی نعمتوں کی کوئی حد نہیں، جو حفاظت کرنے والا ہے، پروردگار ہے اور سب کا رازق ہے؛ کوئی بھی اُن رحمتوں کا حساب نہیں رکھ سکتا جو اُس نے اپنی تمام مخلوقات کو عطا کی ہیں۔

دُرود و سلام رحمۃ اللعٰلمین پر، نرم دِل والے پر، اور شفیق دل والے نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر جن کا اخلاق بہترین ہے اور اُمت کے لئے جن کی محبت اُن کے دل میں ہر وقت موجود رہتی ہے۔

سلام، رحمت اور برکتیں آپ سب کے لئے اور آپکے پیاروں کیلئے۔ سلامتی ہو اُن سب کے لئے جو یہ سمجھ چکے ہیں کہ صراطِ مستقیم ہی وہ واحد راستہ ہے جو انہیں ابدی خوشی کی جانب لے جا سکتا ہے۔

یہ ہے راستہ، سچائی اور دیانت کا راستہ، جسے صراطِ مستقیم کہتے ہیں؛ جو مومنین کا راستہ ہے، اللہ کے عاشقوں کا راستہ۔ یہ اللہ کے عاشقوں کا راستہ ہے؛ یہ اللہ اور اُس کے انبیاء کا راستہ ہے؛ وہ راستہ جو اہلِ عرب کو دکھایا گیا تھا ١٤٠٠ سال پہلے۔ یہ بہت ہی آسان راستہ ہے۔ اگر آپ

Marfat.com

اس پر نگاہ ڈالیں تو پتہ چلے گا کہ اس میں کوئی مشکل نہیں ہے۔ یہ راستہ بہت پاک اور صاف ہے۔ اس راہ پر چلنے والے نہ فقط روحانی طور سے پاک ہیں بلکہ اُن کے جسم بھی دُھلے ہوئے اور صاف ہیں، اُن کے چہرے، ہاتھ، پاؤں بھی روزانہ ۵ مرتبہ مسلسل صاف کئے جاتے ہیں۔ جسطرح اُن کے بدن غلاظت سے پاک ہیں، اسی طرح اُن کے دل اور زبانیں بھی پاک و صاف ہیں۔ یہ اس پر کڑی نظر رکھتے ہیں کہ اُنکی زبان سے کیا نکلتا ہے۔ وہ اِس بات کا خاص خیال رکھتے ہیں کہ اُن کی زبان اور اُن کے عمل سے کسی کو تکلیف نہ پہنچے۔

صراطِ مستقیم والے دلوں کی رکھوالی کرنا جانتے ہیں۔ وہ اپنے تمام معاملات میں دیانتدار ہیں، چاہے وہ معاملات تجارتی ہوں یا تعلقاتی ہوں۔ اُن سب میں سچائی ہوتی ہے۔ اُنکی شجاعت اور بیخوفی اُنہیں کسی کے آگے کمزور نہیں ہونے دیتی۔ اُنکی قوت، اُنکے تقوے اور ایمان میں ہے۔ ایمان اللہ پر، اسکے انبیاء پر، اُس کی کتابوں پر، اُس کے ملائکہ پر، موت پر، قضاء وقدر پر، حشر پر (یعنی مرنے کے بعد انہیں پھر سے زندہ کیا جائیگا)، یہ ایمان اُن کی دنیاوی مشکلات کو آسان کرتا ہے۔

وہ اِس دنیا میں مسافر بن کر رہتے ہیں، جو اس جگہ مختصر قیام کے لئے رُکے ہیں اور جلد ہی وہ اپنا طویل سفر جاری رکھیں گے۔ دنیا اُن کی نظر میں بس ایک "مقام" جیسی ہی ہے جہاں کچھ دیر کیلئے آرام کرنا ہے۔ جب وہ خود کو حالتِ سفر میں سمجھتے ہیں تو پھر کیوں وہ اپنے اطراف دُنیا کو اِکٹھا کرنا شروع کریں۔ انہیں دنیا کی آسائشوں اور خوشیوں سے بھلا کیا کام۔ اُن کی محبت اس

Marfat.com

دنیا کے لئے فقط اس قدر ہے کہ وہ دوسروں کے کام آسکیں یا انہیں اپنے رب کے اور اُس کے محبوب کے لئے ذکر اور حمد و ثناء کے لئے وقت ملے، یا وہ اُن ذمہ داریوں کو پورا کرسکیں جو اللہ اُن سے کروانا چاہتا ہے۔ وہ درحقیقت یہاں رہنے والی مدت کے ایک ایک دن کو گنتے ہیں کیونکہ اُن کے لئے ہر ایک سانس اُنہیں اُس وقت کے قریب ترلے جارہی ہے جب وہ اپنے ربّ سے ملیں گے، جب وہ اُس کے ابدی امان میں داخل ہوں گے۔ یہ ہے صراطِ مستقیم پر چلنے والوں کا طرزِ حیات؛ ہر وقت سکون کے عالم میں، ہر وقت اللہ کی رحمتوں کے سائے میں۔

آج ہم اس راہ کے ایک حسین شخص کے بارے میں بات کرتے ہیں جو بہادری، جُرأت اور بے خوفی کی مثال ہیں؛ وہ جو نہ فقط اللہ کے محبوب تھے بلکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حیاتِ مبارکہ میں اُن کے بہترین ساتھیوں میں سے ایک تھے۔ آپ (حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ) حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بہترین ساتھی اور قریبی صحابی تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے یہ بہترین صحابی، حضرت ابو حفص عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ ہیں۔ آپ کا تعلق قریش کے ایک ممتاز قبیلے سے تھا، یعنی قبیلہ عَدی۔ عَدی کے بھائی مرہ، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے جدِّ اعلیٰ تھے، اور یوں حضرت عُمر رضی اللہ عنہ کا نسب آٹھویں پشت میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے جا ملتا ہے۔

حضرت سیدنا عُمرِ فاروق رضی اللہ عنہ کا ابتداء ہی سے رجحان نسب دانی، سپاہ گری اور پہلوانی کی طرف تھا۔ آپ رضی اللہ عنہ فنِ پہلوانی کے ماہر تھے۔

Marfat.com

آپ رضی اللہ عنہ نے اُس زمانے میں پڑھنا لکھنا بھی سیکھ لیا تھا جبکہ پورے قریش میں فقط ۷ افراد پڑھے لکھے تھے۔ جب آپ بالغ ہوئے تو آپ رضی اللہ عنہ نے تجارت کو اپنا پیشہ بنایا اور اس مقصد کے لئے آپ نے دور دراز علاقوں میں آنا جانا شروع کیا۔ زمانۂ جاہلیت میں آپ نے عراق اور شام کے سفر کئے اور عرب و عجم کے بادشاہ سے ملاقاتیں کیں۔ یہی وجہ تھی کہ آپ رضی اللہ عنہ تمام معاملات میں نہایت خود اعتماد تجربہ کار اور ذہین تھے۔ آپ رضی اللہ عنہ کی رنگت صاف اور سُرخی مائل تھی، اور آپ کے گالوں پر گوشت کم تھا، آپ دراز قامت تھے اور آپ کے بازوؤں میں بَلا کی قوت تھی۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں آپ کو منصب وزارت دی گئی تھی، جبکہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے دور میں آپ مدینے کے قاضی بھی تھے۔ آپؓ کے دورِ خلافت میں اسلام کو اتنی فتوحات حاصل ہوئیں کہ وہ اپنی مثال آپ تھیں۔ آپ رضی اللہ عنہ کی خلافت کی عمر صرف ۱۰ سال چھ ماہ اور ۵ دن کی تھی۔ سال ۲۴ ہجری کی پہلی محرم کو ابو لؤلؤ مجوسی نے آپ رضی اللہ عنہ کو شہید کیا اور آپؓ کو روضۂ مبارک میں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے پہلو میں سپردِ خاک کیا گیا۔

آپ رضی اللہ عنہ کا اسلام لانا بھی ایک معجزہ تھا۔ کئی دنوں تک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دعا فرماتے رہے کہ: "اے اللہ! عمر کو اسلام کے ذریعے عزت دے۔" ہوا یوں کہ ایک بار ابوجہل کی بدگوئی ترغیب کے باعث سیدنا عمر رضی اللہ عنہ، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو (نعوذ باللہ) شہید کرنے کے ارادے سے چلے۔ راستے میں اُن کی ملاقات ایک صحابی

Marfat.com

سے ہوئی جو آپ کا غصہ دیکھ کر گھبرا گئے۔ جب اُن کو یہ پتہ چلا کہ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کہاں جارہے ہیں، تو انہوں نے کہا: "اچھا پہلے اپنے گھر کی تو خبر لیجئے، آپ کی بہن اور آپکے بہنوئی سعید بن زید مسلمان ہو گئے ہیں۔"

اِس خبر نے تو سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کو مزید مشتعل کیا۔ وہ سیدھے اپنی بہن کے گھر کی طرف گئے۔ وہاں دونوں میاں اور بیوی قرآن کی تلاوت کر رہے تھے اور جیسے ہی اُن کی نظر اپنے بھائی پر پڑی، انہوں نے کتاب کے اوراق چھپا دیئے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا غصہ عُروج پر تھا۔ وہ پوری طرح بے قابو ہو گئے جب انہوں نے دیکھا کہ اُن کی بہن اور اُن کے شوہر کیا پڑھ رہے تھے۔ آپ رضی اللہ عنہ اُن کے شوہر پر ٹوٹ پڑے اور انہیں مارنے لگے۔ جب بیوی نے یہ دیکھا تو وہ اُن کے درمیان آگئیں، مگر حضرت عمرِ فاروق رضی اللہ عنہ نے اُن کو بھی مارنا شروع کیا، یہاں تک کہ اُن کے جسم سے خون بہنے لگا۔ حتیٰ کہ اس حال میں بھی بہن کہہ رہی تھیں: "اے عمر! بے شک ہم خاتم النّبیین حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لے آتے ہیں۔ اب ہم کسی صورت بھی پیچھے نہیں ہٹیں گے۔ تمہارے دل میں جو آئے کر گزرو۔"

جب بھائی نے یہ سنا اور اپنی بہن اور بہنوئی کے جسموں سے خون بہتا دیکھا تو اُن کا دِل نرم پڑ گیا اور آپ نے فرمایا: "مجھے وہ دکھاؤ جو تم پڑھ رہے تھے، مجھے وہ دکھاؤ جو محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے تمہیں سکھایا ہے۔" حضرت فاطمہ بنتِ خطاب رضی اللہ عنہا نے چند آیتوں پر مشتمل ایک صفحہ اُن کے سامنے رکھ دیا۔ جیسے ہی حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اُن کو ہاتھ لگانا چاہا، بہن نے کہا: "اے میرے بھائی! اس کتاب کو وہ لوگ

Marfat.com

ہاتھ نہیں لگا سکتے جو ناپاک ہوں"۔ پھر سورۃ طٰہٰ کی پہلی آیتیں انہیں پڑھ کر سُنائی گئیں۔اس سے آپ رضی اللہ عنہ کا دل اتنا متاثر ہوا کہ آپ فوری طور پر دارالارقام کے لئے روانہ ہوئے جہاں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم موجود تھے۔

جب صحابہ نے اُن کو ایک ننگی تلوار لئے دیکھا تو اُن کو خطرہ محسوس ہوا لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: "انہیں اندر آنے دو، اگر یہ اچھی نیت سے آئے ہیں تو یہ اچھا ہے، ورنہ انہیں اُنہی کی تلوار سے ختم کر دیا جائیگا"۔ رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بھی فرمایا کہ: "عُمر کو اندر آنے دو"۔ جیسے ہی حضرت عمر رضی اللہ عنہ اندر داخل ہوتے، رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا: "اے عمر! تم یہاں کیوں آئے ہو؟" اِس پر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے جواب دیا: "اَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰـهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ ٥"

اِس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے صحابہ کے ساتھ نعرہ بلند کیا: "اللّٰهُ اَكْبَرُ"۔ اور یہ نعرہ اتنا بلند تھا کہ مکہ کے پہاڑ اس سے گونج اُٹھے۔ یہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے اسلام قبول کرنے کی برکت تھی کہ اس کے بعد مسلمان کُھل کر سامنے آ گئے۔ آپ رضی اللہ عنہ اسلام کا ایک مضبوط قلعہ تھے۔ آپ رضی اللہ عنہ پہلے شخص تھے جنہوں نے بیت اللہ شریف میں علی الاعلان نماز ادا کی۔ آپ رضی اللہ عنہ کا قبولِ اسلام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی دُعاؤں کا نتیجہ تھا۔ "اے اللہ! ان دونوں عمروں میں سے جو آپ جَلّ جَلالہٗ کو محبوب ہے، اس کے ذریعے اسلام کو قوت عطا فرما"۔

ان دو عُمر سے رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا مطلب، پہلا عمرو بن ہشام یعنی ابوجہل

Marfat.com

تھا، اور دوسرے عمر بن خطاب تھے۔ اس سے ظاہر ہوا کہ عمر بن خطاب اللہ کے پیارے تھے۔ یہ وہ شخص تھے جنہوں نے بلا خوف ہجرت کی اور اعلانیہ کی، تو کون تھا جو انہیں ہجرت کرنے سے روک سکتا ہو! آپ رضی اللہ عنہ نے جانے سے پہلے طوافِ کعبہ کیا اور کفار کی طرف دیکھتے ہوئے فرمایا: "میں اس وقت ہجرت کر رہا ہوں، یہ نہ کہنا کہ عمرؓ چھپ کر بھاگ گیا۔ جس کو اپنی بیوی کو بیوہ کرنا اور بچوں کو یتیم کرنا منظور ہو، تو وہ مجھے اس وادی سے نکل کر روک لے۔" لیکن کسی نے اُن سے مقابلہ کی دعوت قبول نہیں کی۔

اپنے اس محبوب دوست کے بارے میں رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا کہ: "اللہ تعالیٰ نے عمر کی زبان اور اُس کے دل میں حق رکھ دیا ہے۔" آپ نے پھر فرمایا: "اگر میرے بعد کوئی رسول ہوتے تو وہ عمر ہوتے۔" حتیٰ کہ شیطان اور جن بھی اُن سے ڈرتے تھے اور اُس راستے کو چھوڑ دیتے تھے جس راستے سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا گزر ہوتا۔ ہجرت کے بعد آپ رضی اللہ عنہ اکثر غزوات میں اپنے پیارے رسول کے ہم رکاب تھے۔ فتحِ مکہ کے بعد آپ رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عمرہ اور اعتکاف کی درخواست کی۔ جب آپ رضی اللہ عنہ کو اس کی اجازت دے دی گئی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک ایسا جملہ کہا کہ جس کے متعلق حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ: "اس کلمہ کے عوض میں اگر ساری دنیا مجھے مل جائے تو میں خوش نہ ہوں گا۔" وہ جملہ جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے بہترین دوست سے ارشاد فرمایا تھا وہ یہ تھا: "اے میرے بھائی! اپنی دُعا میں ہم کو بھی شریک رکھنا بھول نہ جانا۔"

Marfat.com

سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نفاق اور منافقین سے نفرت کرتے تھے۔ ایک بار ایک منافق اور ایک یہودی میں جھگڑا ہوا۔ دونوں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ یہودی نے کہا کہ "اس کا فیصلہ تو پہلے سے ہو چکا ہے اور یہ ابو القاسم صلی اللہ علیہ وسلم نے دیا ہے لیکن یہ شخص اُسے تسلیم نہیں کرتا، یہی وجہ ہے کہ یہ یہاں آیا ہے۔" جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے یہ سنا تو فرمایا: "یہاں انتظار کرو، میں تمہارا فیصلہ کرتا ہوں۔" آپ رضی اللہ عنہ اپنے گھر گئے اور ایک تلوار لائے اور اُس سے اُسی وقت اُس منافق کی گردن اُڑا دی اور فرمایا کہ: "جو شخص نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے فیصلے سے راضی نہ ہو اُس کا فیصلہ میں اس طرح کرتا ہوں۔"

کئی بار ایسا ہوا تھا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے کہے کی تصدیق اللہ کی وحی نے کر دی تھی، مثلاً: بدر کے قیدیوں کے بارے میں وحی، منافقین کی نمازِ جنازہ، اُمہات المومنین کا پردہ کرنا، مقامِ ابراہیم کو نماز پڑھنے کی جگہ بنانا، شراب کو حرام قرار دینا، یہ چند مثالیں ہیں جن میں وحی حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی موافقت میں نازل ہوئی ہیں۔ حضرت ابُوبکر رضی اللہ عنہ کے دورِ خلافت میں بھی حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی وفاداری، اور کامل اطاعت مثالی تھی۔ اپنے آخری ایام میں حضرت ابُوبکر رضی اللہ عنہ نے ایک خلافت نامہ تحریر کیا اور کہا کہ: "میں نے رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ: 'عمر سے بہتر کسی شخص پر آفتاب نے طلوع نہیں کیا۔' اور فرمایا کہ: "اللہ تعالیٰ سے کہوں گا کہ اے پروردگار، اس وقت جو تیری مخلوق میں سب سے بہتر تھا، اس کو خلیفہ بنا کر آیا ہوں۔"

Marfat.com

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کی خلافت اللہ کی رحمت اور اس کی قدرتِ کاملہ کا مظہر تھی۔ وہ کمالات جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیم و تربیت سے اُن میں پیدا ہوئے تھے، اُن کے دورِ خلافت میں زیادہ نکھر کر ظاہر ہوئے۔ جب آپ رضی اللہ عنہ خلیفہ بنے، تو شروع میں آپکے جلال اور غصے کے خوف سے لوگوں نے اپنے گھروں سے باہر بیٹھنا چھوڑ دیا۔ جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو اس بات کا علم ہوا، تو آپ نے ایک خطبہ دیا جس میں لوگوں کو یقین دلایا کہ: "میرے احکامات صرف ظالم اور بدکار کے لئے ہیں۔"

خلیفہ بن جانے کے بعد آپ رضی اللہ عنہ نے یہ کھلی اجازت دی کہ: "اگر کسی کو مجھ میں کوئی خرابی نظر آئے، تو وہ مجھے کھلے عام بتائے۔" اس کے بعد جب کوئی بھی شخص آ کے آپ پر تنقید کرتا تو آپ رضی اللہ عنہ توجہ سے اُس کی بات سنتے تھے۔ اس قسم کے رویئے کی توقع صرف ایسے شخص سے کی جا سکتی ہے جس کا ہر فعل اس کے اللہ کے لئے ہوتا ہے، جس نے اپنی ذات کی نفی کر دی ہو اور جس کا مقصدِ حیات صرف اللہ کی رضا ہو۔ یہ عاجز خلیفہ جب پہلی بار منبر پر گئے، تو آپ اس سطح پر بیٹھ گئے جس پر حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ اپنے پیر رکھا کرتے تھے۔ جب لوگوں نے پوچھا کہ "آپ اوپر کیوں نہیں بیٹھتے؟" تو آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا "میرے لئے یہ ہی کافی ہے کہ میں اس جگہ پر بیٹھوں جہاں صدیق رضی اللہ عنہ نے اپنے قدم رکھے تھے۔"

آپ رضی اللہ عنہ کا زُہد اور ترکِ دنیا اس قدر تھا کہ آپ اپنا وظیفہ بیت المال

Marfat.com

سے اتنا کم لیتے تھے کہ وہ آپ کے گھر کے اخراجات کیلئے بھی کم ہوتا تھا۔ اگرچہ آپ کی تجارت چل رہی تھی، لیکن آپ بذاتِ خود اس میں حصہ نہیں لیتے تھے۔ اسی وجہ سے اس میں سے کمائی بھی کم تھی۔ کبھی کبھی آپ رضی اللہ عنہ کو اپنی ضروریات کے لئے قرضہ لینا پڑتا تھا اور بسا اوقات یہ ضروریات اُن مہمانوں کے باعث پیش آتی تھیں جو آپ کے پاس آیا کرتے تھے۔ یہ حقیقت میں ہوتے تو سرکاری مہمان، لیکن خلیفہ اُن کی مدارات کے لئے اپنی جیب سے خرچ کیا کرتے تھے۔ آپ رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے کہ: "مجھے بیت المال سے بس اتنا لینا چاہیئے جو معقول طور سے میرے گھرانے کے لئے کافی ہو"۔ جس کے معنی تھے ۲ درہم روزانہ، دو جوڑے لباس پورے سال کے لئے - ایک گرمیوں کے لئے اور دوسرا سردیوں کے لئے- اور سواری سفرِ حج کے لئے۔ تو یہ تھی آپ کی کُل آمدنی بیتُ المال سے۔

اب اس کا مقابلہ آج کے حکمرانوں کی آسائش سے کریں۔

حقیقت میں تو اس کا کوئی مقابلہ ہی نہیں۔ اللہ کے محبوب خلیفہ کا لباس ایسا تھا کہ جو دو جوڑے آپ بیت المال سے لیتے تھے، اگر وہ پھٹے ہوتے تو آپ اُن پر کبھی چمڑے کا اور کبھی ٹاٹ کا پیوند لگاتے۔ حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ: "میں نے ایک بار اُن پیوندوں کو گنا تو وہ ۱۷ تھے"۔

ایک مرتبہ حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ بیت المال کی صفائی کر رہے تھے کہ انہیں ایک درہم پڑا ہوا ملا۔ وہ انہوں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے نواسے کو دے دیا جو قریب ہی کھیل رہا تھا۔ جب خلیفہ نے وہ درہم دیکھا تو بہت پریشان ہوئے

Marfat.com

اور فرمانے لگے: "اے ابوموسیٰ! ہمارے گھر سے زیادہ کوئی گھر تم کو ذلیل معلوم نہ ہوا۔"

آپ رضی اللہ عنہ کی عبادت ایسی تھی کہ نماز اور جماعت کا بڑا اہتمام کیا جاتا تھا۔ اگر آپ کسی وقت کسی کو نماز میں شریک نہ دیکھتے تو اس سے باز پرس کرتے۔ جب ایک بار آپ نے سلیمان بن ابوحشمہ رضی اللہ عنہ کو فجر کی نماز میں نہیں دیکھا تو اُنکے بارے میں دریافت کیا اور اُن کے گھر انہیں دیکھنے گئے۔ آپ رضی اللہ عنہ کو معلوم ہوا کہ وہ تہجد پڑھتے تھک گئے تھے، اس لئے انہوں نے فجر کی نماز گھر میں ہی پڑھی تھی۔ اس پر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: "مجھے فجر کی جماعت نمازِ تہجد سے زیادہ محبوب ہے۔"

ایک مرتبہ جب آپ رضی اللہ عنہ زخمی تھے، تو کسی نے کہا: "امیر المؤمنین! نمازِ فجر قضا ہونیوالی ہے۔" آپ رضی اللہ عنہ اس وقت نیم بے ہوشی کی حالت میں تھے، لیکن آپ نے اپنی آنکھیں کھولیں اور فرمایا: "جلدی کرو، مجھے نماز پڑھنے دو۔ جو اپنی نماز کو بھول جاتے ہیں اُن کا اسلام میں کوئی حصہ نہیں ہے۔" آپ رضی اللہ عنہ کو تہجد پسند تھی اور آپ اپنے پورے گھرانے کو اس کے لئے جگاتے تھے۔ آپ رضی اللہ عنہ کے دور میں نمازِ تراویح کو وسعت ملی۔ اس کے بارے میں حضرت علی کرم اللہ وجہہ فرمایا کرتے تھے: "یا اللہ! اس کی قبر کو روشن رکھ جس نے ہماری مسجدوں کو روشن کیا۔"

آپ رضی اللہ عنہ کے دل میں خوفِ خدا اتنا تھا کہ ایک مرتبہ سُورۂ شمس کی تلاوت کے دوران جب آپ نے ایک آیت پڑھی تو بے ہوش ہو گئے اور کئی روز تک لوگ آپ کی عیادت کو آتے رہے۔ ایک روز آپ رضی اللہ عنہ نے گھاس

Marfat.com

کا ایک تنکا اُٹھایا اور فرمایا: "کاش میں یہ تنکا ہوتا، کاش میں پیدا نہ ہوتا۔"

حضرت عمرؓ کو ایک مجوسی کافر ابُو لُولُو نے شہید کیا جو حضرت مغیرہ رضی اللہ عنہ کا غلام تھا۔ وہ مسجد کے محراب میں چُھپا ہوا تھا جہاں سے اس نے اپنے زہر آلود خنجر سے خلیفہ پر وار کیا۔ اس طرح اللہ کے محبوب اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بہترین صحابی اپنے اللہ سے جا ملے اِسی ہمت اور شجاعت کے ساتھ جو اُنکی زندگی کا خاصہ تھیں۔

اے اُمتِ محمدی! یہ صراطِ مستقیم پر چلنے والے لوگوں کی بہترین مثال ہے کہ وہ اپنے عرصۂ حیات میں کس طرح تھے اور انکا کردار کیسا تھا۔ یہ رسُول صلی اللہ علیہ وسلم کی اُمت کے ہر ایک فرد کے لئے ایک سبق ہے اگر وہ یہ دیکھنا چاہتے ہیں کہ نہایت اعلیٰ لوگ اپنی زندگیاں کس طرح بسر کرتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ اُمتِ محمدؐی کی طرف حضرت عمر رضی اللہ عنہ جیسے مزید مردانِ حق کو بھیجے تاکہ وہ اسے اس کا اصل مقام دلا دیں۔

آمین

Marfat.com

حضرتِ بابا فریدُالدین گنج شکر رحمۃ اللہ علیہ

شروع اللہ کے بابرکت نام سے جس کے لئے تمام حمدِ کثیرہ ہیں اور جس کیلئے جملہ دائمی تعریفیں ہیں، اور جسکی طرف سے دُنیا کی تمام خوبصورتیاں ہیں۔ وہی ربّ ہے اور اُن تمام پیدا کی گئی چیزوں کا مالک ہے۔

درود وسلام محبوبِ ربّ پر، اُس مہربان دل اور مہربان آنکھوں پر، اُن پر جن کی زبان ہمیشہ مہربانہ الفاظ سے تر رہتی تھی۔ بے شک اُن کی رحم دلی تمام کائناتوں پر محیط ہے۔

ھو

سلام، رحمت اور برکتیں ہوں آپ سب پر اور آپ کے گھرانوں پر۔ سلامتی ہو اُن سب پر جن کے دلوں میں عشق کا شعلہ روشن ہے اور ہر روز یہ شعلہ انہیں اللہ کی حسین راہوں سے آشنا کرتا ہے۔

عشق کی کئی تعریفیں ہیں عشق کے معنی محبّت ہے، ایک شدید قسم کی محبت۔ یہ شدّت اس قدر زیادہ ہے کہ آپ کا اپنا وجود ختم ہوتا ہے اور صرف محبوب کا وجود باقی رہتا ہے۔ ایک سچا عاشق اپنے لئے دنیا کی کوئی چیز نہیں رکھتا۔ اس کے لئے دنیا بے معنی ہے۔ اُس کی نظر میں اس کے گھرانے کی کوئی اہمیت نہیں۔ اس کی اپنی ذات کی کوئی اہمیت نہیں۔ اُس کی نگاہ میں جس چیز کی اہمیت ہے

Marfat.com

وہ صرف معشوق کا دل ہے اور بس یہی ہے۔ باقی سب کچھ اُس کیلئے وجود نہیں رکھتا۔
حضرت شاہ عبداللطیف بھٹائی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ :

میں نے دیکھا ہے اَے میرے قابیل
تو نے تیکھی نظر سے تیر چلائے
دوسرے تیر کی ضرورت کیا
وار پہلا ہی جب نہ خالی جائے

یہ ہے صورتِ حال تمام عاشقین کی۔ کچھ تو فقط اپنا دل پیش کرتے ہیں اور اللہ اُن کی باقی چیزیں اُن کے پاس ہی رہنے دیتا ہے۔ کچھ دل کے ساتھ اپنی زندگی تک پیش کرتے ہیں، لیکن پھر بھی باقی اپنے ہی پاس رکھتے ہیں۔ مگر کچھ ایسے بھی ہیں جو نہ صرف اپنا دل، اپنی زندگی، اپنی دولت، اپنے گھرانے، حتیٰ کہ اپنے معصوم بچے اور اولاد کو بھی پیش کرتے ہیں۔ وہ یہ سب کچھ آنکھ جھپکائے بغیر دے دیتے ہیں۔ صرف اپنے معشوق کے لئے، اپنے اللہ کے لئے۔ دُنیا کے تمام مسلمان اپنے نئے اسلامی سال میں داخل ہوتے ہیں یہ لازوال داستان یاد کرتے، یعنی داستانِ عشقِ حُسین جس نے ماہ محرم کو رنج والم کا مہینہ بنایا ہے لیکن ساتھ ہی فتح کا مہینہ بنادیا ہے، یعنی اَشکوں کے ساتھ فخر کرنے کا مہینہ، فخر آپ کے پیارے رسُول صلی اللہ علیہ وسلم کے اہلِ بیت کی قربانی پر۔

آپ کو بھلا کس جگہ شجاعت اور بے خوفی کی ایسی مثال مل سکتی ہے۔ نئے سال کے آغاز کرنے کا کتنا خوبصورت طریقہ ہے۔ اللہ کی طرف سے مبارک

Marfat.com

ہو سال ۱۴۳۳ ہجری کا آغاز۔ یہ مہینہ اللہ کے ولیوں کی خوبصورتیوں کا بھی مہینہ ہے، خاص طور سے پاک پتن شریف کے عظیم چشتی ولی، بابا فرید الدین گنج شکرؒ کا، جن کی مٹھاس سالہاسال سے اُسی طرح شیریں اور خوشبودار ہے جس طرح آپ رحمۃ اللہ علیہ کی دنیاوی زندگی کے وقت تھی۔ یہ مٹھاس آپ رحمۃ اللہ علیہ میں اللہ کے فضل سے کم عُمری ہی میں ظاہر تھی۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کا نام شکر محض ایک اتفاق نہیں تھا۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کے بچپن کے حالات سے ظاہر ہوتا ہے کہ اللہ نے شروع سے ہی آپ کی زبان، آپ کے دل اور آپ کے پورے وجود میں شیرنی بھر دی تھی۔

آپ رحمۃ اللہ علیہ کو بچپن میں میٹھی چیزوں کا شوق تھا تو آپ کی والدہ نے اس چیز سے فائدہ اُٹھاتے ہُوئے آپ میں بچپن سے ہی نماز کی عادت ڈال دی۔ انہوں نے اپنے نُور العین سے کہا: "اے فرزند! جو شخص صبح کی نماز سویرے ادا کرتا ہے حق تعالیٰ اُسے شکر عنایت فرماتا ہے۔" پھر اُن کی یہ عادت ہو گئی کہ وہ بڑی خاموشی سے شکر کی ایک پڑیا آپ رحمۃ اللہ علیہ کی جائے نماز کے نیچے رکھ دیتی تھیں۔ نماز کے بعد کم عمر فرید اپنے مصلّے کے نیچے سے شکر کی پڑیا لے لیتے تھے۔ یہ سلسلہ اُس وقت تک جاری رہا جب تک کہ آپ ۱۲ سال کی عمر کو نہ پہنچے۔ اس وقت آپ کی والدہ نے سوچا کہ اب اُن کا بیٹا بڑا ہو گیا ہے، اس لئے انہیں مزید شکر رکھنے کی ضرورت نہیں، اور انہوں نے شکر رکھنا بند کر دیا۔ لیکن ہوا یہ کہ بابا فریدؒ کے مصلّے کے نیچے شکر کی پڑیا برابر موجود رہتی تھی۔ ایک دن بابا فرید رحمۃ اللہ علیہ کی والدہ

Marfat.com

نے اُن سے پوچھا آیا انہوں نے نماز پڑھ لی ہے۔ بابا فرید رحمۃ اللہ علیہ نے جواب دیا:

"جی ہاں اور وہ شکر بھی کھالی جو میرے مصلّے کے نیچے رکھی تھی۔"

یہ سُن کر اُن کی والدہ حیران ہوئیں اور پھر انہیں احساس ہوا کہ یہ اللہ ہے جو ابھی تک اپنا تحفہ کم عمر ولی پر نچھاور کر رہا ہے۔ ایک اور بھی واقعہ ہے جس میں اللہ نے اپنے اس مُحبّ کو پھر سے شیرینی کا تحفہ عطا فرمایا۔ یہ اُس وقت کی بات ہے کہ جب آپ رحمۃ اللہ علیہ اپنے شیخ، خواجہ قطب الدین بختیار کاکی رحمۃ اللہ علیہ کے زیر تربیت تھے۔ ایک دن آپ رحمۃ اللہ علیہ اپنے شیخ سے ملنے گئے۔ لیکن بدقسمتی سے اُس دن برساتی موسم تھا اور آپ نے پچھلے چند دنوں سے کچھ کھایا پیا نہیں تھا، تو اُسی کمزوری کی وجہ سے آپ کیچڑ میں پھسل کر نیچے گر پڑے۔ گرنے کے باعث کچھ کیچڑ آپ کے منہ میں چلا گیا۔ لیکن حیران کن طریقے سے وہ کیچڑ شکر میں تبدیل ہو گیا۔ جب باباصاحب نے اپنے مرشد سے یہ واقعہ بیان فرمایا تو مرشد نے جواب دیا: "اے فرید! تھوڑی مٹّی تمہارے دہن میں پہنچ کر شکر ہوگئی، کیا تعجب ہے کہ قادرِ ذوالجلال نے تیرے جسم کو گنجِ شکر کیا ہو، اور وہ اپنے فضل سے تجھے شیریں رکھے گا۔"

یہ وہی وقت تھا جب آپ گنجِ شکر کے نام سے مشہور ہوئے۔ اللہ کے اولیاء وہ ہیں جن کو خاص مقاصد کے لئے پیدا کیا جاتا ہے، یعنی اپنے اللہ کے کام کے لئے۔ اِن خاص لوگوں کی خاص قسم کی زندگیاں ہوتی ہیں۔ فقط بصیرت والی آنکھیں ہی ایسے ولی کو پہچان سکتی ہیں۔ اگر دنیا اُن کی صِفات سے بے خبر بھی ہو تب بھی اِن اولیاء کو اکثر روحانیت کے راستے والے لوگ پہچان پاتے ہیں۔

Marfat.com

یہی بابا فرید رحمۃ اللہ علیہ اور آپ کے مُرشد کے ساتھ بھی ہوا جب آپ پہلی بار ملے۔

بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی ابتدائی تعلیم اپنے گھر سے حاصل کی تھی، اور آپ نے ۱۲ سال کی عمر میں قرآن حفظ کیا۔ جب آپ کی عمر ۱۵ سال کی ہوئی تو آپ ملتان تشریف لے گئے اور وہاں فقہ کی مشہور کتاب "نافع" پڑھی۔ وہاں سے آپ علومِ دنیا حاصل کرنے قندھار تشریف لے گئے۔ بابا فرید رحمۃ اللہ علیہ کی ان کے مرشد سے ملاقات کا واقعہ اُس وقت پیش آیا جب آپ رحمۃ اللہ علیہ "نافع" کی تعلیم مولانا منہاج الدین ترمذی رحمۃ اللہ علیہ سے لے رہے تھے۔ ایک دن آپ رحمۃ اللہ علیہ ایک مسجد میں بیٹھے اپنی مخصوص کتاب پڑھ رہے تھے جب قطبُ الاقطاب، حضرت قطبُ الدین بختیار کاکی رحمۃ اللہ علیہ بھی اُس مسجد میں داخل ہوئے۔ جب آپ رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی نماز پڑھ لی تو آپ کی نظر ایک نوجوان پر پڑی جو ایک کتاب کے مطالعے میں مصروف تھے۔ بابا فرید رحمۃ اللہ علیہ کی پیشانی پر موجود ستارۂ ولایت اس عظیم قطب کی نگاہِ بصیرت سے چُھپ نہ سکا۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ آہستہ آہستہ نوجوان کی طرف بڑھے اور اُن سے پُوچھا کہ وہ کیا پڑھ رہے ہیں ؟ بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے جواب دیا : کتاب "نافع"۔ یہ سن کر حضرت قطبُ الدین رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا : "تم جانتے ہو کہ نافع سے تمہیں ، نفع ہوگا ؟" اُس وقت حضرت قطب الدین رحمۃ اللہ علیہ کی آنکھوں کی مقناطیسی کشش اور اُن کے دل کے "نور" تھے جس نے فوراً بابا فرید رحمۃ اللہ علیہ کے دل پر غلبہ پا لیا۔ اُسی وقت نوجوان وَلی نے جواب دیا : "مجھے تو حضرت کی قدم بوسی سے نفع ہوگا"۔ اور پھر آپ رحمۃ اللہ علیہ اُٹھے اور اپنا سر حضرت قطب الدین رحؒ

Marfat.com

کے قدموں پر جُھکا لیا۔ یہ دل سے دل ملنے کا وقت تھا۔ حضرت خواجہ قطب الدینؒ سے بیعت ہوتے وقت بابا فرید رحمۃ اللہ علیہ کی عمر صرف ۱۵ سال تھی۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کے مُرشد نے کچھ عرصہ ملتان میں قیام کیا اور پھر دہلی کے لئے روانہ ہوئے۔ بابا صاحبؒ آپ رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ جانا چاہتے تھے لیکن اُن کے شیخ نے انہیں اجازت نہ دی اور اُن سے کہا کہ وہ اپنی تعلیم جاری رکھیں۔

سال ۵۹۵ھ ہجری کو، اپنی تعلیم مکمل کرنے کے بعد، بابا فرید رحمۃ اللہ علیہ دہلی میں آپہنچے، اور وہاں غازی دروازے کے قریب قیام فرمایا۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کے مُرشد نے آپ کو خرقۂ خلافت، اپنا خصوصی مصلّٰی اور عصا رعطا کرتے ہُوئے فرمایا: "میں تمہاری امانت، یعنی دستار اور نعلین، جو کہ مجھے پیرانِ چشت سے پہنچے ہیں، حمید ناگوری کے سُپرد کردوں گا اور جب تم پانچویں روز (وفات) ہانسی میں میری قبر پر آؤ گے، وہ یہ امانت تم کو پہنچا دیں گے۔"

کچھ عرصے بعد آپ نے اپنے شیخ سے اجازت لی اور ہانسی کے لئے روانہ ہو گئے۔ وہاں چند ہی دنوں میں بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو اپنے مرشد کے وصال کی اَلم ناک خبر ملی۔ جب آپ رحمۃ اللہ علیہ اپنے مرشد کی قبر مبارک پر گئے تو پانچویں روز آپ کو مرشد کی وہ نعمتیں عطا ہوئیں جن کا وعدہ کیا گیا تھا۔ یہ بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے لئے بڑا سخت وقت تھا۔ بابا فرید رحمۃ اللہ علیہ کو فقر و فاقہ سے محبت تھی اور آپ کی ریاضت اور تقوے نے آپ کے چہرے پر ایک دل کش سکون طاری کر دیا تھا۔ اور جو بھی آپ کے رُخِ انور پر انوارِ الٰہی کو دیکھتا، وہ آپ کی چوکھٹ نہیں چھوڑتا۔

Marfat.com

اسی طرح جب آپ رحمۃ اللہ علیہ کہیں بھی جاتے، ایک خلقت آپ کے ہمراہ چلتی۔ بابا فرید رحمۃ اللہ علیہ تنہائی پسند کرتے تھے، اسی لئے ایک جگہ سے دوسری جگہ جاتے، لیکن ہر جگہ یہی ہوتا۔ آخر میں کسی نے اجودھن جانے کا مشورہ دیا (جسے آج کل پاک پتن شریف کہتے ہیں) اور کہا کہ: "وہاں کے لوگ منکرِ درویش ہیں اور سخت دل اور بدمزاج ہیں"۔ اُس شخص کا خیال تھا کہ باباصاحب رحمۃ اللہ علیہ کی وہاں موجودگی لوگوں کے دِلوں کو تبدیل کردے گی۔ تو اس طرح باباصاحب رحمۃ اللہ علیہ اجودھن پہنچے۔ وہاں کے لوگوں نے حسب توقع اس وَلی کا احترام نہیں کیا۔ اس کے برعکس آپ کے ساتھ بُرا برتاؤ کرنا شروع کیا۔ اس پہ باباصاحب رحمۃ اللہ علیہ شہر سے باہر جا کے مضافات میں ایک جنگل کے قریب رُکنے لگے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ فاقے پر فاقہ کیا کرتے تھے اور بہت تکلیفیں برداشت کرتے تھے۔ اس گمنام شہر اجودھن کی قسمت کو بدلنے کا یہ اللہ کا انداز تھا۔

یہ اللہ ہی ہے جو عزت دیتا ہے اور اُسے واپس بھی لے سکتا ہے۔ یہ اللہ ہی ہے جو ایک لمحے میں آبادیوں کو برباد کرسکتا ہے، یا کسی ویرانہ کو اپنے حکم سے آبادی میں بدل سکتا ہے۔ یہ اللہ واحد ہی ہے جو جانتا ہے کہ اُس کے منصوبے کس طرح ظاہر ہوتے ہیں۔ اجودھن، جو اسقدر گمنام تھا کہ مشکل سے کوئی اس کا نام جانتا تھا، اتنا مشہور شہر بن گیا کہ اُس کا نام اس دنیا کے خاتمے تک باقی رہے گا۔ اس کی وجہ صرف یہ ہے کہ ایک وَلی نے اپنے وجود سے اس کو شرف بخشا تھا۔ جب اللہ کا "نور" ہر شے کو منور کرسکتا ہے، تو پھر یہ بنجر دلوں کی آبیاری

Marfat.com

کیوں نہیں کر سکتا۔ یہ ایسے لوگوں کی تقدیر کیوں نہیں بدل سکتا جو گناہوں کی دَلدل میں دھنسے ہوئے تھے؟ بس ایک نگاہِ درویش سے ان لوگوں کی دُنیا ہی بدل گئی اور ان کے سینوں کی تاریکی "نورِ ہدایت" سے بدل گئی۔

بابا فرید رحمۃ اللہ علیہ اَب تک وہی درویشانہ زندگی بسر کر رہے تھے، آپ بس ایک ہی روٹی پر یا اُس کے ساتھ "پیلو" یا کسی ایسے ہی درویشی کھانے پر گزارا کرتے تھے۔ ایسا نہیں کہ وہاں اللہ کی نعمتوں کا فقدان تھا۔ وقت گزرنے کیساتھ لوگوں کو بابا فرید رحمۃ اللہ علیہ کی دعا کی رحمت کا احساس ہوا اور انہوں نے آپ رحمۃ اللہ علیہ کے پاس آنا شروع کیا۔ لیکن بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ مخلوق سے دور رہنے کو ترجیح دیتے تھے اور آپ نے دشت بیابان کو مُسکن بنایا۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کا دروازہ غریبوں کی ضروریات کے لئے ہر وقت کھُلا رہتا تھا۔ یہ صرف آدھی رات کے بعد بند ہوتا تھا۔ اگرچہ آپکی خانقاہ میں اللہ کی نعمتیں ہر وقت موجود رہتی تھیں، لیکن یہ سب صرف ضرورت مندوں میں تقسیم کے لئے تھیں۔ بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے پاس ایک چارپائی تھی، جو گھاس کے سخت پتوں سے بُنی ہوئی تھی۔ اور وہ کملی جو آپ رحمۃ اللہ علیہ دن کے وقت اپنے کاندھوں پر ڈالے رکھتے تھے اور رات کو کمبل کے طور پر استعمال کرتے تھے، لیکن اس کی لمبائی اتنی کم تھی کہ بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے پیر بغیر ڈھانپے رہ جاتے تھے۔

آپ رحمۃ اللہ علیہ کے پاس ایک عصا تھی، جو آپ کے مرشد حضرت بختیار کاکیؒ کی تھی، جسے آپ رحمۃ اللہ علیہ ہمیشہ اپنی چارپائی کے قریب رکھا کرتے تھے اور جس پر آپؒ

Marfat.com

کبھی کبھی اپنے ہاتھ رکھ کر بڑے پیار سے چومتے تھے۔ بابا فرید رحمۃ اللہ علیہ کے آخری ایام افلاس اور تنگ دستی میں گزرے کبھی کبھی آپ کے خادم آپ سے کہتے: "حضور! آج آپ کے بچوں میں سے ایک کا فاقہ ہے"۔ یا: "آپکی ایک بیٹی ۲ دِنوں سے فاقہ کش ہے"۔ لیکن بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ اتنے گہرے استغراق میں ہوتے کہ کبھی اس حرمِ محترم پر توجّہ ہی نہیں دے پاتے تھے۔ ایک دن آپ کا حرمِ محترم آکے کہنے لگا: "حضور! آج یہ بچّہ بھوک سے مرنے والا ہے"۔ یہ سن کر بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے جواب دیا: "خدا کا بندہ مسعود کیا کر سکتا ہے۔ اگر تقدیرِ الٰہی اس کے سر آدھمکی اور وہ (بچّہ) اس جہاں سے سفر کرتا ہے تو اُس کے پاؤں ایک مضبوط رسّی باندھ کر ڈال دے اور چلی آ"۔

یہ ایک مثال تھی کہ کس طرح اللہ کا ایک وَلی ہر چیز سے بے نیاز ہوتا ہے۔ اُس کے لئے اس کی دنیا فنا، اُس کی ذات فنا، بس محبوب کا وجود باقی۔ جب بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اپنا مجاہدہ شروع کیا تو آپ کے مرشد نے آپ کو تائی روزوں کی ہدایت فرمائی۔ صُوفی عام طور سے اِسی قسم کے روزے رکھتے ہیں، جس میں وہ روزے کو اُس وقت تک مسلسل جاری رکھتے ہیں جب تک انہیں غیب سے کچھ نہیں ملتا۔ یہ ایک مشہور واقعہ ہے کہ بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے ۳ دن تک بغیر وقفے کے متواتر روزے رکھے کیونکہ آپکو کوئی افطاری نہیں ملی۔ لیکن تیسرے دن ایک شخص نے آپ کو کچھ روٹی پیش کی۔ بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے سمجھا کہ یہ اُن کے لئے غیب سے آیا ہوا رزق ہے، اس لئے آپ نے اس سے افطاری کی۔ لیکن چند منٹ نہ

Marfat.com

گزرے ہوں گے کہ آپ نے قے کی۔ جب آپ رحمۃ اللہ علیہ نے اس کا ذکر اپنے مُرشد سے کیا تو انہوں نے وضاحت فرمائی کہ "یہ روٹی کسی شرابی کی طرف سے تھی۔ یہ اللہ کا کرم ہے کہ اس قسم کی روٹی آپ کے جسم میں ٹھہر نہ سکی۔ اَب جائیں اور ۳ دن کے روزے دوبارہ رکھیں اور جو کچھ بھی آپ کو غیب سے ملے اُسے لے لیں اور اُس سے افطار کریں"۔ ۳ دن کے روزے کے بعد بھی بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو غیب سے کچھ نہ ملا۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کی کمزوری اتنی بڑھی کہ بے قراری کے باعث آپ فرش پر لیٹ گئے اور کچھ کنکر اُٹھا کر منہ میں رکھ لئے اور وہ کنکر شکر میں تبدیل ہو گئے۔ کسی نے سچ کہا ہے کہ:

سنگ در دست تو گوھر گردد

تیرے ہاتھ میں پتھر موتی بن جاتے ہیں

زہر در کام تو شکر گردد

اور تیرے منہ میں زہر شکر ہو جاتی ہے

بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا چلّہ معکوس بھی ایک عجیب مجاہدہ تھا۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے ۴۰ دن اور ۴۰ راتیں مسلسل پیروں میں رسّی باندھے کنوئیں میں اُلٹا لٹک کر اللہ کی عبادت کی۔ امیر حسن فرماتے ہیں کہ:

ہر دل کہ در دمِہرِ تو آویختہ شد

آویختہ شد عاقبت از کنگرۂ عشق

(جس دل میں تیری محبت کا تعلق پیدا ہوا، انجام کار یہ کنگرۂ عشق سے لٹکایا گیا۔)

Marfat.com

اس دُنیا میں موجود اللہ کے خوبصورت دل بڑے صبر سے زندگی بسر کرتے ہیں۔ اُن کی نسبت اللہ سے ہے اور وہ اپنے اللہ کے ہمراہ رہتے ہیں، لیکن پھر بھی اُن کا مسکن دنیا ہے۔ وہ صبر کرتے ہیں کیونکہ وہ جانتے ہیں کہ معشوق کا حکم ہر چیز پر مقدم ہے۔ لیکن جب بے قراری ناقابلِ برداشت ہو جاتی ہے تو حق کو بھی یہ جدائی اچھی نہیں لگتی۔ بابا فرید رحمۃ اللہ علیہ کے آخری ایام کے بارے میں حضرت نظام الدین اولیاء رحمۃ اللہ علیہ بیان فرماتے ہیں کہ: "جب شیخ فرید الدین مسعود گنج شکر رحمۃ اللہ علیہ کا مرض الموت شروع ہوا تو آپ رحمۃ اللہ علیہ نے مجھے اپنا خرقہ حوالے فرما کر شوال کے مہینے میں دہلی کی طرف روانہ کیا۔ جب میں دہلی پہنچا تو مجھے معلوم ہوا کہ میرے مُرشد کے مرض میں اضافہ ہوا ہے اور ایک رات عشاء کے بعد آپ پر بے ہوشی طاری ہوئی۔ کچھ دیر بعد جب ہوش میں آئے تو مولانا بدرالدّین اسحاق سے پوچھا: "کیا میں نے عشاء پڑھ لی؟" "جی ہاں"! مولانا نے جواب دیا۔ لیکن پھر بھی بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے دوبارہ نماز پڑھی۔ اس طرح آپ نے اُس رات ۳ بار نماز پڑھی۔

پھر آپ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: "مولانا نظام الدّین دہلی میں ہیں۔ میں بھی اپنے مرشد خواجہ قطب الدّین کے زمانے میں ہانسی میں تھا۔" پھر آپ رحمۃ اللہ علیہ نے نہایت آہستگی سے مولانا بدرالدّین سے فرمایا: "میری موت کے بعد وہ جامعہ (لباس) جو خواجہ قطب الدّین ؒ نے مجھے عطا فرمایا تھا اُسے خواجہ نظام الدّین کے سُپرد کر دینا۔" اس کے بعد آپ نے ایک دوگانہ ادا کیا اور پھر سجدے میں گئے، اور عین اُسی حالت میں اپنے ربّ سے جا ملے۔ یہ ۵ محرم ۶۶۴ھ ہجری کا دن تھا

Marfat.com

آپ رحمۃ اللہ علیہ کی عمر شریف اس وقت ۹۵ برس تھی۔

اے اُمتِ محمدی! داستانِ عشق کبھی ختم نہیں ہوتی۔ یہ بس جاری ہی رہنی ہے، ایک عشق سے دوسرے عشق تک۔ یہ بس یونہی چلتی رہتی ہے۔ یہ رُک بھی کیسے سکتی ہے؟ عشق کو تو دوام حاصل ہے تو پھر کیا داستانِ عشق بھی دائمی نہ ہو؟

گل گلزار انورِ معانی
دُرِ دریائے گنج لامکانی
مئے وحدت زجام عشق خورد
قدیم در عالم لاہوت بُردہ
بملک فقر شہنشاہِ مقصود
فرید الدین ملت شیخ مسعود
حق فرید، یا فرید۔

اللہ کی رحمتیں ہم سب پر قائم دائم رہیں۔

آمین

Marfat.com

"عاشورہ"

شروع اللہ کے بابرکت نام سے جو اَلعَادِلُ ہے؛ جو اَلکَبِیرُ ہے؛ جس کے منصوبے اُس وقت تک کسی کو نہیں معلوم ہوتے جب تک کہ وہ خود انہیں ظاہر نہ کرے۔ وہ مالک ہے ہر ایک روح اور ہر ایک مخلوق کا جو کبھی بھی پیدا کی گئی ہو۔

دُرود و سلام اُن پر جنہوں نے اپنی زندگی دو چیزوں کو بڑی مضبوطی سے تھام کر گزاری: ایک صبر اور دوسرا شُکر؛ اُن پر جو اللہ کے محبُوب ہیں اور جن کا دِل اللہ کو بہت ہی پیارا ہے۔

سَلام، رحمت اور برکتیں آپ سب کے لئے اور آپ کے پیاروں کے لئے۔ سلامتی ہو اُن سب اشکوں کے لئے جو ذکرِ حُسین میں بہتے ہیں، اور سلامتی ہو اُن سب دلوں کے لئے جو غمِ حُسین اور غمِ کربلا میں لہولہان ہوتے ہیں۔

قرآنِ پاک میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: "آپ انہیں فرمائیں کون ہے جو اختیار رکھتا ہے اللہ کے مقابلے میں کسی چیز کا، اگر ارادہ فرمائے تمہارے لئے کسی ضَرَر کا، یا ارادہ فرمائے تمہارے لئے کسی نفع کا۔ بلکہ اللہ تعالیٰ، جو کچھ تم

Marfat.com

کر رہے ہو، اُس سے پُوری طرح باخبر ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ تم نے خیال کر لیا تھا کہ اب ہرگز لوٹ کر نہ آئے گا۔ یہ پیغمبر اور ایمان والے اپنے اہلِ خانہ کی طرف کبھی اور بڑا خوش نما لگتا تھا یہ ظن تمہارے دلوں کو اور تم طرح طرح کے بُرے خیالوں میں میں مگن رہے۔ اس وجہ سے تم برباد ہونے والی قوم بن گئے۔"

بھلا کون ہے جو اللہ کے بنائے ہوئے منصوبے میں رکاوٹ ڈال سکتا ہے؟ اُس کے منصوبے تو ایسے ہیں کہ جب وہ کہتا ہے "کُن" تو وہ ہو جاتے ہیں۔ اور اس میں کوئی شک نہیں کہ اُس کے منصوبے بہترین ہیں۔ ہزاروں سال پہلے ایک اور قسم کا منصوبہ تیار کیا گیا تھا، لیکن یہ منصوبہ ایک نہایت ہی شاطر اور فسادی مخلوق نے تیار کیا تھا جو ہر وقت نئے جال بُن رہا ہے تاکہ وہ اپنے بدلے لینے کی پیاس کو بجھا سکے، یعنی بنی آدم سے بدلہ، اپنی ذلت و رسوائی کا بدلہ۔ یہ ہے وہ منصوبہ جو اُس محرم کے دن کے لئے بنایا گیا تھا، ایک نہایت کمزور منصوبہ جسے نہایت ہی احتیاط سے بنایا گیا تھا، ایک منصوبہ جو اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور اُن کے اہلِ بیت کے خلاف تھا، ایک منصوبہ جو اس زمین سے سادات کو مٹانے کا منصوبہ تھا تاکہ آنے والی نسلیں اُن کو بھول جائیں۔ جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی نسل باقی نہیں رہے گی، تو یقیناً کوئی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یاد نہیں کرے گا۔ اور جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو کوئی یاد کرنے والا نہ ہو گا تو پھر یقیناً کوئی اُن کے اللہ کو جاننے والا نہ رہے گا۔ یہ تھا وہ شیطانی منصوبہ، احتیاط سے سوچا گیا، اور احتیاط سے بنایا گیا اور پھر احتیاط سے عمل درآمد کیا ہوا۔ وہ کیا کیا بدنیتیں تھیں، کیا کیا نفرتیں اور غصے تھے اُس بدلہ لینے

Marfat.com

والے دل میں بنی آدم کے خلاف۔

یہ بدلہ دراصل اُن عظیم ہستی کے خلاف تھا جو تمام جہانوں میں کامل (مکمل ترین) انسان ہیں لیکن کیا کوئی ہے ایسا جو اللہ کا مقابلہ کرسکے اور اُن کو نقصان پہنچا سکے جن کی نسبت اللہ سے ہے! ہے کوئی ایسا جو اُن کے ذکر کو بند کرسکے جن کے ذکر کو اللہ نے بلند فرمایا ہو اور بے شک یہ ذکر ابد تک بلند ہی رہے گا۔ ایسی کوئی ہستی اَب کبھی نہیں آئیگی جن کا ذکر، جن کا رُتبہ اور درجہ کبھی بھی اتنا بلند ہوگا جتنا کہ اللہ کے محبوب رسُول صلی اللہ علیہ وسلم کا ہے۔ شیطان نے جھوٹی اُمیدوں کے سہارے اپنی بُری نیت کے ساتھ کربلا کی سازش اس خیال سے تیار کی تھی کہ اس سے اللہ کے نظام کا خاتمہ ہو گا، اُس کے نام کا خاتمہ ہو گا اور اُس کے چاہنے والوں کے ناموں کا خاتمہ ہو گا۔ اس منصوبے پر باریک بینی سے غور کیا گیا تھا۔ اس پر عملدرآمد نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے دن سے شروع ہوا تھا۔

ہر نئے خلیفہ کے لئے نئی مشکلات پیدا کی گئیں۔ کبھی زکواۃ کے نظام کے خلاف بغاوتیں ہوئیں اور کبھی خوارج کی سرکشی تھی۔ تاج وتخت کی حرص کمزور دِلوں کو زہر آلود کر رہی تھی جو رفتہ رفتہ اسلام کی روح کو فراموش کرتے جا رہے تھے۔ پہلے تو یہ چند لوگ تھے، لیکن پھر قیصر و کسرہ کے محلات کی شان وشوکت اور چمک دمک منافقین کے دلوں میں جا گھسیں، اور وہ چند لوگ کثیر تعداد میں بدل گئے؛ انہوں نے بڑی آسانی سے اپنے رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے تقویٰ کو بھلا دیا اور بڑی آسانی سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے کئی کئی دنوں کے فاقوں کو، اور مختصر دنیاوی اثاثے کو بھُلا دیا۔

Marfat.com

یہ ہی وجہ ہے کہ منافقین نے مسلمانوں کی خلافت کو چھیننے کے لئے کئی سازشیں تیار کیں مگر ان تمام منصوبوں میں شیطان کو سب سے بڑی رکاوٹ اہل بیت کی کی موجودگی کی صورت میں نظر آئی۔

اس لئے اس نے نہایت خاموشی سے اُن کے خلاف جال بُننا شروع کیا اور اپنی شیطانی حکمتِ عملی کے ذریعے چاروں خلفاء کو شہید کروایا۔ اِس طرح اسلام کے خلاف سازش بڑھنی شروع ہوئی، جس میں تیزی اور شدّت حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی شہادت سے آنی شروع ہوئی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی آنکھوں نے، جو غیب کو دیکھ سکتی تھیں، پہلے سے یہ پیش گوئی کی تھی کہ "اسلام کی چکّی کو پورے ۳۵ سال بعد پھیر لیا جائے گا۔ اللہ کی تلوار اُس وقت تک نیام میں رہے گی جب تک کہ عثمان زندہ ہیں، لیکن جب انہیں شہید کیا جائے گا تو وہ تلوار میان سے (ایسے) باہر آئے گی کہ پھر قیامت تک میان میں واپس نہ جائے گی۔"

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ، حضرت علی کرم اللہ وجہہ اور حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ کی شہادتوں کے بعد مسلمانوں کی خلافت ملوکیت میں تبدیل ہوگئی۔ اِسکی بنیاد یزید کی تقرری اُس کے والد کی طرف سے کئے جانے سے بڑھی جس سے اسلامی چکّی کو پھیرے جانے کے عمل میں تیزی آگئی، جسکی پیش گوئی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمائی تھی۔ یزید بن معاویہ ایک عیاش اور مکمل غافل شخص تھا جس کے مشاغل شراب، عورتیں اور عیش و نشا تھا۔ وہ خلفاءِ مسلمین کی مکمل ضد تھا۔ وہ خلافت کے چہرے پہ بدنما داغ تھا۔ ابلیس کا خیال تھا کہ اُس نے اچھا منصوبہ بنایا ہے، منصوبے کا پہلا حصہ اقتدار اُن ہاتھوں

Marfat.com

میں دے دینا تھا، یعنی معاویہ کے ہاتھوں میں، جو بلاشبہ قابل تھے لیکن جن کے دل میں اپنے بیٹے کے لئے ایک نرم گوشہ تھا۔ جنہوں نے خطرہ مول کر تمام مسلمانوں کا مقدر اپنے نالائق بیٹے کے ہاتھ میں دے دیا۔ وہ بیٹا جو مکمل طور پر فسق و فجور میں مبتلا تھا۔

منصوبے کا دوسرا حصہ اُس وقت شروع ہوا جب یزید نے حضرت امام حُسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ، پر دباؤ ڈالا کہ وہ اُس کے ہاتھ پر بیعت کریں۔ ابلیس کو معلوم تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نواسے کبھی یہ نہیں کریں گے۔ وہ جانتا تھا کہ کوئی بھی طاقت یا ترغیب حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کو باطل اور جھوٹ کے آگے جُھکا نہیں سکتی تھی۔ لیکن وہ یہ بھی جانتا تھا کہ اگر امام حسین رضی اللہ عنہ نے اپنی آواز بلند کی تو ہزاروں لوگ اُن کے حق میں اُٹھ کھڑے ہوں گے، تو اُس نے بڑی ہوشیاری سے کوفیوں کو آمادہ کیا کہ وہ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کو اپنے شہر میں آنے کی دعوت دیں، اس غلط بہانے سے کہ وہ اُن کے حمایتی ہیں۔ ابلیس جانتا تھا کہ کوفیوں کے دلوں کو بدلنا اس کے لئے مشکل نہ ہوگا کیونکہ وہ درحقیقت دنیادار لوگ تھے۔

ہوا یوں کہ اِن کوفیوں نے کئی خطوط لکھے جو بظاہر یزیدی بیعت کے خلاف مدد کے لئے تھے، لیکن جب مُسلم بن عقیل رضی اللہ عنہ، کوفہ میں داخل ہوئے اور ابنِ زیاد نے انہیں بے دردی سے شہید کیا تو اُن کوفیوں کے دل اور وفاداریاں فوراً ہی تبدیل ہوگئیں۔ ہر ایک کو موت سامنے نظر آئی، اور ابلیس نے انہیں اس بات سے فراموش کرایا کہ چاہے وہ کچھ بھی کریں انہیں آخر کار مرنا ہی ہے۔

Marfat.com

اس دوران امام عالی مقام رضی اللہ عنہ کوفیوں کی بے وفائی سے بے خبر تھے اور کوفے کے لئے روانہ ہو گئے تھے۔ یہ وقت ابلیس کے ناپاک منصوبے کے لئے بہترین تھا کیونکہ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کے ساتھ صرف اُنکے خاندان والے اور چند دوست تھے۔ ابھی آدھا ہی سفر طے کر چکے تھے کہ آپ رضی اللہ عنہ کو صحیح صورتحال کا علم ہوا۔ بہرحال آپ نے کوفہ کی جانب آگے بڑھنے کا فیصلہ کیا۔ اور یہ ہی منصوبے کا بڑا مقصد تھا' یعنی حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کو ایک ایسی صورت حال سے دوچار کیا جائے کہ کوئی بھی اُن کی مدد کو نہ آسکے اور پھر اہل بیت کے تمام نشانات کو مٹا دیا جائے تاکہ اُمت کو کبھی یہ پتہ ہی نہ چلے کہ اصل میں ہُوا کیا تھا۔

ابنِ زیاد نے پہلے ہی سے ایک یزیدی لشکر حُر بن ریاض کی سربراہی میں بھیجا ہوا تھا، امام حُسین رضی اللہ عنہ کی مدد کے راستوں کو بند کرنے کے لئے' تاکہ پھر وہ اُنہیں بغاوت کے جرم میں سزا دے سکے۔ لیکن سوال یہ ہے کہ حقیقی باغی کون تھا؟ معصوم امام حُسین رضی اللہ عنہ جو اپنے ۷۲ گھر والوں اور چند دوستوں کے سفر میں تھے جن کے قافلے میں جوان اور بوڑھے اور حتیٰ کہ شیرخوار بچے بھی شامل تھے۔ اس قافلے میں امام کا حرم اور اُن کی جوان بیٹی اور بہن بھی تھیں۔ تو وہ کس طرح باغی تھے؟ کیا اصل باغی وہ لوگ نہیں تھے جو تخت نشین تھے اور ابلیس کے ہاتھوں مُہرہ بنے ہوئے تھے' کیا اصل باغی وہ نہ تھے جنہوں نے اپنی بے باکی اور بے شرمی سے اللہ کے تمام قوانین کو توڑا تھا؟ وہ اصل باغی تھے۔ یہ حقیقتاً اللہ کے باغی اور نافرمان تھے۔

Marfat.com

کبھی کبھی چیزیں اُس طرح نہیں ہوتیں جو بظاہر دکھائی دیتی ہیں۔ یہی کچھ تھا اس فیصلہ کُن دن میں، یعنی ۱۰ محرم کے دن۔ یہ وہ دن تھا جب اہلِ بیت کے غریب الوطن قافلے کو لق ودق صحرا میں بھٹکا دیا گیا تھا، ۲۲,۰۰۰ خون کے پیاسے لوگوں کے مقابلے میں۔ یہ وہ دن تھا جب وہ خون کے پیاسے، جو کبھی خود کو علی کے عاشق کہلاتے تھے (یعنی شیعانِ علی)، وہ اَب اہلِ بیت کو ایک بُری نیت سے گھیرے ہوئے تھے۔

یہ ایک حقیقت ہے کہ اکثر اوقات آپکے اعمال، آپکی زبان سے نکلے ہوئے الفاظ سے مطابقت نہیں رکھتے۔ کسی سے یہ کہہ دینا بہت آسان ہے کہ: ''میں تم سے پیار کرتا ہوں''۔ لیکن اکثر اوقات جب یہ الفاظ اللہ کیلئے یا اُسکے عاشقین کیلئے کہے جاتے ہیں، تو یہ صرف کھوکھلے الفاظ ہوتے ہیں جو صرف بولے جانے کیلئے کہے جاتے ہیں۔ جب اللہ ایسے الفاظ کے بولنے والے کو کسی امتحان میں مبتلا کرتا ہے، تو اُن میں زیادہ تر مشکل سے یہ امتحان پاس کر پاتے ہیں۔ ایسا ہی ہوا اُس دن۔ یزیدی لشکر مسلمانوں پر مشتمل تھا۔ وہ رسول اللہ ﷺ کی اُمت تھے۔ کلمۂ شہادت کے بولنے والے تھے۔ لیکن اُنکے دلوں پر تالے لگے ہوئے تھے اور اُنکی آنکھوں پر وحشت اور درندگی کے پردے پڑے ہوئے تھے۔ وہ اہلبیت کے خون کے پیاسے تھے۔ آخر ایسا کیوں؟

صرف اس لئے کہ وہ اپنی آرام دہ زندگی ختم کرنا نہیں چاہتے تھے۔ وہ یہ نہیں چاہتے تھے کہ کوئی ان کے اپنے بچّوں اور گھرانوں کو ان سے چھین لے۔ یہی وجہ ہے کہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ کے بچّوں کے گلے وحشیانہ طریقے سے کاٹے۔

Marfat.com

انہوں نے اُن کا لہو کربلا کی خشک ریت پر بہایا۔ انہوں نے ۶ رماہ کے معصوم علی اصغر کے حلق میں تیر اُتار دیا۔ یہ سب اس لئے کیا گیا تھا تاکہ وہ ہمیشہ خوشی سے رہ سکیں۔ لیکن کبھی کبھی حقیقت وہ نہیں ہوتی جو ظاہری آنکھ سے دیکھی جا سکتی ہے۔ وہ بہت ہی مختلف ہوتی ہے۔ جی! قافلۂ حسین صرف ۷۲ رافراد پر مشتمل تھا، جو مرد، خواتین اور بچے تھے۔ جی ہاں! وہ وہاں کوئی جنگ لڑنے نہیں آئے تھے، مگر انہیں ایک ایسی صورتِ حال میں دھکیلا گیا جس میں اُن کے ہر طرف موت ناچ رہی تھی۔

لیکن پھر بھی انہوں نے کسی قسم کی کمزوری نہیں دکھائی۔ وہ اُن لوگوں میں سے نہیں تھے جو دشمنوں کو پیٹھ دکھاتے ہیں۔ اُن کی رگوں میں خاتم الزمان حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا لہو دوڑ رہا تھا۔ اُنکے بازوؤں میں حیدرِ کرار سیدنا حضرت علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ کی قوت تھی۔ وہ خاتونِ جنت، سیدنا فاطمہ بتول رضی اللہ عنہا کی آنکھوں کے "نور" تھے۔ وہ سب اللہ کے شبیر تھے وہ اپنے اللہ کی فوج تھے اور جانتے تھے کہ فتح اُنکے قدم چُومے گی۔ ابلیس کی چال تو یہ تھی کہ اہلبیت کو اسطرح ختم کیا جائے کہ اُنکے نام تک کو کوئی یاد نہ رکھے، لیکن قطع نظر اس کے کہ اُس نے کتنی زبردست کوشش کی، لیکن مکمل طور سے ناکام رہا، اُسے ذلت آمیز ناکامی ہوئی۔

۱۰ محرم رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی فتح کا دن تھا، علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ کی فتح کا دن تھا، شہزادی فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا کی فتح کا دن تھا جب ۶ رماہ کے بچے سے لیکر ۸۴ سال کے مردوں نے پُوری دنیا کو اللہ کے سپاہیوں کی قوت اور شجاعت دکھائی۔ ۷۲ نہتے مردوں، عورتوں اور بچوں نے

Marfat.com

۲۲۰۰۰ منافقین (۲۲۰۰۰ کافر) کے خلاف جنگ لڑی اور فتح پائی۔ کتنے شرم کی بات ہے یزیدیوں کیلئے، کتنی شرم کی بات ہے اُس شیطان مَردود کیلئے جو ایک ۶ ماہ کے معصوم بچے کے آگے ٹھہر نہ سکا جب اُس معصوم جان نے شیطان کی سالہا سال کی منصوبہ بندی کو تباہ کر دیا اپنے کٹے ہوئے گلے کے خون کو اس منصوبے پر گرا کر۔ اِس طرح کہ جیسے اپنے دشمنوں کی آنکھوں میں خاک جھونک رہا ہو، اُن کے مکروہ چہروں پر مٹی ڈال رہا ہو۔

ے آ دیکھ کربَلا کو بَشر کے شعور میں
شامل ہوئے ہیں خاک کے ذرّے بھی نور میں
تاثیرِ خونِ ابنِ علی ہے کہ آج تک
جُھکتا ہے آسمان بھی زمین کے حضور میں

اس طرح ابلیس کی سالوں کی محنت پر محض چند گھنٹوں میں پانی پھر گیا۔ وہ چاہتا تھا کہ رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اسمِ گرامی کو مٹا دے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اہلِ بیت کے ناموں کو ہمیشہ کے لئے مٹا دے۔ لیکن یہ ایک حقیقت ہے کہ وہ خون جو کربلا کی اس سوکھی زمین پر گرا، اُس نے ان مقدس ناموں کو ابدالآباد تک اَمر کر دیا۔ یہ نام عرش العظیم کا "نور" ہیں۔ وہ بھلا ابد تک کیوں نہ چمکیں ہر ایک مسلم اور ہر ایک مومن کے دل میں؟ یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ کوئی انس، جن اور ملائک ابنِ علی کے نام کو فراموش کرے، شہیدانِ کربلا کے ناموں کو بھول جائے۔

ے وہ نمازِ عشق تیری، اے حسین ابنِ علی

Marfat.com

سب پر واضح کر گئی کہ رازِ "ھُو" سجدے میں ہے
کربلا میں کر دیا حق کے لئے سب کچھ فدا
وہ سراپا ناز اب تک ہو بہو سجدے میں ہے
خاکِ کربلا تیرے نصیبوں کو سلام
تجھ پر سوئے سب شہیدوں کو سلام

واقعہ کربلا کامل اطاعت کی مثال ہے، رازِ الٰہی کے سامنے سرِ تسلیم خم کرنے کی ایک داستان ہے، اور اُمّت کے لئے ایک یاد دہانی ہے کہ عشق کس طرح کیا جاتا ہے۔ اُس دن، جب عشق نے کہا: "دنیا چھوڑ دے"، تو دُنیا چھوڑ دی گئی، گھر بار کا آرام چھوڑ دیا گیا اور صحرائے کربلا کی جھلسا دینے والی تپش کو گلے لگالیا گیا۔ جب عشق نے کہا: "گھر بار چھوڑ دے"، تو گھر بار چھوڑ دیا۔ جان فدا کرنے والی بیویاں چھوڑ دی گئیں۔ انہیں بے کس و بے سرو سامانی کی حالت میں صحرائے کربلا کے اُس دشتِ ویران میں چھوڑ دیا گیا۔ جب عشق نے کہا: "باطل کے آگے ڈٹ جاؤ"، تو اُن میں سے ہر ایک ڈٹ گیا آنکھوں میں شعلے لئے اور اپنے بازوؤں میں گردش کرتے ہوئے گرم لہوءِ علی کو لئے ہوئے۔ جب عشق نے کہا: "جو تمہیں پیارا ہو وہ ہمارے حوالے کر دو"، تو بازو بریدہ عباس کے جسم مبارک کو حوالے کر دیا۔ ۱۸ سالہ نوجوان دولہا یعنی نوشۂ کربلا قاسم کو حوالے کیا، ہم شکلِ مصطفیٰ یعنی علی اکبر کی سُوکھی زبان حوالے کر دی، علی اصغر کا خون آلود معصوم حلق حوالے کیا۔ اور امام حسین رضی اللہ عنہ کے سجدہ ریز سرِ مبارک کا نذرانہ پیش کیا۔ یہ

Marfat.com

سب کچھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے رَبّ کے حضور ہدیہ کے طور پر پیش کیا ، ایک عاشق کی طرف سے اپنے معشوق کو خوبصورت ہدیہ ۔

اے اُمّت محمدی ! اگر آپ کو عشق کی تعریف کرنی ہے تو آپ کہہ سکتے ہیں کہ اس کی تشریح وہ ہے جو اس دن کربلا میں خون سے لکھی گئی تھی ، جب کربلا کی سوکھی زمین نے اپنی پیاس ایک ایسے انداز میں بجھائی تھی کہ جب اسلام کے نہال کی آبیاری خونِ شہیداں سے کی گئی ، جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خون کی بوندوں نے دریائے کربلا میں طلاطم پیدا کرنا شروع کیا ۔ جو پہلے ایک چھوٹا سا دریا تھا مگر اَب اُس کی وسعت کئی گُنا بڑھ گئی ہے ۔ اس کا طیش ، اس کی بپھری موجوں اور طغیانی سے ظاہر ہے ، جس میں ہر روز اضافہ ہو رہا ہے ۔ جُوں جُوں دنیا اپنے خاتمہ کی جانب بڑھ رہی ہے ۔ کربلا کا یہ سبق زمان کے خاتمے تک کا ایک سبق ہے ۔ موجودہ زمانے مشکل زمانے ہیں اور مزید سخت زمانے آنے والے ہیں ۔ کشتیءِ نورِ نبی نے زمانے کے خاتمے کی طرف اپنے آخری سفر کا آغاز کر دیا ہے ۔ یہ کشتی بالکل کشتیءِ نوح کی طرح ہے ، لیکن طوفانِ نوح کے بجائے اس کو طوفانِ آخر کا سامنا ہے ۔

وہ طوفان جسے دجّال برپا کرے گا جو حالیہ دقتوں میں شروع ہو چکا ہے ۔

اَب ایک اور کربلا ہو گا جو شروع ہو چکا ہے ، مگر یہ کربلا نہ فقط سادات کے خلاف ہو گا ، بلکہ یہ اللہ کے تمام عاشقین کے خلاف اور رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے چاہنے والوں کیخلاف ہو گا ۔ بہت جلد عشق کی ایک نئی داستان لکھی جانے والی ہے بالکل اسی رنگ میں جو یومِ فتح کے مبارک دن لکھی گئی تھی ، دسویں محرم کو ، کربلا کے دن ۔

Marfat.com

اے اُمتِ محمدی ! شیطان اس جنگ کو جیتنے کی سَر توڑ کوشش کر رہا ہے۔ ہر روز وہ نئے منصوبے بناتا ہے اور ہر روز اُنہیں مٹاتا ہے تاکہ کوئی نئی شیطانی اور مکارانہ منصوبہ تیار کیا جا سکے۔ یہ اُس کے لئے آخری موقع ہے اور وہ اسے خوب اچھی طرح جانتا ہے۔ اگر وہ اس میں ناکام ہوا، اگر وہ پوری اُمتِ محمدی کو اپنے جال میں پھانسنے میں ناکام رہا، تو وہ ہمیشہ کے لئے ہار جائے گا اور یہ خیال اُسے بڑا طیش دلا رہا ہے۔ وہ زیادہ بدنیت اور خوفناک ہو چکا ہے، لیکن اللہ کے منصوبوں کا کون مقابلہ کر سکتا ہے؟ اس میں کون خلل ڈال سکتا ہے جو اُس نے پہلے سے تیار کر رکھا ہے۔ وہ سب لوگ جو کشتیءِ نورِ نبی میں سوار ہوں گے، وہ وقتِ آخر کی تابکاری سے مکمل محفوظ ہوں گے۔ وہ دجّال کے فتنے سے محفوظ ہوں گے۔

اس کشتی نے اپنے بادبان کھول دیئے ہیں، اس نے اپنے سفر کا آغاز نبیءِ پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے سلسلہ نظامیہ نوریہ کی آمد سے کر دیا ہے، کیونکہ یہ سلسلہ، زمان کے خاتمے کا سلسلہ ہے، وہ سلسلہ جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا علم الفتح امام مہدی کے ہاتھوں میں دے دے گا۔ پھر دنیا ایک بار پھر عشق کی تفسیر دیکھے گی، جو اہلِ مصطفیٰ نے یوم الفتح والے دن، یعنی دس محرم والے دن، کربلا والے دن عملی طور سے کر کے دیکھائی تھی۔ (آمین)

عبادت ہے شجر لیکن شہادت ہے ثمر اُس کا
عبادت ہے دُعا لیکن شہادت ہے اثر اُس کا

Marfat.com

عبادت کی حقیقت ہے محبت میں فنا ہونا
شہادت کی حقیقت ہے فنا ہو کر بقا ہونا

شہادت آخری منزل ہے انسانی سعادت کی
وہ خوش قسمت ہے، مل جائے جنہیں دولت شہادت کی

شہید اِس دارِ فانی میں ہمیشہ زندہ رہتے
زمیں پر چاند تاروں کی طرح تابندہ رہتے

یہ شہادت ایک سبق ہے حق پرستی کے لئے
ایک ستونِ روشنی ہے، بہرہستی کے لئے

نورِ نگاہ سرورِ عالم ہمارا سلام
اِسلام کے شہیدِ معظّم ہمارا سلام
دینِ خدا کی حُجّتِ محکم ہمارا سلام
اے کربلا کے فاتح اعظم ہمارا سلام

اَے امام حُسین تم پر لاکھوں سلام
شاہِ پنجتن تم پر لاکھوں سلام
باغِ جنّت کی خوشبو کے تم پھول تھے
مصطفیٰ کے چمن تم پر لاکھوں سلام
حُسین ابنِ حیدر تم پر لاکھوں سلام
حُسین ابنِ حیدر تم پر لاکھوں سلام

Marfat.com

یزید کا المناک انجام

شروع اللہ کے بابرکت نام سے، جو کعبہ شریف کا مالک ہے، جو مالک ہے صراطِ مستقیم کا، جس کی شان و عظمت اور جاہ و جلال تمام جہانوں پر محیط ہے۔ یہ وہی ہے جو عطا کرتا ہے، اور بے شک اس کی عطا کی کوئی حد نہیں۔

درود و سلام رحمۃ اللعالمین پر، جن کی شیرینی اُن سب میں عیاں ہے جن کی نسبت اُن سے ہے۔ وہ تمام دِلوں کے رکھوالے ہیں اور اپنی اُمّت کے لئے والد کے برابر ہیں۔

☆

سلام، رحمت اور برکتیں آپ سب کے لئے اور آپ کے پیاروں کے لئے۔ سلامتی ہو اُن سب خوبصورت دلوں پر جو خشوع و خضوع کے لطف سے آشنا ہیں اور جو جانتے ہیں کہ اطاعت و تسلیم کا راستہ اللہ کی طرف جاتا ہے۔

ماہِ محرم اہلِ دل کے لئے مختلف احساسات و جذبات کا ایک مجموعہ ہے۔ اِسکی ہواؤں میں غم کا احساس ہے، اہلِ بیت کا غم۔ اور پھر بھی شہدائے کربلا کی شجاعت و تسلیم پر ایک احساسِ فخر بھی ہے۔ یعنی اللہ کے آگے تسلیم و سُپردگی پر۔ اس پورے واقعے کا یہی طرّۂ امتیاز ہے۔

Marfat.com

یہ ایک سبق اور ایک نصیحت ہے کہ جب بھی کوئی اللہ کے عاشقوں کو میلی آنکھ سے دیکھتا ہے تو اللہ خود ہی اس میلی نیت کا بدلہ دیتا ہے۔ اللہ کے کسی ولی کے ساتھ جنگ دراصل اللہ کے ساتھ جنگ ہے۔ پھر یہ اللہ ہی ہے جو اُس ولی پر کی جانے والی بے توقیری اور زیادتی کا بدلہ لیتا ہے۔ کیا آج تک کوئی ایسا پیدا ہوا ہے جو اپنے ربّ کے خلاف جنگ جیت سکے؟ کربلا کی داستان اُن سب کے لئے ایک واضح نصیحت ہے جو اللہ کے طور طریقوں کو سیکھنا چاہتے ہیں۔ یہ آپ کو بتاتی ہے کہ چاہے ایک ولی کتنا ہی بے بس نظر آئے، کتنا ہی بے اختیار کیوں نہ دکھائی دے، لیکن دراصل اُن سے بڑھ کر کوئی طاقتور نہیں۔ اللہ کے کسی ولی سے زیادہ مضبوط اور طاقتور کوئی نہیں ہو سکتا۔

ولی کی آنکھوں کی کاٹ تلوار کی کاٹ ہے، اُن کی زبان مستجب الدعا ہے، اُن کے بازؤں میں شیر کی قوت ہوتی ہے اور اُن کے دل میں ایمانِ محمدی ہے۔ ولی کا وجود ایک چٹان کی طرح سخت اور ٹھوس ہوتا ہے کیونکہ اُن کے وجود میں اللہ کی طاقت ہے۔ کربلا والے دن اگرچہ یزیدیوں کے مقابلے میں اہلبیت کی تعداد صرف ۷۲ تھی، جو نہتّے مرد، عورتیں اور بچے تھے، لیکن اصل میں یہ ۷۲ مضبوط چٹّان تھے۔ وہ اللہ کے ۷۲ شیر تھے، جو بے خوف تھے، اتنے بیخوف کہ موت بھی اُن کے آگے آنے سے شرما رہی تھی۔

مگر ان معصومین نے اُمّت کو کچھ ضروری سبق سکھانے تھے جیسے کہ:۔ عشق کا سبق، شجاعت کا سبق اور تسلیم کا سبق۔ یہی وجہ ہے کہ اللہ نے ان معصومین

Marfat.com

کو اپنے پاس بلوالیا۔یہی وجہ ہے کہ ہر ایک شہید کو بڑے آرام سے خُلد کی طرف لے جایا گیا، آبِ کوثر کی طرف لے جایا گیا تاکہ وہ اپنی پیاس بجھائیں اور پھر ابدی سکون حاصل کریں۔اُن کے ناموں نے ہر ایک سچے مسلمان کے دل کو جیت لیا' ہر ایک شہید نے دراصل آبِ حیات کا جام پی لیا جس سے وہ ابد تک امر ہو گئے۔

یہ وہ پاک نام ہیں جن کو شیطانِ لعین چاہتا تھا کہ گمنامی کا شکار ہوں لیکن حقیقت میں اِن ہی ناموں کو لازوال زندگی ملی۔اور اُن ناموں کو ابدی ذلت اور رسوائی ملی جو مادی دنیا کے پیچھے گئے، جو طمع و حرص کے کیچڑ سے لپٹے رہے اور جنہوں نے حصولِ دُنیا کی خاطر اہلِ بیت کا خون بہایا۔اللہ تعالیٰ نے اُن ناموں کو بھی گمنامی نہیں دی؛ وہ نام دُنیا کے خاتمے تک عبرت کا نشان بنے رہیں گے۔یزید جو سمجھتا تھا کہ صرف ایک حکمران کا بیٹا ہونے کے ناطے وہ تخت کا حق دار ہو سکتا ہے، جو سمجھتا تھا کہ وہ جو چاہے اپنے اختیار سے کر سکتا ہے، جس نے رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے گھرانے کا لہو بہانے میں ایک لمحہ بھی پس و پیش نہیں کیا، وہ جس انجام سے دوچار ہوا وہ یہ تھا کہ اُس نے اپنے لئے اہلِ بیت کے دشمن کا ذلت آمیز نام کما لیا۔یہ وقت نے ثابت کیا ہے کہ باطل چاہے کتنا ہی زور لگاتے، وہ اُس نور کو نہیں بجھا سکتا جو مَردانِ حق کے دلوں سے آتا ہے۔

اس وقت بھی نہیں جب نمرود نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو بھڑکتی ہوئی آگ میں جھونک دیا اور وہ آگ گلزار بن گئی؛ اور جب فرعون نے ہزار ہا اسرائیلی معصوم بچّوں کے گلے کٹوائے تاکہ وہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو ختم کر سکے، اور پھر دریا

Marfat.com

نے چند لمحوں میں فرعون اور اُس کے لشکر کو نگل کر ختم کیا۔ اُس کی لاش دُنیا کے لئے عبرت بن گئی۔ جب یزید نے جگر گوشہانِ رسول کے گلے کٹوائے، تو اس کے بعد اُس کے دن رات اُس کے لئے ایک اذیت بن گئے۔ جب لوگوں کو اس کا پتہ چلا کہ اُس دن کربلا میں کیا ہُوا تھا، تو نفرت کی ایک لہر پوری عرب دُنیا میں دوڑ گئی۔ خاص طور سے مدینہ کے لوگوں نے یزید سے سخت نفرت کرنی شروع کی۔

کبھی کبھی ایسا ہوتا ہے کہ ایک گناہ کو چھُپانے کے لئے کئی اور گنُاہ کرتے پڑتے ہیں۔ یہ اپنی رسّی کو دَراز کرنے کے لئے اللہ کا طریقۂ کار ہے تاکہ فاسق اور فاجر اپنے اصل انجام تک پہنچیں۔ یزید کے ساتھ بھی یہی ہوا۔ کچھ لوگوں کے علاوہ اہلِ حجاز نے یزید سے اپنی بیعت توڑ لی اور انہوں نے قریش پر عبداللہ بن مطیع کو مقرر کیا اور انصار پر عبداللہ بن انزلہ کو۔ سال ۶۳ ہجری میں لوگوں نے اپنے ممبر کے قریب جمع ہو کر اپنی بیعت توڑنی شروع کر دی۔ کچھ نے کہا: "جس طرح میں اپنی پگڑی اُتارتا ہوں اس طرح میں یزید کی بیعت اُتارتا ہوں"۔ کچھ دوسرے کہتے تھے: "جس طرح میں اپنے جوتے اُتارتا ہوں اُسی طرح میں یزید کی بیعت کو اُتارتا ہوں"۔ تھوڑے ہی عرصے میں پگڑیوں اور جوتوں کے ڈھیر لگ گئے جو اُس نفرت کی علامت تھی جو لوگوں کے دلوں میں قاتلِ اہلِ بیت کیلئے تھی۔ جب یزید کو اس کی اطلاع ہوئی تو اُس نے مدینہ کی طرف ایک فوج روانہ کی اور لشکریوں سے کہا کہ وہ وہاں ۳ دِن تک جتنی قتل و غارتگری چاہیں کر سکتے ہیں۔ ان ۳ دنوں کو "یوم حُرہ" کہتے ہیں۔ یہ وہ سیاہ دن تھے جو مدینہ کی تاریخ نے اس سے پہلے کبھی نہ دیکھے تھے۔

Marfat.com

واقعہ حُرّہ کے متعلق علاّمہ قرطبی کا بیان ہے کہ: "مدینے کے قتلِ عام میں ایک ہزار سات سو (۱۷۰۰) مہاجرین، انصار اور تابعین قتل کر دیئے گئے۔ اور عام لوگوں میں سے دس ہزار (۱۰۰۰۰) مسلمان شہید کئے گئے۔ (۷۰۰) قاری شہید کئے گئے اور (۹۷) قریش شہید کئے گئے۔ ابنِ ہضم کہتے ہیں کہ "ان دِنوں میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مسجد میں گھوڑے باندھے گئے اور اہلِ مدینہ کی عورتوں کی عصمت دری کی گئی۔" ابنِ جوزی نے کہا کہ سعید بن مسیّب بیان کرتے ہیں کہ: "ایامِ حرّہ میں جب بھی نماز کا وقت آتا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی قبرِ انور سے اذان کی آواز آتی تھی اور پھر اقامت کہی جاتی۔ میں آگے بڑھ کر نماز پڑھتا اور میرے سوا اُس وقت مسجدِ نبوی میں کوئی نہیں تھا۔"

واقعہ حرّہ ایک ایسا واقعہ ہے جسے کوئی دل برداشت نہیں کر سکتا اور نہ ہی کوئی کان اُسے سُن سکتے۔ مدینہ کی تباہی کے ان ۳ دنوں بعد، یہ لشکر مکّہ کی جانب بڑھا۔ وہاں انہوں نے شہر کا محاصرہ کیا، اور بڑی بے دردی سے قتلِ عام کرتے رہے۔ پھر انہوں نے منجنیق کے ذریعے کعبہ پر سنگ باری شروع کی۔ اُن کی بربریت کا یہ عالم تھا کہ کعبہ کا صحن پتھروں سے بھر گیا۔ کعبہ کے پردے نے بھی منجنیق سے آتش باری کے باعث آگ پکڑ لی۔ کعبہ کی دیواریں بھی جل گئیں اور اُس کے ستون بھی ٹوٹ گئے۔ یہ شرم ناک جنگ مزید جاری رہتی، لیکن اللہ کے غیض وغضب نے یزید کو دوزخ کی ابدی آگ میں جھونک دیا۔

Marfat.com

؎ اِس بات سے واقف ہیں زمانے والے
زندہ رہتے ہیں محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے گھرانے والے
کچھ مِٹ گئے، باقی بھی مِٹ جائیں گے،
شبیرؑ تیرا نام خون میں رنگانے والے

یہ ایک حقیقت ہے کہ جس دن یزید کے لشکر نے کعبہ کے پردے کو آگ لگائی اور اُس آگ میں اُس مینڈھے کی سینگ بھی جل گئی جو حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پاس جنت سے آیا تھا اُن کے بیٹے حضرت اسماعیل علیہ السلام کی بجائے قربانی کے لئے۔ یہ سینگ کعبہ پر لٹک رہا تھا۔ اُسی دن سے یزید ایک مہلک مرض میں مُبتلا ہوگیا۔ واقعہ کربلا کے پورے ۲ سال بعد یزید کو دردِ قولنج (قولن) ہونا شروع ہوا۔ یہ درد اتنا شدید تھا کہ وہ ۳ دن تک تڑپتا رہا اُس مچھلی کی طرح جو پانی سے باہر ہو۔ وہ پانی کے لئے روتا تھا، لیکن جونہی پانی کا ایک قطرہ اُس کے منہ میں جاتا وہ درد سے چیخ اُٹھتا۔ ایسے لگتا کہ جیسے پانی ایک تلوار کی طرح اُس کے گلے سے لیکر پیٹ تک کاٹے جا رہا ہو۔ اس رنج والم کے عالم میں وہ بستر پر ایڑیاں رگڑتا رہا۔ عین اس کی موت سے پہلے اس کی آنتیں سڑ گئیں اور اُن میں کیڑے پڑ گئے تھے آخر کار اسی شدید درد و تکلیف کے عالم میں اس کی جان نکل گئی۔

اِبنِ زیاد جو کوفہ کا گورنر تھا اور جس کا حکم تھا کہ سرِ حُسین رضی اللہ عنہ کو اُس کے سامنے پیش کیا جائے، اُس کے سامنے مختار بن عبیدہ ثقفی اس کا عذاب بن کے آیا۔ جب اس شخص نے خونِ حُسین کا بدلہ لینے کا فیصلہ کیا تو یہ سارے قاتلانِ

Marfat.com

حُسین کے پیچھے گئے اور اُنکو چُن چُن کر مار ڈالا۔ اُس نے اُن قاتلان میں سے کسی کو بھی نہیں بخشا۔ اُس نے ایک آدمی عمرو بن سعد کے گھر بھیجا' جس نے جاکر اس کا گلہ کاٹا اور اُس کا سر مختار کے پاس لایا۔ عمرو بن سعد' وہ شقی القلب تھا جس نے کربلا کے اس خونی معرکہ کی قیادت کی تھی کیونکہ حکومتی چمک دمک سے اُس کی آنکھیں چُندیا گئیں تھیں۔ جب مختار نے ابنِ سعد کی گردن اُڑانے کا حکم دیا تو اس نے پہلے اس کے سامنے اس کے بیٹے کا گلہ کاٹنے کا حکم دیا، تاکہ ابن سعد کو بھی اُس کے اپنے بیٹے کی تڑپتی لاش کو دیکھ کر ایسا ہی درد و کرب محسوس ہو جیسے امام عالی مقام رضی اللہ عنہ نے اس وقت محسوس کیا تھا جب آپ رضی اللہ عنہ کی آنکھوں کے سامنے آپ کے دو معصوم بیٹوں، علی اکبر اور علی اصغر کی لاشیں تڑپ رہی تھیں۔ اسی طرح ابنِ زیاد جو کوفہ کا گورنر تھا اور جس کا ظلم انتہا کو پہنچا تھا، جس کی آنکھ اس وقت ذرا سی بھی نہیں جھپکی تھی جب اُس نے حضرت مُسلم بن عقیل رضی اللہ عنہ (اور اُن کے دو معصوم بیٹوں) کے قتل کا حکم دیا تھا، اور پھر اسی بے حِس اِنسان نے ہی ۷۲ اہلِ بیت کے مقابلہ کے لئے ۲۲۰۰۰ کی فوج بھیجی تھی۔ اس پہ عذابِ الٰہی اُس وقت آیا جب مختار نے ابراہیم بن اشتر کو ابنِ زیاد کے مقابلے کے لئے روانہ کیا۔ ابنِ زیاد اور اُس کے لشکر نے نہر فرات کے قریب اُن کا مقابلہ کیا۔ جب ابنِ زیاد نے محسوس کیا کہ وہ جنگ ہار رہا ہے تو اس نے بھاگنے کی کوشش کی، لیکن ابراہیم کے سپاہیوں نے اس کا تعاقب کیا اور اُس کی گردن اُڑادی، اور پھر اس کا سَر مختار کے پاس بھیج دیا۔

Marfat.com

کہا جاتا ہے کہ مختار نے دارُالامارات (گورنر ہاؤس) کو سجایا اور کوفیوں کو اس وقت طلب کیا جب اُس نے ابنِ زیاد کے سَر کو وصول کیا، جسے اُس نے اس جگہ نمائش کے لیئے رکھا جہاں ابنِ زیاد نے امام عالی مقام رضی اللہ عنہ کا سَرِ مبارک رکھا تھا۔ ۶ برس بیت چکے تھے، لیکن اللہ نے اس مغرور فرعون کے انجام کو دکھا ہی دیا جب پورا شہر اس بدبخت کے قتل کا جشن منا رہا تھا۔ یہ ایک معلوم حقیقت ہے کہ جب ابنِ زیاد اور اُس کے سرداروں کے سَروں کو مختار کے آگے رکھا گیا تو نہ معلوم سمت سے ایک بڑا سانپ نمودار ہوا۔ وہ ابنِ زیاد کے سَر کے قریب گیا اور اُس کے نتھنوں میں داخل ہو کر اس کے منہ سے نکل گیا۔ اُس نے یہ عمل ۳ بار دُہرایا۔ ہزاروں افراد نے اللہ کے اس شقی القلب دشمن کے اُس عذاب کو اپنی آنکھوں سے دیکھا جو اللہ کی طرف سے اُس کا منتظر تھا۔ یہ بھی ایک معلوم حقیقت ہے کہ وہ سَب لوگ جو اُس روز کربلا کے اُس خونی کھیل میں شریک تھے، وہ سَب اپنے دردناک انجام کو پہنچے۔ اُن میں سے کچھ تلواروں سے مارے گئے، کچھ پتھروں سے، اور کچھ کو مار کر اُن کی لاشوں کو جلا یا گیا۔ کچھ عجیب بیماریوں میں مُبتلا ہو کر مَرے اور اُن میں سے کئی دیوانے ہو گئے۔ الغرض وہ سب لوگ جن کا ہاتھ اہلِ بیت کے قتل میں شامل تھا، اُن سب نے اپنا دنیاوی انجام دیکھ لیا جو یقیناً اُس عذاب سے بہت کم تھا جو اُن پر اُن کی قبروں میں نازل ہوا ہو گا اور جو حشر تک نازل ہوتا رہے گا۔ پھر انہیں یومِ حساب والے دن کون بچا سکے گا؟

Marfat.com

انہیں اس دن کون بچا سکے گا جب وہ کہہ رہے ہوں گے کہ کاش اُن کی ماؤں نے انہیں کبھی جنم نہ دیا ہوتا؟

بیان کربلا میں اُن سب کے لئے ایک بھرپور سبق ہے جو اپنے لئے انجام بخیر کے خواہش مند ہیں، جو اپنے اللہ کے حضور سرخرو ہونا چاہتے ہیں۔ یہ ادب اور سچی محبت کا ایک سبق ہے۔ یہ رسول اللہ ﷺ ہی ہیں جن کے لئے اللہ نے یہ تمام عالمین بناتے ہیں، اور یہ آپ ﷺ ہی ہیں جن سے اللہ سب سے زیادہ محبت کرتا ہے، اور یہ محبت تا ابد باقی رہے گی۔ اللہ اُن سب سے بھی محبت کرتا ہے جن سے رسول اللہ ﷺ محبت کرتے ہیں۔

حضور ﷺ کی خوشی، اللہ کی خوشی ہے اور حضور ﷺ کا غصہ اللہ کا غضب ہے۔ رسول اللہ ﷺ کا دِل سونے کا ہے، اور آپ ﷺ اپنی اُمت کے لئے رؤف و رحیم ہیں۔ آپ ﷺ کے آنسو آپ سب کے لئے ہیں اور پھر بھی آپ ﷺ آپکی غفلت کو برداشت کر لیتے ہیں، آپ کی بے رحمیوں اور بے ادبیوں کو برداشت کر لیتے ہیں۔ اگر آپ ﷺ اس پر کچھ بولتے نہیں تو اُس کا مطلب یہ تو نہیں کہ وہ انہیں محسوس نہیں کرتے۔ آپ ﷺ کو معلوم ہے کہ یہ زمان کا خاتمہ ہے، آپ ﷺ جانتے ہیں کہ یہ وہ وقت ہے جب آخری وقت کے فتنے بارش کی طرح برساتے جا رہے ہیں۔ آپ ﷺ ان سب چیزوں سے آگاہ ہیں اور شب و روز اپنی اُمت کے لئے دست بہ دُعا ہیں۔ لیکن اُمت کا یہ حال ہے کہ وہ آپ ﷺ کی محبت کا جواب اپنی غفلت، دین

Marfat.com

کی بے حرمتی، بے حسی اور عدم برداشت سے دیتی ہے۔

آج بہت سارے لوگ مذہب کی بات کرتے ہیں، رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بات کرتے ہیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے گھرانے اور کربلا کی بھی بات کرتے ہیں لیکن یہ سوچے بغیر کہ وہ کیا بول رہے ہیں وہ صرف بحث کرنے کی خاطر بحث کرتے ہیں، کیونکہ شیطان انہیں بحث کرنے کو کہتا ہے اور وہ اُس کے حکم کی اندھا دھند تعمیل کرتے ہیں۔ اگر یزید حق پر ہوتا یا اُس کے ساتھی ذرّہ برابر بھی حق پر ہوتے تو پھر اُن سب کا انجام اِس قدر دردناک کیوں ہوا؟ اللہ نا انصاف نہیں ہے۔ وہ کبھی بھی ناانصافی سے سزا نہیں دیتا۔ تو پھر اِن یزیدیوں کے انجام سے آپ کی آنکھیں کیوں نہیں کھلتیں؟

تو پھر کوئی یہ کیوں سوچتا ہے کہ اُس سے نہیں پوچھا جائے گا، یا وہ اللہ کے آگے جواب دہ نہیں ہوگا اگر اُس کی زبان سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور اُن کے گھرانے کے خلاف ایک لفظ بھی نکلے؟ اللہ کبھی بھی اپنے محبوب یا اُن کے کسی پیارے کی شان میں کوئی بھی بے ادبی برداشت نہیں کرتا۔ وہ اللہ کی عزت ہیں اور اللہ اُس کی پاسداری کرنا خوب جانتا ہے۔ حتیٰ کہ کسی کی زبان سے دانستہ (ارادی) یا غیر دانستہ (غیر ارادی) طور سے نکلا ہوا ایک چھوٹا سا فقرہ بھی اُس شخص کو اُمتِ محمدی سے نکال باہر کرے گا۔

اور پھر ایسے شخص کی کون پرواہ کرے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دربار کا دُھتکارا ہوا ہو؟ رسُول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف، اُن کی ازواجِ مطہرات کے خلاف، اُن کے بچوں کے خلاف اور اُن کے صحابہ کے خلاف کہا گیا ایک لفظ

Marfat.com

بھی کہنے والے کے نامۂ اعمال میں موجود تمام نیکیوں کو مٹا دے گا اور پھر شاید ہی توبہ کر لینے سے اُسے معافی مل جائے۔ لیکن یہ بھی ہو سکتا ہے کہ اللہ اُسے توبہ کی رحمت بھی نہ دے، یعنی بے ادبی کی وجہ سے اُسے اس سے بھی محروم رکھے۔ یہ انتہائی سنگین معاملات ہیں۔ (اس لئے) ہمیشہ سوچ سمجھ کر بات کریں۔ رسولِ پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا اسمِ گرامی اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اہلِ بیت کے اسمائے گرامی کو زبان پر لانے سے پہلے ہی زبان کو قابو میں رکھیں۔

وہ تمام سادات جو آج تک موجود ہیں، اُن سب کا احترام کرنا چاہیئے اور جملہ اولیاء اللہ کا بھی نہایت احترام کرنا چاہیئے۔ اس کا قوی امکان ہے کہ یہ ادب اور اللہ اور اُس کے تمام چاہنے والوں اور اُسکے محبوب رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ آپکی بے غرض محبت آپکے تمام گناہوں کو مٹا دے اور آپ کے نامۂ اعمال کو "نور" سے منور کر دے۔

میری دعا ہے کہ اللہ آپ سب کو اپنی محبت نصیب فرمائے، اپنے پیارے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت عطا کرے اور اہلِ بیتِ رسول کی محبت سے نوازے، اور یہ محبت ابد تک بڑھتی ہی رہے۔ :- (آمین)

اے چرخِ کربلا کے ستارو، تمہیں سلام،
اے دو جہاں کی آنکھ کے تارو، تمہیں سلام،
جلوہ تمہارے نور کا ہے حُسنِ کائنات،
اے مصطفیٰ کے نور کے پرو، تمہیں سلام،
اے حسین ابنِ حیدر رضی اللہ عنہم پہ لاکھوں سلام۔

Marfat.com

مقامِ اہلِ بیت

• کشتیءِ نُورِ نبیؐ :

شروع اللہ کے بابرکت نام سے، جو بزرگ و برتر پروردگار ہے جس کے حکم سے پوری کائنات کا نظام چل رہا ہے۔ وہ اُن سب دِلوں کو جانتا ہے جو اُس سے نسبت رکھتے ہیں، اور جو اُن تمام دِلوں سے بھی واقف ہے جو نفاق اور شر سے آلودہ ہیں۔

دُرود و سلام، امامُ المتقین، رحمت اللعالمین، سیّدالمرسلین نبیٔ آخرُ الزّمان حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر جنہوں نے اُن تمام دِلوں پر فتح پائی ہے جو روشنی کو دیکھ سکتے ہیں، اور اُن پر بھی جو روشنی کو دیکھ نہیں سکتے، اور اُن کی حقیقت کو جھٹلا نہیں سکتے۔

☙

سلام، رحمت اور برکتیں آپ سب کیلئے اور آپ کے پیاروں کے لئے۔

سلامتی اُن سب دلوں کے لئے جو غمِ حُسین سے لبریز ہیں اور جو جانتے ہیں کہ یہ غم ان کے دِلوں میں ہمیشہ رہے گا اُن کی آخری سانس تک۔

غمِ حسین وہ ذکرِ شہید ہے جو کبھی مر نہیں سکتا۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ ان شہیدوں کو رزق فراہم کیا جاتا ہے؛ اور اس ذکر کا رزق وہ آنسو ہیں جو امام حسینؓ

Marfat.com

کے عاشقین بہاتے ہیں۔ شہید ہرے رنگ کے پرندوں کے جھنڈ میں رہتے ہیں، جو گلشن کے دریاؤں پر جاتے ہیں، اُس کے میوے کھاتے ہیں اور تخت کے سائے تلے سنہرے چراغوں کی روشنی میں بسیرا کرتے ہیں۔

ذکرِ حسین کا مسکن وہ نوری دِل ہیں، جن کی نسبت اُن کے رَبّ سے ہے اور جو نواسائے رسُول ﷺ کی یاد سے کبھی غافل نہیں رہ سکتے۔ شہید، اللہ کے حفظ و امان میں رہتے ہیں، اور رحمتِ ذکرِ کربلا اُن سب کے لئے باعثِ شکر و رحمت ہے جو اپنے نبی پاک ﷺ سے سچے ہیں، اور جو بے شک کوئی اور چیز نہیں مانگتے سوائے آپ ﷺ کی شفاعت، محبّت اور آپ کے اہلبیت کی نعمتوں کے۔

شہید کبھی نہیں مرتے جیسے کہ اللہ قرآن میں فرماتا ہے (۱۶۹ : ۳)

"....انہیں ہرگز مُردہ خیال نہ سمجھو بلکہ وہ اپنے ربّ کے پاس زندہ ہیں، روزی پاتے ہیں"۔ جب شہید مرتے نہیں ہیں، تو اُن کا ذکر کس طرح مَرسکتا ہے، خاص طور سے اُن شہید کا جو شاہِ شہیداں ہیں، یعنی سلطانِ کربلا، حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ جو جوانانِ جنت کے سردار ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ ذکرِ کربلا ہمیشہ زندہ رہے گا۔ بالکل اِسی طرح جیسے کربلا کا لہو جو یومِ حساب تک زندہ رہے گا۔

حضرت امام حُسین رضی اللہ عنہ کی قربانی خالصتاً اُمت کے لئے تھی، دینِ محمدیؐ کی بقا کے لئے تھی۔ اگر وہ چاہتے تو یزید کے ظلم و ستم سے دور رہ کے خاموش اور پُرامن زندگی بسر کر سکتے تھے۔ اگر انہیں صرف اپنے اور اپنے گھرانے کی

Marfat.com

فکر ہوتی، تو وہ یزید کے ہاتھ پر بیعت کر کے، اپنی خاموشی کے بدلے ایک اچھی خاصی رقم وظیفے کے طور پر لے کر خاموش رہ سکتے تھے، چاہے یزید کچھ بھی کرتا۔

مگر وہ ایسا کس طرح کر سکتے تھے! انکی رگوں میں تو رسولُ اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا خون دوڑ رہا تھا۔ وہ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نُوری وجود کا حصّہ تھے۔ وہ اللہ کے دین کے ایسے نقصان کو کس طرح برداشت کر سکتے تھے۔ اُن کی پرورش اور تربیت بہت مختلف انداز میں ہوئی تھی۔ وہ اہلبیت تھے جن کے بارے میں سُورۃ الاحزاب آیت ۳۳ میں اللہ نے فرمایا ہے:

"اے نبی کے گھر والو! اللہ تعالیٰ چاہتا ہے کہ تم سے ناپاکی کو دُور کر دے اور تمہیں اچھی طرح پاک کر دے۔"

جب یہ آیت نازل ہوئی تو ۶ (چھ) ماہ تک جب بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم نماز کے لئے بی بی فاطمہ رضی اللہ عنہا کے گھر کے قریب سے گزرتے تو فرماتے:

"اے نبی کے گھر والو نماز پڑھ لو۔"

اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اہلِ بیت سے تمام دنیاوی آلودگیاں دُور کر لی گئی تھیں۔ اس کا مطلب ہے کہ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کا دِل دُنیاوی خواہشات، سے پاک کر لیا گیا تھا۔ یہ ہی سبب ہے کہ انھوں نے اپنی اور اپنے گھرانے کی قربانی دینے میں لمحہ بھر بھی توقّف نہ فرمائی۔

جب قرآنِ پاک اہلِ بیت کی پاکی کی گواہی دے رہا ہے تو پھر کسے حضرت

Marfat.com

امام حسین رضی اللہ عنہ کے مقام اور مرتبے میں شبہ ہو سکتا ہے اور کون ہے جو ان میں کسی دنیاوی خواہش کی نشاندہی کر سکے۔ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے وارثین تھے۔ اس زمین پر رسولِ پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے آخری ایام کے دوران، بی بی فاطمہ رضی اللہ عنہا اپنے دونوں صاحبزادوں کو اپنے پیارے والد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے پاس لے گئیں اور عرض کی:

"بابا! یہ دونوں آپ کے بیٹے ہیں، ان کو اپنی کسی چیز کا وارث بنا دیجئے!"

اِس پر رسولِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "حسن کے لئے میری ہیبت اور سرداری ہیں، اور حسین کے لئے میری بہادری اور سخاوت ہیں۔"

ایک اور واقعہ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے گھرانے کی عظمت کا اندازہ ہوتا ہے، اور پنجتن پاک کے اُس مرتبہ کا، جو پروردگارِ عالم نے اُن کو بڑے پیار سے عطا کیا ہے۔ حضرت حذیفہ بن الیمن رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

"ایک دن میں نے اپنی ماں سے کہا کہ "براہِ کرم مجھے اجازت دیں کہ میں اپنی مغرب کی نماز نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ پڑھوں"۔ ماں نے "ہاں" کہہ کر اجازت دیدی۔ تو میں نے وہ نماز حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ پڑھی۔ مغرب کی نماز کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے عشاء تک نوافل ادا کئے۔ عشاء کی نماز کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے گھر کی طرف روانہ ہوئے۔ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے ہو لیا۔ میرے قدموں کی چاپ سُن کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا "کون ہے؟ کیا حذیفہ ہو؟" میں نے عرض کیا: "حضور صلی اللہ علیہ وسلم میں ہوں حذیفہ"۔ اس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"تمہیں کیا ضرورت پیش آئی، اللہ تمہیں اور تمہاری والدہ کو بخش دے۔

Marfat.com

یہ ایک فرشتہ ہے جو اس رات سے پہلے کبھی زمین پر نہیں اُترا۔ اس فرشتے نے اپنے پروردگار سے اِس بات کی اجازت لی ہے کہ زمین پر آکر مجھ کو سلام کرے اور مجھ کو یہ خوشخبری سنائے کہ فاطمہؓ جنّتی عورتوں کی سردار ہے اور حسن اور حسین جنّتی نوجوانوں کے سردار ہیں۔"

اگر آپ کو سردارانِ نوجوانِ جنّت کے اخلاق دیکھنے ہوں تو آپ اِسکا تجزیہ اُن کی زندگیوں کے ہزاروں واقعات سے کر سکتے ہیں۔

ایک بار سیدنا امام حسن رضی اللہ عنہ اپنے گھر میں دوستوں کے ساتھ کھانا تناول فرمارہے تھے۔ آپ رضی اللہ عنہ نے ایک غلام سے سالن لانے کو کہا۔ جب غلام سالن کا پیالہ لے کر آگیا، تو پیالہ بڑھاتے ہوئے حادثاتی طور سے گر کر ٹوٹ گیا، سالن امام رضی اللہ عنہ پر گر گیا۔ اس سے غلام بہت زیادہ پریشان ہوا۔ امامِ عالی مقام نے جب غلام کی طرف دیکھا تو اُس نے فوراً ہی یہ آیت پڑھی:

"غصّہ کو پی جانے والے"۔ اِس پر امام حسن رضی اللہ عنہ نے فرمایا "میں نے غصّہ کو پی لیا"۔ پھر غلام نے اگلی آیت پڑھی کہ: "اور لوگوں سے درگزر کرنیوالے" اس پر امام حسن رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ: "جاؤ معاف کیا"۔ پھر غلام نے تیسرا حصّہ پڑھا کہ "ایمان والوں سے اللہ محبّت فرماتا ہے"۔ یہ سن کر سخی امام نے فرمایا:

"جاؤ، میں نے تم کو آزاد کر دیا"۔

ایک ایسا ہی واقعہ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ سے بھی منسوب ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ سخاوت اس خانوادے کی فطرت میں شامل تھی۔

Marfat.com

ایک بار کوئی ضرورت مند امامِ عالی مقام، سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کے در پر آیا۔ اس نے ایک کاغذ پر چند اشعار لکھ کر آپ رضی اللہ عنہ کے پاس بھیج دیئے۔ اشعار یوں تھے:

"میرے پاس کوئی ایسی چیز نہیں رہی، جس سے ایک دانہ خرید ا جا سکے
میری حالت آپ پر ظاہر ہے، بتانے کی حاجت نہیں۔
میں نے اپنی آبرو بچائے رکھی تھی، اُسے کسی کے ہاتھ فروخت کرنا پسند نہیں کرتا تھا
اَب خریدار مل گیا ہے...."

امام صاحب رضی اللہ عنہ نے جب جواب دینے میں تاخیر کی تو اُس شخص نے کچھ اور اشعار لکھے کہ:

"جب میں لوٹوں گا تو مجھ سے پوچھیں گے کہ "صاحبِ فضل سخی نے تجھے کیا دیا؟" تو کیا جواب دوں گا، اگر کہوں گا کہ مجھے دیا ہے تو یہ جھوٹ ہو گا، اور اگر کہوں گا کہ سخی نے اپنا مال روک لیا ہے، تو یہ بات مانی نہ جائے گی۔"

امامِ عالی مقام رضی اللہ عنہ نے ۱۰۰۰ درہم درج ذیل اشعار کے ہمراہ اُس کے پاس بھیج دیئے۔

"تم نے جلدی مچادی ہے سو تمہیں یہ قلیل حصہ مل گیا ہے۔ اگر تم جلدی نہ کرتے تو تمہیں اور زیادہ ملتا۔ اَب لے لو اور یوں سمجھنا کہ سوال کیا ہی نہیں، اور ہم سمجھیں گے کہ گویا ہم نے کچھ دیا ہی نہیں۔"

کون بھلا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم، پنجتن پاک، اور اہلِ بیت کی فضیلت بیان

Marfat.com

کر سکتا ہے۔ وہ ساتوں آسمانوں کے نوری آفتاب کی طرح ہیں۔ وہ سرچشمۂ ہدایت اور روشن دلیل، عزم و ہمت ہیں۔ وہ اپنے دشمنوں کے آگے چٹان ہیں، جو اتنے مضبوط ہیں کہ انہیں کوئی ہلا بھی نہیں سکتا۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے فولادی بازوؤں نے یہ ثابت کیا، حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ کے صبر و صلح نے یہ دیکھا دیا، اور حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کی عظیم شہادت نے یہ ثابت کر کے دیکھایا۔

اور جہاں تک دلوں کا معاملہ ہے، وہ تو اپنے رسولِ پاک صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کے پیاروں کے لئے احترام و محبت میں سرشار ہیں۔ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا گھرانہ ہیں، حیدرِ کرار، شیرِ خدا، حضرت علی کرم اللہ وجہہ، خاتونِ جنت بی بی فاطمہ بتول رضی اللہ عنہا، امام جود و سخا سیدنا امام حسن مجتبیٰ رضی اللہ عنہ، شاہِ کربلا، شاہ شہیداں سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ، رسولِ پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے تمام ازواجِ مطہرات اُمہات المومنین اور نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے خونی رشتہ دار جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے، اور حتیٰ کہ وہ بھی جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پردہ فرمانے کے بعد آئے اور صاحبِ ایمان رہے، وہ سب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے شجرۂ شریف اور خاندان میں شامل ہیں۔

قرآن کی آیتِ مباہلہ میں بھی ہے کہ کون کون نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے دل سے نزدیک ترین تھے۔ واقعہ یہ ہے کہ بنی نجران، جو ایک عیسائی قبیلہ تھا، اور اپنے نظریۂ تثلیث پر سختی سے قائم تھا، وہ مسلمانوں سے مُباحثہ کرتے رہتے تھے۔

اللہ تعالیٰ نے نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم سے فرمایا کہ وہ انہیں مباہلہ کی طرف بلائیں۔

مُباہلہ کہتے ہیں کہ: فریقین نہایت عاجزی سے اللہ تعالیٰ کے دربار میں یہ

Marfat.com

دُعا کریں کہ ان میں سے جو جھوٹا ہو اس پر اللہ تعالیٰ کی لعنت ہو) جو آیت مباہلہ کے لئے نازل ہوئی تھی وہ یہ تھی کہ :

"اے حبیبِ مکرم! آپ فرما دیجئے کہ آؤ ہم بلائیں اپنے بیٹوں کو بھی اور تمہارے بیٹوں کو بھی، اپنی عورتوں کو بھی اور تمہاری عورتوں کو بھی، اپنے آپ کو بھی اور تم کو بھی، پھر بڑی عاجزی سے اللہ کے حضور التجا کریں پھر بھیجیں اللہ تعالیٰ کی لعنت جھوٹوں پر۔"

تو ایک دن حضور سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم، حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ اور حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کی انگلیاں پکڑے ہوئے تشریف لائے، اور آپ کے پیچھے بی بی فاطمہ زہرہ رضی اللہ عنہا اور حیدرِ کرار، شیرِ خدا حضرت علی کرم اللہ وجہہ ساتھ ساتھ چلے آ رہے تھے اس طور سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے نجران کے وفد کو مباہلہ کا اشارہ دیا۔ جب عیسائیوں کے بڑے پادری نے پنجتنِ پاک کے نورانی چہروں کو دیکھا تو اُس نے پریشان ہو کر کہا:

"اگر تم نے اِن سے مباہلہ کیا تو یاد رکھو تمہارا نام و نشان مِٹ جائے گا۔"

عیسائیوں نے کچھ وقت صلح مشورے کے لئے لیا اور دوسرے دن مباہلہ کرنے سے انکار کیا۔ اس کے بدلے انہوں نے جزیہ دینا منظور کیا اور مسلمانوں سے صلح کر لی۔

اگر آپ جاننا چاہتے ہیں کہ اہل بیت اور آپؐ کے پاک گھرانے کا مقام کیا ہے، تو اتنا ہی جاننا کافی ہے کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے محبوب تھے، اور جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا محبوب ہو، وہ اللہ کا بھی محبوب ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا گھرانہ

Marfat.com

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دل کے کتنے قریب تھا، اور اخلاق و اطوار میں وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے کتنے قریب تھے، یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس بیان سے ظاہر ہے کہ: "مجھے میرے اہل بیت میں تلاش کرو۔"

بی بی فاطمہ رضی اللہ عنہا، حضرت علی کرم اللہ وجہہ اور حسنین کریمین کے لئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی کامل محبّت اور شفقت اُس واقعہ سے ظاہر ہے کہ جب آیتِ تطہیر نازل ہوئی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اِن سب کو بلوایا، اور پھر ننھے حسن اور حسین کو اپنی گود میں بٹھایا، بی بی فاطمہ رضی اللہ عنہا کو اپنے ایک پہلو میں اور حضرت سیدنا علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ کو اپنے دوسرے پہلو میں بٹھایا، اور پھر اپنی کالی کملی سے ہر ایک کو ڈھانپ لیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پھر اللہ سے دُعا کی:

"اللہ، یہ میرے اہل بیت ہیں، تو اِن سے آلودگی کو دور فرما کر خوب پاکیزہ کر دے۔"

بھلا کون اِن خوبصورت انوار کے مقام کا اندازہ لگا سکتا ہے جب کہ اللہ نے خود ہی اِن کے بارے میں فرمایا کہ: "اِنہیں خود اُن کے اللہ نے پاک و صاف کر دیا ہے۔ بیشک وہ سب پاکیزہ نفوس ہیں۔" یہ وہ ہیں جن کے بارے میں اللہ نے سورہ شوریٰ (۲۳) میں فرمایا ہے: قُلْ لَّآ اَسْـَٔلُكُمْ عَلَيْهِ اَجْرًا اِلَّا الْمَوَدَّةَ فِى الْقُرْبٰى ؕ : (ترجمہ): "تم فرماؤ، میں اِس پر تم سے کچھ اُجرت نہیں مانگتا، مگر قرابت کی محبّت۔" جب صحابہ کرام نے پوچھا کہ: "یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! ہمیں فرما دیجئے کہ آپ کے وہ قریبی کون ہیں جن سے

Marfat.com

محبت کرنا ہم پر لازم قرار دیا گیا ہے؟'' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''علی، فاطمہ والحسن، حسین اور اُن کے بیٹے۔''

اُن کی مدحت ہے کلام اللہ کی آیت میں
ہے حدیثوں میں بھی ذکر قدر و شانِ اہلبیت
اُنکا حُب، مولا کا حُب، اُنکی رضا، ربّ کی رضا
ایسا قرب ایسی فضیلت ہے نشانِ اہلِ بیت
کامل الایمان وہ ہیں جن کو جان و اولاد سے
ہوں پیارے مصطفیٰ اور خاندانِ اہلِ بیت

یہ سچ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، ''کوئی بندہ اُس وقت تک مومن نہیں ہو سکتا جب تک کہ میں اُس کے نزدیک اِس کی جان سے بھی محبوب تر نہ ہو جاؤں اور میرے اہل بیت اُسے اُس کے اہل خانہ سے محبوب تر نہ ہو جائیں اور میری اولاد اُسے اپنی اولاد سے بڑھ کر محبوب نہ ہو جائے اور میری ذات اُسے اپنی ذات سے محبوب تر نہ ہو جائے۔'' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ فرمایا کہ: ''میرے اہلِ بیت کی مثال کشتیِ نوح کی طرح ہے، جو اِس میں سوار ہوا نجات پا گیا اور جو پیچھے رہ گیا وہ ڈوب گیا۔''

- یہ حدیث آج کے حالات سے بہت زیادہ مطابقت رکھتی ہے۔

اہل بیت کی اس کشتی کو کشتیءِ نورِ نبی کہتے ہیں اور یہ ہی کشتی اِن پُرفتن زمانے میں راہِ نجات ہے۔ لیکن سوال یہ ہے کہ آپ کو اِس کشتی میں سوار ہونے کیلئے کیا

Marfat.com

کرنا چاہیئے؟ سب سے پہلے یہ کہ آپ کا دِل رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا بے دام غلام بن جائے۔ اُن کے لئے آپ کی محبت بے لوث اور بے پناہ ہونی چاہیئے، اِس قدر زیادہ کہ کوئی اور چیز آپ کو نہ بھائے۔

حتیٰ کہ خود کو اور اپنے گھرانے کو بھی خاطر میں نہ لائیں۔ غرض کہ دَھن دولت یا دنیا کی کوئی بھی شے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور اُن کے گھرانے سے زیادہ عزیز نہ لگے۔ یعنی سچّی محبت ہو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے، سچّی محبت ہو اہل بیت کے لئے، سچّی محبت ہو حضرت علی کرم اللہ وجہہ اور حضرت فاطمہ زہرہ رضی اللہ عنہا کے لئے، سچّی محبت ہو امام حسَن رضی اللہ عنہ اور حضرت امام حُسین رضی اللہ عنہ کے لئے اور اُن کے پیاروں کے لئے۔ بس انہی چیزوں کا دِل میں ہونا شرط ہے۔

یہی وہ کشتی ہے جو طوفانِ آخر میں چلے گی، یعنی زمان کے خاتمہ کی آزمائشوں میں، وہ وقت جب ہر ایک کو سخت بدامنی اور انتشار کا سامنا کرنا پڑے گا، وہ وقت جب کوئی بھی قانون، خواہ وہ دنیاوی ہو یا الٰہی، اُسے کوئی بھی نہیں مانے گا۔ وہ وقت جب عجیب واقعات رُونما ہوں گے، جب زمین و آسمان خشیتِ الٰہی سے ہلنے لگیں گے۔ وہ وقت جب شیطان جذبات میں اتنا مغلوب ہو گا کہ وہ ہر اُس شخص کو تباہ کرنے پر تیار ہو گا جو اُس کی بات سنے گا۔ وہ وقت جب خون پانی سے زیادہ سستا ہو گا، وہ وقت جب ایک دوسرا کربلا بے شمار معصوم لوگوں کی جان لے گا۔ وہ وقت جب "وقت" کی کوئی قدر باقی نہیں رہے گی، یہ اتنی تیز دوڑے گا کہ جیسے وہ وقت کے خاتمہ کی ہولناکی سے دُور بھاگتا

Marfat.com

چاہتا ہو۔

یہ طوفان آخر ہے جس میں کشتیءِ نورِ نبی تیر رہی ہے۔ طوفان شروع ہو چکا ہے، کشتیءِ نورِ نبی کے بادبان کھل گئے ہیں اور اسی طرح اُس پر سوار ہونے کا وقت بھی۔ یہ داخلہ پوری اُمّت کیلئے ہے، بس اللہ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا نور طلب کریں، یعنی یہ کہ نورِ نبی آپ کے دلوں میں داخل ہو، اور بے شک یہ نور آپ کو مکمل پاک کر دے گا۔ یہ آپ پر لگی ہوئی دنیاوی آلودگی کو ہٹا دے گا تاکہ آپ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی کشتی میں داخل ہو سکیں۔

اے اُمّتِ محمدی! بس، اُن مبارک ہستی کے ہاتھوں کو تھامے رکھیں جو آپ سب کے لئے ہر دم دُعا گو ہیں، اور اُن کے اہلِ بیت بھی، اُن کے صحابہ بھی اور اُن کے اولیاء بھی۔ اُن میں سے ہر ایک کے ہاتھ کو تھامے رکھیں، اور پھر کچھ ہی دیر میں آپ خود کو اس مبارک کشتی کا سوار محسوس کریں گے۔

اللہ آپ سب پر کرم فرمائے۔

آمین

Marfat.com

۲۳ دسمبر ۲۰۱۱ء (۲۰۳)

نورِ نبیؐ

• صلوٰۃ نورِ نبی

شروع اللہ کے بابرکت نام سے جو تمام عالمین کا ربّ ہے، جو ازل سے موجود ہے اور جو اَبد (کے بعد) تک موجود رہے گا اور اس کی حکومت کی نہ کوئی شروعات ہے اور نہ کوئی اختتام، اور جو صرف اُسی کی ہے اور اُس میں کوئی شریک نہیں۔

دُرود و سلام محبوبِ ربّ، محبوبِ عاشقین پر، جو صاحبِ شفاعت اور رؤف الرّحیم نبی ہیں۔

سلام، رحمت اور برکتیں ہوں آپ سب کے لئے اور آپکے پیاروں کے لئے۔ سلامتی ہو اُن سب مومنین کے لئے جو زمان کے اس آخری دَور میں جی رہے ہیں اور پھر بھی سیدھے راستے پر ہیں۔ بے شک اس کا سبب یہ ہے کہ اللہ کی رحمت اُن پر سایہ فگن ہے۔

ہم "نورِ نبی"، یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے "نور" پر گفتگو کر رہے تھے۔ یہ "نور" اس کائنات کی ہر شے میں موجود ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ پوری کائنات اسی "نور" سے تخلیق کی گئی ہے۔

جب ابھی یہ کائنات نہیں بنی تھی، اللہ نے اپنے نُور سے رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

Marfat.com

کے نور کو پیدا فرمایا، اور یہ نور اُس مقام پر قیام پذیر رہا جہاں اللہ نے چاہا، اور اُس وقت کسی بھی دوسری چیز کا وجود نہ تھا، نہ لُوح تھا، نہ قلم تھا، نہ جنت تھی، نہ دوزخ، نہ ملائکہ کا ہجوم تھا، نہ زمین تھی نہ سورج تھا، نہ چاند، نہ جنات تھے، نہ انسان، نہ اِن میں سے اَب تک کسی کو بھی پیدا نہیں کیا گیا تھا۔

بس یہی نور تھا جلوہ نما۔ پھر اللہ جلّ شانہٗ نے اپنی قدرتِ کاملہ سے عملِ تخلیق کا ارادہ فرمایا۔ اِسلئے اُس نے اِس نور کو چار حصّوں میں تقسیم فرمایا۔ پہلے حصّے سے قلم کو تخلیق کیا، دوسرے حصّے سے لُوح کو جنم دیا، تیسرے سے عرش کو پیدا فرمایا۔ پھر اُس نور کے چوتھے حصّے کو مزید چار حصّوں میں تقسیم فرمایا۔

اُس کے پہلے حصّے سے عرش کو اُٹھانے والے فرشتوں کو پیدا فرمایا، دوسرے حصّے سے کرسی کو بنایا، تیسرے حصّے سے اور آسمانی فرشتوں کو جنم دیا اور چوتھے حصّے کو مزید تقسیم فرمایا۔

اِس حصّے کو بھی چار حصّوں میں تقسیم کیا۔ اِس کا پہلا حصّہ آسمانوں کی تخلیق میں استعمال کیا، دوسرے سے زمین کی تخلیق کی، تیسرے حصّے کو جنّات اور آگ کی تخلیق میں لگایا، اور چوتھے حصّے کو پھر چار حصّوں میں تقسیم فرمایا۔

اِن کے ایک حصّے سے مومنین کے چہروں کے نور کو بنایا گیا، دوسرے حصّے سے اُن کے دلوں کو منوّر فرمایا اور انہیں علم العرفان سے بھر دیا، تیسرے حصّے سے اُن کی زبانوں کے نور کو پیدا فرمایا جو توحید کا نور ہے، اور چوتھے حصّے سے رُوحِ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے مختلف انوار کو پیدا فرمایا گیا۔

Marfat.com

اللہ نے اِس نور سے ایک زمردی چراغ بھی بنایا، جسے ایک نوری زنجیر سے ایک درخت سے لٹکا دیا۔ پھر اللہ نے رُوحِ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو اُس چراغ میں رکھا اور اُسے حکم فرمایا کہ وہ اُس کی ثناء کرے بے انتہا خوبصورت ناموں سے۔ اُس نے حکم کی تعمیل کی اور ہر ایک نام کا وِرد ۱۰۰۰ سال تک کیا۔

جب وہ نام "الرحمٰن" تک پہنچی تو نگاہِ رحمت اُس پہ پڑی اور رُوح حیا سے پسینے پسینے ہوگئی۔ اُس سے ٹپکنے والے پسینے کے قطرے اِتنے تھے کہ جتنے انبیاء و رسول آنے والے تھے یعنی گلاب کی خوشبو والا ہر ایک قطرہ ہر ایک پیغمبر کی رُوح میں تبدیل ہوا۔ وہ سب درخت سے لٹکے چراغ کے گرد جمع ہوگئے اور اللہ تعالیٰ نے رُوحِ محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا:

"یہاں دیکھو، یہ ہے نبیوں کا عظیم اجتماع جن کو میں نے تمہارے پسینے کے موتی جیسے قطروں سے بنایا ہے۔"

اِس حکم کی تعمیل میں آپ نے اُن پہ نگاہ ڈالی اور جیسے ہی نظر اُن پر پڑی، ویسے ہی تمام نبیوں کی اَرواح محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے نُور میں سما گئیں اور انہوں نے باآواز بلند پکارا: "اے ہمارے ربّ! یہ کون ہیں جنہوں نے ہمیں اپنے نُور میں لپیٹ لیا؟" ربّ تعالیٰ نے فرمایا: "یہ میرے محبوب محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا نور ہے۔ اگر تم اِن پر ایمان لاؤ گے اور اُن کے پیغام کی تصدیق کرو گے، تو میں تم کو نبوت سے سرفراز کروں گا۔"

یہ سُن کر تمام انبیاء کی ارواح نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت پر ایمان لانے کا

Marfat.com

اعلان کیا۔ اور رب نے فرمایا: "میں تمہارے اس اعلان پر گواہ ہوں۔" اور اُن سب نے حامی بھرلی۔ جیسے کہ قرآنِ پاک میں فرمایا گیا ہے:

"اور جب اللہ نبیوں سے مخاطب ہوا تو فرمایا: "میں نے تم کو کتاب اور حکمت عطا کی؛ پھر تمہارے پاس ایک رسُول آئیں گے اور اُس کی تصدیق کریں گے جو تمہارے پاس ہے، اور تم اُن پر ایمان لاؤ گے اور اُن کی مدد کرو گے۔ کیا یہ تمہیں منظور ہے"؟ اُس نے فرمایا: "کیا تم اس شرط پر میرا بوجھ اُٹھاؤ گے؟" انہوں نے جواب دیا" ہمیں منظور ہے"۔ (پھر) اللہ نے کہا "گواہ رہنا اور میں گواہوں میں تمہارے ساتھ ہوں گا۔" (سورۂ آلِ عمران: ۸۱)

پھر اِس انتہائی مقدس رُوح نے بے انتہا حَسین ناموں کا وِرد دوبارہ جاری رکھا۔ جب وہ نام" القہار" پر آئی تو اُس کے سَر سے دوبارہ پسینے کے قطرے گرنا شروع ہوئے اس شانِ جلالت کے خوف کی شدت سے اور پسینے کے اِن قطروں سے اللہ نے پاک فرشتوں کی اَرواح کو تخلیق کیا۔

اُن کے چہرے کے پسینے سے اللہ نے تخت اور دربارِ الٰہی بنائے۔ آپ کے سینے مبارک کے پسینے سے اُس نے علماء، شہداء اور صالح مومنین کی ارواح کو پیدا فرمایا۔ آپؐ کی کمر کے پسینے سے بیت المعمور اور کعبہ، بیت المقدس اور روضۂ مطہرہ (یعنی) مدینہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا روضہ کو بنایا گیا اور اسی طرح دنیا کی تمام مساجد کی تعمیر ہوئی۔ آپ کی بھنوؤں کے پسینے سے تمام مومنین کی ارواح کو پیدا فرمایا۔

Marfat.com

آپ کی پیٹ کے نچلے حصے کے پسینے سے تمام کافروں، آتش پرستوں اور بت پرستوں کی ارواح کو بنایا گیا۔ آپ کے پیروں کے پسینے سے اللہ نے تمام زمین، مشرق تا مغرب اور جو کچھ اُس میں ہے بنائیں۔ پسینے کے ہر ایک قطرے سے ایک مومن یا کافر کی روح کو پیدا کیا گیا۔ یہی سبب ہے کہ رسولِ پاک صلی اللہ علیہ وسلم کو "ابوارواح" کہا جاتا ہے، یعنی ارواح کے والد۔

تو آپ نے ملاحظہ کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا نور، یعنی نورِ نبی، پوری کائنات کی ہر چیز میں کس طرح موجود ہے۔ اس کی چمک دِلوں کو روشن کرتی ہے۔ اس کا نور سورج، چاند اور ستاروں کو روشن کرتا ہے۔ اس کی تجلّی سے دنیا میں رنگ پھیلتے ہیں، اور اس کی حرارت عاشقوں کو عشق فراہم کرتی ہے۔ اللہ کے سوا کوئی نورِ نبی کے حُسن کو بیان نہیں کر سکتا۔

وہ لوگ جو نبی آخر الزّمان صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ اس زمین پر اُن کی حیاتِ مبارکہ کے دوران موجود تھے، وہ اِس نور کے براہِ راست وصول کنندہ تھے۔ یہی وجہ ہے کہ اُن کی بزرگی اور عظمت کی مثال نہیں۔ وہ آپ کے نہایت حسین صحابہ اور محترم اہلِ بیت تھے۔ حتیٰ کہ وہ سب مومنین جو آپ سے مختصراً ملے ہوں، اُن کے دِلوں میں بھی اِس نور کا ایک حصہ اُتر گیا۔ یہ نور قلبِ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے پھوٹ کر لوگوں کے سینوں میں داخل ہوتا رہتا تھا۔

اگر وصول کنندہ مومن ہوتا، تو یہ اُس کے دِل میں داخل ہوتا تھا۔ لیکن اگر وہ کافر ہوتا، تو وہ نور پلٹ جاتا اور دِل میں داخل نہیں ہو پاتا۔ ایسے کئی لوگ تھے

Marfat.com

جو شروع میں مومن نہ تھے لیکن اُن کا خاتمہ ایمان کا تھا۔ ایسی صورت میں یہ نورِ نبی تھا جو اُن کے دلوں کو صاف کرنا اور انہیں اللہ کے پیغام کو وصول کرنے کے قابل بناتا تھا۔

جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس دُنیا سے پردہ فرمایا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اِرد گِرد موجود لوگوں نے اپنے دِلوں میں زبردست تبدیلی محسوس کی۔ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ اِس بارے میں روایت کرتے ہیں کہ :

"جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے، تو پورا مدینہ روشن ہو گیا اور جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دنیا سے تشریف لے گئے، تو مدینہ تاریک ہو گیا۔ ہم نے رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو قبرِ اطہر میں سُلایا۔ ابھی ہمارے ہاتھوں میں قبرِ اطہر کی مٹی لگی ہوئی تھی کہ ہمیں اپنے دِل بدلے ہوئے لگے۔"

صرف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی موجودگی ہی اِن کے لئے "خاص" لئے ہوئے تھی۔ وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا نور تھا جو اِن کے دِلوں کو منور کرتا تھا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس دنیا سے رخصت فرمانے کے بعد اس نور کی شدّت پہلی جیسی نہ رہی۔ لیکن اِس کا مطلب یہ نہیں کہ اِس نور سے رحمت آنا بند ہو گئی یہ دُنیا اُس سے محروم ہو گئی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اہلِ بیت اور صحابۂ اکرام جو اُس نور کے براہِ راست وصول کنندگان تھے، انہوں نے اِس نُور کو دُنیا میں پھیلانا شروع کیا۔ اُن کے دَور کے بعد تابعین اور تبعہ تابعین نے اِس نور کو اپنے لوگوں میں تقسیم کیا۔ اُن کے بعد اولیاء کرام کو اِس نورِ نبی سے دُنیا کو منور کرنے کی

Marfat.com

ذمہ داری سونپی گئی۔

لیکن جوں جوں وقت گزرتا گیا اور لوگوں نے صالحین اور اولیاء کرام کی صحبت میں بیٹھنا چھوڑ دیا، تو دل تاریک ہونا شروع ہو گئے اور محمد ﷺ کے نُور نے اُن کے دِلوں میں پہنچنا چھوڑ دیا۔ نُورِ نبی ایک دِل سے دوسرے دِل میں منتقل ہوتا ہے، اگر آپ اُسے حاصل کرنا چاہتے ہیں، تو آپ کو چاہیئے کہ کسی ایسے شخص کے پاس بیٹھیں جس کے پاس یہ نور موجود ہو۔

بد قسمتی سے آج کے دور کے لوگ اپنے دنیاوی معاملات میں بہت مصروف ہیں۔ وہ اپنے دُنیاوی مقاصد حاصل کرنے کے لئے بہت زیادہ مشغول ہیں۔ اِسی لئے تو اُن کے پاس رُوحانیت کے لئے نہایت محدود وقت ہے۔ وہ کنکریٹ، اینٹوں اور پتھروں کے بیچ رہتے ہیں۔ یہ ہی وجہ ہے کہ وہ ہر چیز کو دُنیاوی نقطۂ نگاہ سے جانچتے ہیں۔ اُن کا پیمانہ چاندی اور سونے کو تولنے والا پیمانہ ہے، یا پھر شہرت اور طاقت والا ہے۔ یہ ہے وہ طریقہ جس سے وہ لوگوں کو جانچتے ہیں۔

وہ سب دنیاوی سرمائے کو ترازو کے ایک پلڑے میں رکھتے ہیں اور انسان کو دوسرے میں، اور پھر وہ اُسے تولتے ہیں۔ اگر ترازو اُوپر اُٹھتا ہے، جس کے معنی ہیں کہ اُس آدمی کی دولت کا وزن اُس کے اپنے وزن سے زیادہ ہے، پھر اُس آدمی کی کوئی اہمیت ہے۔ لیکن اگر معاملہ اِس کے برعکس ہے، تو پھر وہ دنیا والوں کی نظر میں بے کار ہے اور وہ اس کی موجودگی کو پسند نہیں کرتے۔ یہ ہی وجہ ہے کہ

Marfat.com

وہ اللہ کے دوستوں تک اتنی آسانی سے رسائی حاصل نہیں کر سکتے۔ اللہ کی نگاہ میں دھن، دولت اور شہرت کس طرح جانچنے کے معیار ہو سکتے ہیں؟

جانچنے کا اصل معیار تو درحقیقت آدمی کا دِل ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ دولت تو چوری بھی ہو سکتی ہے یا اُسے غلط ذریعے سے حاصل کیا جا سکتا ہے۔ شہرت انسان کو مغرور اور اَنا پرست بنا سکتی ہے۔ اُسے شہرت کا چسکا اس قدر لگ جاتا ہے کہ ہو سکتا ہے کہ وہ بلند مقام تک پہنچنے کے لئے جھوٹ اور بد دیانتی سے گریز نہ کرے۔ بالکل اسی طرح قوّت و اختیار غلط طریقے سے استعمال کئے جا سکتے ہیں اور طاقت کا غلط استعمال دوسروں کے حقوق کو پامال کر سکتا ہے۔

یہ تو صرف ایک مومن کا پاک دِل ہی ہے جو بے لوث خیال رکھنے والا اور مہربان ہے۔ ایسا دِل دوسروں کے دَرد کو محسوس کرتا ہے یہ دوسروں کی خوشیوں سے خوش ہوتا ہے اور دوسروں کے غم سے یہ اُداس ہوتا ہے۔ یہ دوسروں کے دِلوں، احساسات اور جذبات کا خیال رکھتا ہے۔ جو شخص ایک ایسے دِل کا مالک ہے، وہ بڑا دولت مند شخص ہے، اس لئے کہ اُس پر اللہ کی رحمتیں ہیں۔ ایسا دِل اللہ کی رحمتوں، اُس کے عرفان اور اُس کے نور کیلئے بہترین آستانہ ہے اور وہ رُوحانیت سے زیادہ آگاہ ہوتا ہے۔

یہی وجہ ہے کہ ایسے دِلوں کے مالک اُن اللہ والوں کی تلاش میں رہتے ہیں جو کامل مرشد ہوں، تاکہ وہ اُن سے زیادہ فیض حاصل کر سکیں۔ یہ مُرشدین کامل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نور کے براہِ راست فیض یافتہ ہیں۔ وہ اس کے اَمین

Marfat.com

ہیں اور اسے ہر سو پھیلانے کے ذمّہ دار ہیں۔ یہ نور بالکل ایک چھوٹے سے شعلے کے مانند ہے جو دِلوں کو بھڑکاتا ہے۔ یہ شعلہ ہر وقت دِل کے مرکز میں بھڑکتا رہتا ہے اور جب بھی دُنیا کی ذرہ بھر دھول دِل میں داخل ہوتی ہے تو یہ شعلہ آناً فاناً اِسے جلا کر وہاں سے ہٹا دیتا ہے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے نور کو پھیلانے کا اللہ کا یہ طریقہ ہے، خاص طور سے زمین کے اِس آخری دَور میں۔ یہ نور ہر اُس شخص کے پاس ہر وقت موجود رہتا ہے جسے مرشد کا مقام عطا ہوا ہے۔ لیکن شرط یہ ہے کہ وہ اپنے قول کا سچّا ہو۔

اللہ کے اِن مرشدین نے ایک حَلفِ وفاداری پر اتفاق کیا تھا۔ اور اِس بات کا وعدہ کیا تھا کہ وہ اپنے اللہ اور اُس کے انبیاء اور خاص طور سے رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سچے اور وفادار رہیں گے، چاہے زمانہ اُن پر کتنا ہی سخت کیوں نہ ہو۔ یہ حلفِ وفاداری یوم میثاق میں دیا گیا تھا، اُس دن جب تمام اَرواح سے کہا گیا تھا کہ وہ اپنے اللہ کے آگے جُھکیں۔ یہ وہ وقت تھا جب نورِ نبی کا یہ شعلہ تمام مرشدینِ کامل کے دِلوں میں داخل ہوا۔ اور وہ اُسی دِن سے اس کے اَمین ہوتے۔

یہ نور آج کے زمانے میں ایک ضرورت ہے۔ آنے والا وقت ہر دِن گزرنے کے ساتھ زیادہ مشکل ہوگا۔ آپ کو زیادہ انتشار اور زیادہ خونریزی نظر آئیں گیں۔ سچے مذہب کا اظہار بھی آپ کے لئے مشکل ہو جائے گا۔ ایسے کئی لوگ ہوں گے جو اسلام کے طور طریقوں کو بدلنا چاہیں گے۔ وہ اس کے قوانین اور ضابطوں کے بارے میں بحث کریں گے۔ وہ اِس بات پہ بحث کریں گے کہ اسلام کو کس طرح

Marfat.com

بدلے ہوئے وقتوں سے ہم آہنگ کریں۔ وہ اِس پر بحث کریں گے کہ قرآن کی صحیح تشریح نہیں ہوئی ہے اور اُس کی صحیح تشریح کو صرف وہی جانتے ہیں۔

وہ محبت اور عشق پر بات ہی نہیں کرنا چاہیں گے۔ اُن کی نظر میں اللہ سے محبت کرنے والا ہر ولی اور حتیٰ کہ نبی، سب عام انسان ہیں جن کا اس قدر عزت و احترام نہیں ہونا چاہیئے اور نہ اُن سے اتنی محبت کی جانی چاہیئے۔ پوری دُنیا انتشار کا شکار ہوگی۔ ہر آدمی اپنی اپنی بولی بولے گا اور دوسروں سے گستاخی کرے گا۔

آپ دیکھیں گے کہ سچے لوگوں پر انتہا پسندی، تشدد، غیر انسانیت اور بے لچک ہونے کے الزامات لگیں گے، اور اِس کے نتیجے میں اسلام کی کئی نئی صورتیں سامنے آئیں گی۔ ہوسکتا ہے کہ کچھ لوگ اِسے "نرم چہرہ" کہیں اور ہوسکتا ہے کچھ اسے "آزاد خیال اسلام" کہیں۔ یہ دراصل وہ وقت ہے جس کی پیش گوئی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمائی تھی جیسے کہ:

"جب کوئی شخص صبح کے وقت اُٹھے گا، تو وہ صاحبِ ایمان ہوگا، لیکن رات ہوتے ہوتے وہ اپنا سب سے قیمتی اثاثہ یعنی اپنے دین اور اپنے ایمان سے محروم ہو چکا ہوگا۔ بالکل اسی طرح ایک شخص رات کے وقت صاحب ایمان ہوگا، لیکن دن ہوتے ہوتے وہ ایمان سے محروم ہوگا اور اُسے اِس کی خبر تک نہ ہوگی۔"

اَب ذرا سوچیئے تو کہ خود کو زمان کے خاتمے کی اس ہولناکی سے بچانا کتنا اہم ہے۔ وہ دِل جن میں نورِ نبی موجود ہے، وہ کبھی گمراہ نہ ہوں گے۔ وہ ہر وقت اللہ کی پناہ میں ہوں گے۔ یہ نور اُن تمام مرشدین کے پاس موجود ہے جو

Marfat.com

کامل ہیں، جو دوسرے اولیاء اللہ کے ہاتھ تھامے ہوئے ہیں اور جن پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے کرم کا سایہ ہے۔

آپ ایسا شخص کہاں پائیں گے؟ ایسا شخص وہ ہے جن کے چہرے سے نورِ محمدی جھلکتا ہو، جن کی زندگی سے نورِ محمدی جھلکتا ہو، جن کی گفتار میں نورِ محمدی جھلکتا ہو، اور جن کے دِل سے نورِ محمدی جھلکتا ہو۔ جب آپ کسی ایسے شخص کی خدمت میں بیٹھتے ہیں تو وہ آپ کو لمحوں میں آپ کے اللہ کے پاس لے جائیں گے۔ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا عکس ہوں گے اور اُن کے دِل میں سارے جہاں کے لئے درد ہو گا۔ ایسے ہی شخص نورِ محمدی کے امین ہیں۔ اگر آپ چاہتے ہیں کہ یہ نور آپ کے دل میں داخل ہو تو آپ بس ایسے شخص کے ہاتھوں کو تھامے رکھیں۔ جلد ہی آپ دیکھیں گے کہ وہ آپ کو نیا انسان بنائیں گے۔

آپ کی زندگی میں بدلاؤ آنا شروع ہو جائے گا۔ اُس میں سادگی آئے گی، اور وہ دوسروں کے لئے زیادہ رحمدل ہو گی۔ آپ اپنے دِل میں اللہ کے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے ایک گہرا درد محسوس کریں گے۔ اور آپ کی زبان ہر وقت اللہ کے ذکر اور اُس کے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کے دُرود و سلام سے تر رہے گی۔ کشتیٔ نورِ نبی میں داخل ہونے کی واحد شرط دِل میں نورِ نبی کا ہونا ہے۔ اِس نور کو حاصل کرنے کے لئے زندگی میں سادگی اختیار کرنے اور زندگی کے ہر قدم پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سُنّت کی اتباع کرنا ضروری ہے۔ اپنی زبان کو ذکر سے تر رکھئے اور اپنی زبان کو بھی گناہ، غصّہ، غیبت اور جھوٹ سے بچائے رکھیں۔ اپنے دِل اور اپنے ارادوں پر ہر وقت کڑی

Marfat.com

نگاہ رکھیں۔

● اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایک نماز عطا ہوئی ہے۔ جسے صلوٰۃِ نورِ نبی کہتے ہیں۔ اس صلوٰۃ سے نورنبی کی شدت میں روز بروز اضافہ ہوتا ہے۔ یہ نماز صرف فجر کے وقت پڑھی جاسکتی ہے۔ چار۴ رکعتوں کی نیت کریں ہر رکعت میں سورۃ الفاتحہ کے بعد سورۃ الکوثر پندرہ(۱۵) مرتبہ، ہر سجدہ میں تسبیح پڑھیں سُبْحَانَ رَبِّیَ الْعَلٰی، پھر تین۳ مرتبہ پہلا کلمہ پڑھیں لَآ اِلٰـہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ۔ اس نماز کا ایک ہی سلام ہے۔ نماز کے بعد دس۱۰ بار اَللّٰہُ الصَّمَدُ اور دس۱۰ بار درودِ نور پڑھیں۔ اپنی دُعا میں نہایت عاجزی سے 'نورِ نبی کی اور اپنے رسُول صلی اللہ علیہ وسلم کی کشتی کی طلب کریں۔

یہ سب ہر ایک کیلئے لازمی نہیں ہے۔ یہ صرف اُن کے لئے ہے جو فنا فی الرسول کے مقام میں داخل ہونا چاہتے ہیں اور جو اپنے وجود میں عشقِ محمدی سمونا چاہتے ہیں۔ یہ اُن لوگوں کے لئے بھی ہے جو وقتِ خاتمہ کے فساد سے بچنا چاہتے ہیں۔

کشتیءِ نورِ نبی کے بادبان کھول دیئے گئے ہیں۔ اللہ کے تمام عاشقین، اُس کے پیارے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم، رسولِ پاک کے اہلِ بیت اور اولیاء اللہ سے محبت کرنے والوں کو اس کشتی میں سوار ہونے کی دعوت ہے۔ اپنے کامل مُرشد کے ہاتھوں کو تھامے رکھیں اور پھر دیگر تمام سچی ارواح کے ہاتھ پکڑ کر کشتی میں داخل ہو جائیں۔ انشاءاللہ بہت جلد آپ سب اپنے رؤف الرحیم رسول حضرت احمد مجتبیٰ محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی رحمتوں کے زیرِ سایہ ہوں گے۔

(آمین)

Marfat.com

۳۰ دسمبر ۲۰۱۱ء (۲۰۴)

بدلتے حالات

شروع اللہ کے بابرکت نام سے جو نہایت رحم والا اور مہربان ہے، واحد اور یکتا ہے، کرم والا ربّ ہے، جو اُن سب کا نگہبان اور پالن ہار ہے جو پیدا کئے گئے ہیں۔

دُرود و سلام رَبّ کی محبت پر، اُس خوبصورت دل پر جو صرف اُس کے محبوب کے لئے پیدا کیا گیا تھا، اور جو ہر وقت اپنی اُمّت کے لئے دُعا گو ہے۔

☆

سلام، رحمت اور برکتیں ہوں آپ سب کے لئے اور آپ کے پیاروں کے لئے سلامتی ہو اُن سب ہستیوں پر جو حق کا ساتھ دینے کے لئے کبھی پس و پیش نہیں ہوتے۔ بیشک یہ ہی وہ لوگ ہیں جو ہمیشہ حق کے ساتھ رہیں گے۔

دنیا کو ایک عجیب قسم کی ہوا چلتی ہوئی محسوس ہو رہی ہے جو اس سے پہلے کبھی یہاں نہ تھی۔ یہ تبدیلی کی ہوا ہے، وہ تبدیلی جو پہلے بس متوقع تھی اور جسے اب سب محسوس کر سکتے ہیں۔ یہ دلوں کی تبدیلی ہے، یہ دنیا میں واقعات کی تبدیلی ہے، یہ سماج، رویّوں اور قدروں میں تبدیلی ہے، اور پُوری فضاء میں تبدیلی ہے۔ وہ چیزیں جو پہلے معمول کے مطابق موجود ہوتی تھیں، اب باقی نہیں رہیں۔

Marfat.com

لوگوں میں اچھائی رفتہ رفتہ ختم ہو رہی ہے اور دُنیا کے غفلت انگیز طرزِ عمل سے انسانی جذبوں پر زنگ لگ رہا ہے۔ اِس کی سرد مہری سے لوگوں کے دِل سخت ہو رہے ہیں۔ اس کی سختی سے لوگوں کے مزاج گرم اور زبانیں بے لگام ہو رہی ہیں۔ انسانی دِل، جو کبھی گرمیٔ محبت سے معمور اور دوسروں کے لئے تڑپتا تھا، اَب وہ ایک ٹھنڈا اور خود غرض مقام بن چکا ہے جہاں ہمدردی کے جذبات رفتہ رفتہ مُردہ ہوتے جا رہے ہیں۔

ہم، بعض اوقات یہ کہہ سکتے ہیں کہ یہ وقت کا جبر ہے، مستقبل پر بے یقینی کا وقت ہے، یہ وقت ہمہ وقت بڑھتی ہوئی حرص کا ہے جو لوگوں کو اتنا خود غرض بنا دیتی ہے کہ وہ دوسروں کے لئے اپنے رویّوں میں بے پرواہ ہو جاتے ہیں۔ لیکن اس تمام تبدیلی کا اصل سبب لوگوں کے ایمان میں کمزوری، زندگی میں توکّل کا فقدان اور اللہ سے اُن کے تعلق میں کمزوری ہے جو روز بروز بڑھ رہی ہے۔

بس اگر لوگوں کا یقین قدرِ مضبوط تر ہوتا، اُن کا عقیدہ زیادہ کامل ہوتا اور اللہ پر اُن کا بھروسہ زیادہ مضبوط ہوتا، تو تب اُن کی زندگیاں مختلف ہوتیں۔ آجکل کے لوگ سمجھتے ہیں کہ سب کُچھ وہ خود کر رہے ہیں، یعنی وہ اپنی قوتِ بازو سے کما رہے ہیں، اپنے بچّوں کو اپنی فراست سے کِھلا رہے ہیں اور اپنے گھرانے کی پرورش خود اپنے وسائل سے کر رہے ہیں۔ یہ لوگ کتنے غلط ہیں اور اُن کی سوچ کتنی پُر فریب ہے! کاش کہ وہ صرف اللہ پہ بھروسہ کرتے اور فقط اُسی پر ہی توکّل کرتے تو اُن کی زندگی زیادہ آسان اور زیادہ خوش ہوتی۔

Marfat.com

لیکن وقت کے خاتمے کے لوگوں کے بارے میں کیا کہیئے، وقت کے ختم ہونے ہوتے اُن کی بصیرت اور دانائی بھی ختم ہو رہی ہے۔ وقت تبدیل ہو رہا ہے اور اُس کے ساتھ لوگوں کے رویّے بھی۔ اور یہ سلسلہ یونہی آگے بڑھے گا۔ بدقسمتی ہے کہ کئی لوگوں کے لیئے وقت میں بہتری نہیں آئے گی۔

حرص اور طمع اَب آنکھوں کو بے نور کر دیں گی، جھوٹ اور فریب ہر زبان کی نوک پر ہوں گے۔ غفلت، زندگی کا معمول بن جائے گی اور دنیا میں سب سے بہترین بننے کی تمنّا ہر ایک کی زندگی کا مقصد بن جائے گی۔ دِلوں میں رشتوں کے تقدس کی جگہ مادّی آسائشیں لے لیں گی۔ اور یہ ہے منظر نامہ مسلمانوں کا، جو آگے بھی رہے گا۔

یہاں ہم کافروں کے بارے میں بات نہیں کر رہے ہیں۔ آپ، کافروں پر کس طرح الزام لگا سکتے ہیں جبکہ اللہ کا نُور اُن کے دِلوں میں اُترا ہی نہیں۔ یہ افسوسناک منظر نامہ تو مسلمانوں کا ہے جو اپنے دینی تعلیمات سے آگاہ اور اپنے رسولِ پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی ہدایتوں سے بخوبی واقف ہیں۔

کیا آپ دیکھ نہیں رہے کہ کس طرح دُنیا اپنی تباہی کی طرف تیزی سے بڑھ رہی ہے، اور کس طرح لوگ دنیا کو اُسکی طرف بڑھانے میں مدد کر رہے ہیں۔ جب کوئی، دوسروں کی پرواہ کرنا بند کر دیتا ہے، تو یہ نہ صرف انسانوں کو نظر انداز کرنا ہے، بلکہ اُن کے ماحول اور اس زمین میں رہنے والی تمام مخلوق کو بھی نظر انداز کرنے کے برابر ہے۔ اگر آپ فطرت کے نازک نظام کے توازن کو بگاڑتے ہیں، تو آپ گویا اُن

Marfat.com

تمام قدرتی آفات کو دعوت دے رہے ہیں جو انسانوں کی غفلت سے واقع ہوتی ہیں۔

تو یہ ہے جو آج کل ہو رہا ہے ؛ جنگل کاٹے جا رہے ہیں، دریاؤں اور سمندروں میں آلودگی سے آبی اور حیوانی حیات کو خطرہ درپیش ہے اور ہوا بھی آلودہ ہو رہی ہے۔ ایسا لگتا ہے کہ انسانی حرص کی کوئی حد نہیں۔ لیکن آخر یہ سب کب تک جاری رہ سکتا ہے ؟

انسانوں نے جو کچھ کیا ہے (دراصل) انہوں نے اپنے ہی بچوں، بچوں کے بچوں اور آئندہ نسلوں کو تازہ ہوا، تازہ غذا اور تازہ پانی سے محروم کر دیا ہے۔ سب سے بڑا نقصان یہ ہے کہ انہوں نے اُنکے چہروں سے سچی مسکراہٹیں چھین لی ہیں۔ انہوں نے اُنکے دلوں سے سچی خوشیاں چھین لی ہیں، اور انہوں نے اُن کی زندگیوں کا چین و قرار چھین لیا ہے۔

اِس جدید دنیا کے انسانوں نے اِس کے بجائے دُکھ، پریشانیاں، غم، بے آسودگی، بہت زیادہ حسد اور نفرتیں عطا کی ہیں اپنے بچوں کے دِلوں میں۔ یہی وجہ ہے کہ یہ نئی نسل اپنی پچھلی نسلوں کے مقابلے میں جسمانی، اور ذہنی طور سے اور کردار کے اعتبار سے کمزور تر ہے۔ اِن کی حالت نہایت افسوسناک ہے اور آگے بھی ایسے ہی رہے گی۔

ایسے فتنوں میں صرف وہ جو حقیقی مسلمان ہیں، یعنی وہ جو صرف نام کے مسلمان نہیں بلکہ دِل سے بھی مسلمان ہیں، صرف یہی لوگ ہی اِن سخت اور آزمائش والے وقتوں میں بچ سکتے ہیں۔ حتیٰ کہ ایسے لوگوں کو بھی اللہ کی مدد، اور اُس کی پناہ

Marfat.com

کی ضرورت ہے تاکہ انہیں طوفانِ آخر کی ظالم موجیں بہا کر نہ لے جائیں۔

وقت نہایت سخت ہے، اور ہر دِن کے گزرنے سے اس کی سختی میں اضافہ ہوگا۔ دنیا ایک مشکل صورتحال سے دوچار ہوگی، مختلف قوتوں کے درمیان تصادم کی وجہ سے شروع میں یہ تصادم چھوٹے نظر آئیں گے، لیکن رفتہ رفتہ یہ چھوٹے اور معمولی مسائل، بڑے مسائل کی صورت اختیار کریں گے، اور تھوڑے ہی عرصہ میں دُنیا کسی نہ کسی طرح کی بڑی جنگوں میں مبتلا ہوجائے گی۔ کچھ طاقتیں دوسروں پر غالب آئیں گی۔

لیکن مجموعی طور سے دُنیا ایک ہیجان کی کیفیت میں مبتلا ہوجائے گی، لوگ سخت غیر محفوظ ہوں گے اور اپنے ہیجان کو کم کرنے کے لئے خود ساختہ ذرائع تلاش کریں گے۔ بعض لوگ مادّی چیزوں میں خوشی حاصل کریں گے۔ کچھ لوگ مال ذخیرہ کرکے اپنی پریشانیوں سے نجات حاصل کریں گے، اور کچھ لوگ طاقت کے کھیل اور سیاست میں مبتلا ہوں گے۔

مگر بدقسمتی سے اِن کی اکثریت حقیقی دِین سے دُور ہوگی۔ اگرچہ یہ صرف اللہ اور اُس کے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم سے قربت ہے جو کسی فرد کو وقت کی سختیوں سے بچا سکتی ہے، لیکن یہ قربت والوں کے لئے بھی ایک مشکل وقت ہوگا۔ مذہب کے لئے ہر طرح کی بے شمار مخالفتیں ہوں گی۔ وقتِ آخر کا یہ سب سے بڑا فتنہ ہوگا یعنی لوگ کسی بھی مذہب کو ماننے کے لئے تیار نہیں ہوں گے۔

یہ اِس لئے ہوگا کہ وہ دجّال کے ساتھیوں کی باتیں سننا شروع کرینگے

Marfat.com

جو دین کے مخالف تبلیغ کرینگے۔ یہ ساتھی مذہب کو ماننے والوں کا مذاق اُڑائیں گے۔ وہ خاص طور سے دینِ اسلام کے پیچھے پڑ جائیں گے، کیونکہ یہ ہی دین ہے جو حقیقت میں دجّال کے خلاف ہے۔ یہ اسلام کے ہی رسول ہیں جنہوں نے فتنۂ دجّال کے بارے میں ایسی واضح پیشگوئیاں کی ہیں جیسے کہ وہ خود اپنی آنکھوں سے اُسے دیکھ رہے ہوں۔

یہی وجہ ہے کہ دجّال اور اُس کے ساتھیوں کا پورا زور اسلام کی طاقت کو ختم کرنے کی کوشش پر صَرف ہو گا۔ وہ درحقیقت اِس پر سالہاسال سے کام کر رہے ہیں۔ اسلام کے منافقین نے زیادہ تر غدّاروں کا کردار ادا کیا ہے اور اُمّت کو مختلف فرقوں اور گروہوں میں تقسیم کرنے میں اپنا پُورا زور لگایا ہے۔ وہ سمجھتے تھے کہ یہ فرقے چھوٹی چھوٹی باتوں پر آپس میں لڑیں گے، اور اُن لڑائیوں کے باعث لوگ مذہب سے بَددِل ہو جائیں گے۔

دشمنانِ اسلام نے اسلام کے قوانین پر مختلف دلائل کی حوصلہ افزائی کی ہے اور ناسمجھ لوگوں کے ذہنوں میں اِس خیال کے بیج بُوئے ہیں کہ اسلام کو آج کے حالات سے ہم آہنگ کرنے کے لئے اِس پر نئے سرے سے سوچنا اور اُس کی نئی تشریح کی ضرورت ہے۔ اِس کی تجدید کی ضرورت ہے تاکہ یہ جدید دور کے تقاضوں میں ڈھل کر اُس کے دلائل کا سامنا کر سکیں۔ اِس کو آزاد کیا جانا چاہیئے اور اس کے قوانین "انسانی حقوق" کے چارٹر کے مطابق ہو جائیں۔

اب صورتحال کچھ یوں ہے کہ "جتنے منہ اتنی باتیں"۔ کاروباری معاملات میں

Marfat.com

اکثر لوگ عام طور سے پہلے سوچتے، بعد میں بولتے ہیں اور بعض لوگ دنیا کے واقعات پر اپنا نکتۂ نظر بھی پیش کر سکتے ہیں، لیکن ایسے لگتا ہے کہ کم و بیش ہر آدمی یہ سمجھتا ہے کہ وہ مذہبی معاملات پر آسانی سے اپنی رائے دے سکتا ہے، چاہے وہ اُس موضوع کے بارے میں جانتا ہو یا نہیں۔

کئی لوگوں کا طرزِ عمل یہ ہے کہ جب وہ کسی مسئلے کے بارے میں سنتے ہیں تو اُس کے صحیح ہونے کی تصدیق کئے بغیر اُسے دوسروں تک پہنچا دیتے ہیں۔ مثال کے طور پر اگر کوئی شخص طبقۂ خاص میں بیٹھتا ہے اور اپنی سرمایہ کاری پر رائے طلب کرتا ہے، تو زیادہ تر لوگ کہیں گے کہ: "10% یا 15% منافع والی اسکیموں میں سرمایہ لگاؤ۔" اور جب وہ کہے کہ کیا سُود اسلام میں حرام نہیں؟ تو اُس کے اِرد گرد بیٹھے لوگ کہیں گے "جب سارا مالی نظام سود پر مبنی ہو، تو آپ کیا کر سکتے ہیں؟ آپ بعد میں اللہ سے معافی مانگ سکتے ہیں۔"

تو اس طرح وہ سود کو حلال قرار دینے کی کوشش کرتے ہیں اس اَمر کا لحاظ کئے بغیر کہ جو شخص سود لیتا ہے وہ دراصل اللہ کے خلاف جنگ کرتا ہے۔ تو آپ نے دیکھ لیا کہ لوگ کس طرح اپنے مقاصد کے لئے کتنی زیادتی کرتے ہیں۔ وہ اسلام کی عائد کردہ پابندیوں کے خلاف دلائل دیتے ہیں اور یہ ہی وہ کرتے رہیں گے۔ وہ دین کو اپنے فائدے کے لئے ڈھالنے کی کوشش کرتے ہیں۔

جب ایسے مسائل پر اُلجھن بڑھتی ہے تو عام آدمی یہ کہنا شروع کرتا ہے کہ: "بابا، ہمیں تو مذہب سے دُور رکھو، اس پر عمل کرنا بہت مشکل ہے۔" ہو سکتا

Marfat.com

ہے کہ ایسے کچھ لوگ ہوں جو نماز اور روزہ جیسے اپنے فرائض پُورے کرتے ہوں، لیکن وہ یہ جاننا نہیں چاہتے ہوں گے کہ کس طرح اسلام نے انہیں زندہ رہنے کے لئے کہا ہے۔ وہ دھیرے دھیرے اپنے مذہب سے دُور ہونا شروع کردیتے ہیں۔ اور اس طرح وہ بدقسمتی سے اپنے بچّوں کو بھی اسلام کی سچی تعلیم حاصل کرنے سے دور رکھتے ہیں۔

دینِ اسلام سے یہ دُوری اور علیحدگی کسی کو بھی کوئی اچھا نتیجہ نہیں دیگی۔ رفتہ رفتہ دُنیا یہ سوچنا شروع کردے گی کہ مذہب کے بارے میں بات کرنا پسماندگی کی نشانی ہے یا "سبحان اللہ" یا "الحمدُ للہ" کہنا رجعت پسندی کا طریقہ ہے جو جدید دنیا کے طور طریقوں سے ناآشنا ہیں۔

اگر کوئی شخص مذہب میں دلچسپی لینا بند کرتا ہے تو سمجھیئے کہ وہ دراصل اللہ کی پناہ سے نکلتا ہے اور شیطان کے شکنجے میں زیادہ آسانی سے آتا ہے۔ اگر اس طرح ہوتا ہے تو پھر سمجھیئے کہ وہ شخص دجّال کے لئے کام کررہا ہے، کیونکہ یہی تو دجّال چاہتا ہے، یعنی اللہ کے وجود سے فراموشی اور دنیا کے جھوٹے خداؤں کے پیچھے بھاگنا، یعنی دولت، اقتدار اور شہرت کے پیچھے۔ وہ (دجّال) چاہتا ہے کہ ہر عام آدمی اللہ کے متعلق سب کچھ بھُول جائے اور پھر اپنی زندگی ان جھوٹے خداؤں کو سجدہ کرتے گزارے۔

یہ ہے سارا دجّالی نظام، یعنی ہر ایک کو فضول جنگ، جھگڑوں میں مبتلا کرنا اور پھر اُسے مال و دولت کے پیچھے بھگانا، تاکہ اُس کا دِل اُس کے دین

Marfat.com

کی محبت سے خالی ہو جائے: اتنا خالی ہو جائے کہ وہ اللہ کے وجود کا ہی مُنکر ہو جائے۔ اس کام کو دین کے لئے اُس کی معمولی دلیلیں اور حجتیں آسان کر دیتی ہیں۔

یہ ہے دُنیا کا نیا نظام ایک ایسا نظام جسے صرف شیطان چلاتا ہے جہاں عریانیت جائز ہو، یعنی اُسے مذہبی ثقافت کا ایک چالان مانا جاتا ہو، جہاں لوگوں کا واحد مشغلہ سود، سرمایہ دارانہ نظام اور غیر قانونی ذرائع سے حاصل کردہ دولت کے پیچھے بھاگنا ہو، جہاں ناجائز تعلقات باعثِ عزّت و فخر ہوں۔

جہاں دین پر دلیل بازی کو ایک فیشن سمجھا جاتا ہو اور اُس کی مخالفت شخصی آزادی ہو، جہاں خود اپنے لئے جینے کو آپ کا حق اور دوسروں کی پاسداری کو وقت کی بربادی مانا جاتا ہو، جہاں فضول حرکتوں کو مشغلہ سمجھا جاتا ہو اور دولت، عالی شان عمارتوں یا ناجائز تعلقات کی تعداد کی بنیاد پر دوسروں سے مقابلہ باعثِ عزّت و توقیر سمجھا جاتا ہو۔

یہ سب کچھ اُس وقت ہوتا ہے جب انسان اپنے اللہ کو مکمل بھول جاتا ہے۔ جب وہ یہ سوچنا شروع کرتا ہے کہ کوئی کل نہیں، کوئی احتساب نہیں اور کوئی روزِ جزاء نہیں۔ یہ ہی وجہ ہے کہ دجالی نظام کی یہ انتہائی کوشش ہوگی کہ لوگ دین کو بھول جائیں اور اُس کے بارے میں شک میں مبتلا ہو جائیں۔

اے اُمّتِ محمدی! باہر نکل آئیں اور دیکھیں کہ آپ کے اطراف کیا ہو رہا ہے۔ یہ دجالی نظام تقریباً آچکا ہے، اور اِس کے نفاذ کے بارے میں سب کچھ کیا جا چکا ہے۔ دِل تیزی سے تبدیل ہو رہے ہیں، ایمان ختم ہو رہا ہے، لہو بہہ

Marfat.com

رہا ہے اور اقدار تباہ ہو رہے ہیں۔

افسوس، کتنا بڑا نقصان ہے! کتنا بڑا نقصان ہے! یہ دُنیا کہاں جا رہی ہے؟ کیا اس سے بڑھ کر کسی ثبوت کی ضرورت ہے کہ دُنیا اپنے آخری دَور میں داخل ہو گئی ہے۔ دجّال کے سالوں میں اور مہدی کے دَور میں۔ جی ہاں! تیاریاں تقریباً مکمل ہو چکی ہیں کام کم و بیش ختم ہو چکا ہے۔ نظام تقریباً نافذ ہو چکا ہے۔ آنکھیں اندھی کر دی گئیں ہیں اور یقین ڈگمگا چکا ہے۔

بنی آدم واقعی مشکل میں ہیں۔ وہ دراصل طوفانِ آخر میں پھنس چکے ہیں، یعنی وقت کے خاتمے کے طوفان میں۔ وقت اَب آ چکا ہے اپنے ایمان سے زیادہ مضبوطی کے ساتھ جُڑے رہنے کا۔ یہ وقت ہے کہ خاموشی سے دُنیا کے ہنگاموں اور انتشار سے دُور اپنے مُرشدِ کامل کے حفظ داماں میں رہا جائے۔

یہ وقت ہے اللہ سے مدد طلب کرنے کا، اُس سے پناہ مانگنے کا اور کشتیءِ نورِ نبی میں ایک نشست مانگنے کا۔ یہ وقت ہے بعض لوگوں کے لئے انتہائی بلند روحانیت کا، اور اللہ کی رحمتیں صرف اُن لوگوں کے لئے جو اُس سے اور اُس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے سچے اور مخلص ہیں۔

طوفانِ آخر کے خطرات سے بچنے کا ذریعہ فقط کشتیءِ نورِ نبی ہے۔ اس کشتی نے چلنا شروع کر دیا ہے، لیکن بہت کم لوگ اس میں سوار ہو سکیں گے۔ حتّٰی کہ ایک ہی گھرانے کے کچھ افراد تو سوار ہو سکیں گے اور بدقسمتی سے دوسروں کو اس میں جگہ نہیں مل پائے گی۔

Marfat.com

اے اُمتِ محمدی! طوفانِ آخر شروع ہو چکا ہے؛ اس کی موجیں بننا شروع ہو چکی ہیں؛ دریائے کربلا کا خُونی پانی بھی پُورے جوش میں ہے۔ اَب اُس ہونی کو کون روک سکتا ہے جو مقدر ہو چکی ہے؟ کون روک سکتا ہے اُس کو جو "لوح محفوظ" میں اُس وقت سے لکھا جا چکا ہے جب دنیا ابھی وجود میں بھی نہیں آئی تھی؟ طوفانِ آخر کو آنے سے کون روک سکتا ہے؟

ہر نماز کے ساتھ استغفار کیا کریں، اللہ تعالیٰ کرم فرمائے گا۔ اور اپنے پیارے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت عطا کرے گا۔ اِنشاءَاللہ

آمین

(ثمّ آمین)

Marfat.com

اِخلاقیات

شروع اللہ کے بابرکت نام سے جس کی مملکت ہر سو پھیلی ہوئی ہے اور جس کا حکم سب سے زیادہ مانا جانے والا اور تعظیم کے قابل ہے، جو جسے چاہے نیکی کرنے کی قوت اور بُرائی سے بچنے کی طاقت عطا کرتا ہے۔

درود و سلام نبیٔ پاک صلی اللہ علیہ وسلم پر؛ آپ کی نرم مزاجی اور اعلیٰ اخلاق پر؛ آپکی سخاوت اور اطوار پر؛ اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی نرمی اور ادب پر۔

سلام، رحمت اور برکتیں ہوں آپ سب کے لئے اور آپ کے پیاروں کے لئے، سلامتی ہو نیک دل اور نیک نظروں کے لئے، اُن لوگوں کے لئے جو تسلیم و رضا کے معنی جانتے ہیں۔

آج کل دن چھوٹے اور راتیں لمبی ہوتی جا رہی ہیں۔ دن بہت ٹھنڈے مگر راتیں اُن سے بھی بہت زیادہ ٹھنڈی ہیں۔ اللہ کی دنیا کا یہی حُسن ہے۔ اس میں آپ کو ہر قسم کا تناؤ ملے گا۔ کبھی تو گرمی کا راج ہوتا ہے، تو کبھی شدید ٹھنڈ کا۔ کبھی تو ہر طرف پھول ہی پھول نظر آتے ہیں، تو کبھی ہر طرف صرف خشک سالی اور قحط۔ کبھی تو بارش سے ہر کوئی بھیگا ہوا اور تربتر اور کبھی لوگ پانی کے چند قطروں کیلئے

Marfat.com

اپنے اللہ سے دُعا گو۔ اگر (موسموں میں) یہ تبدیلیاں نہ ہوتیں، تو زندگی بے خوف اور غیر دلچسپ ہو جاتی۔ یہ نہ فقط موسموں کی تبدیلی ہے جس کیلئے لوگ شدّت سے منتظر رہتے ہیں بلکہ وہ اپنی زندگی میں بھی تبدیلی چاہتے ہیں۔

وہ طفل جو ابھی بہت ہی چھوٹا اور بے بس تھا، جلد ہی ایک شریر بچّہ بن جاتا ہے، اور پھر یہ ہی شریر بچّہ ایک حیا دار نوجوان بن جاتا ہے۔ پھر وقت اِس نوجوان کو ایک پختہ ذہن اور بالغ بنا دیتا ہے، اور بہت جلد یہ ایک قریب المرگ بوڑھا بن جائے گا۔ ایک شخص میں تبدیلی ظاہری طور سے تو آتی ہے، لیکن کتنے لوگ باطنی طور سے تبدیل ہوتے ہیں؟

ایسے کتنے لوگ ہیں جو خود اپنی کوشش سے اپنے دل کو تبدیل کرتے ہیں، یا زندگی کے تجربات سے سیکھ کر ایسا کرتے ہیں؟ ایسے کتنے لوگ ہیں جو واقعی اپنے دل کو تبدیل کرنا چاہتے ہیں یا اس کے بارے میں سوچتے ہیں؟ حقیقت یہ ہے کہ ایسے لوگ آپ کو بڑی قلیل تعداد میں ملیں گے کیونکہ اکثر لوگوں کی نظر میں دل بس دُنیا کے مزے لُوٹنے کے لئے ہوتا ہے۔ دل تو زندگی کا لُطف اُٹھانے کے لئے ہے۔ ہنسی خوشی کے لئے ہے۔

اگر آپ اپنے اردگرد کے کسی شخص سے پوچھیں کہ: "آپ کتنی مرتبہ اپنے دل کی صفائی کرتے ہیں؟ کتنی بار اپنے دل سے خود غرضی، طمع، حسد، ریاکاری اور غرور کو نکال باہر کرتے ہیں؟ آپ کو یہ جان کر حیرت ہوگی کہ ایسا کوئی شخص مشکل سے ملے گا۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ بیشتر لوگوں کو دوسروں کے عیبوں کو دیکھنا پسند ہے

Marfat.com

وہ ان عیبوں کے بارے میں بات کرنا پسند کرتے ہیں اور اپنے اردگرد کے لوگوں کو یہ سب بتاتے رہتے ہیں۔ وہ دوسروں کے عیبوں کو تلاش کرنے اور اُنکی تشہیر کرنے میں اتنے مصروف رہتے ہیں کہ انہیں بمشکل اپنے احتساب کا وقت ملتا ہے۔

حقیقت تو یہ ہے کہ اگر آپ کسی شخص کی اخلاقی کمزوریوں کی نشان دہی کی کوشش کرتے ہیں، تو وہ شخص اوّل تو حیران ہوگا، پھر وہ اس سے انکار کرے گا اور اس کے بعد وہ غصے میں آئے گا اور کہے گا کہ کسی میں یہ کہنے کی جرأت کیسے ہوئی؛ کیا یہ اُس کا ذاتی مسئلہ نہیں ؟کسی کو اس بارے میں بات کرنے کا حق نہیں ہے۔ دیکھا آپ نے دوسروں کے بارے میں بات کرنا تو تفریح ہے، لیکن جونہی اُنگلی اپنی طرف اُٹھتی ہے تو مزاج کیسے بگڑتے ہیں۔

یہ ہے ہمارے سماج کا المیہ۔ کسی کا دل اس قدر بڑا نہیں ہے کہ وہ اپنے اُوپر تنقید کو برداشت کر سکے۔ یہی وجہ ہے کہ تبدیلیاں فقط ظاہر میں ہوتی ہیں اور داخلی تبدیلی نہیں ہوتی۔ اگر ہم یہ کہتے ہیں کہ: ''ہمارے دل میں تو کوئی مسئلہ نہیں، ہم تو رحم دِل اور نرم دل ہیں، تو پھر ہمیں اپنے داخلی وجود کی فکر کیوں ہو''۔ پھر وہ یہ بھی کہتے ہیں کہ: '' ہمارے اپنے مسائل بہت سارے ہیں بھلا ہم اپنے دلوں کے بارے میں کیا سوچ سکتے ہیں۔ ہمیں تو بس اپنا مقام و مرتبہ برقرار رکھنا ہے۔ ہمیں تو اپنے بچّوں کی پرورش کرنی ہے۔ تو بتایئے کہ اپنے لئے ہمیں کب وقت ملے گا؟''

حقیقت یہ ہے کہ اُن کے زیادہ تر مسائل حل ہو سکتے ہیں اگر وہ اپنے دلوں پر نگاہ رکھتے، اگر وہ اسکی بیماریوں کا اندازہ لگاتے اور اس کا کوئی علاج

Marfat.com

ڈھونڈنے کی کوشش کرتے۔ اُن کا سب سے بڑا مسئلہ اُن کی "اَنا" یا "مَیں" ہے، جو انہیں خود اپنا محاسبہ نہیں کرنے دیتی۔ اپنے دلوں کا تجزیہ نہیں کرنے دیتی۔ انہیں نہیں کہنے دیتی کہ وہ غلطی پر ہیں۔ یہ "مَیں" انہیں اندھا کر دیتی ہے اور انہیں حسد، طمع، ریاکاری، لالچ، تکبّر اور ہزاروں ایسی بیماریوں سے پُر بدصورت دُنیا کو نہیں دیکھنے دیتی۔ عام طور پر اُن کے اکثر مسائل کی جڑ یہی ہیں۔ یہ بیماریاں اُن کی زندگیوں کے توازن کو بگاڑ دیتی ہیں۔ وہ توازن کی راہ میں رکاوٹ ہیں، وہ توازن جو (اُنہیں) اللہ نے دکھایا ہے۔

دل میں پیدا ہونے والی طمع انسان میں زیادہ سے زیادہ کے حصول کا جنُون پیدا کرتی ہے۔ حسد، انسان کو یہ برداشت نہیں کرنے دیتی کہ کوئی اُس سے بہتر ہو، ریاکاری انسان کو دوچہرے والا بناتی ہے، اور تکبّر اس میں یہ گھمنڈ پیدا کرتا ہے کہ صرف اس کی اپنی ذات اہم ہے، اور یہ سب پر واضح ہونا چاہیئے۔ ایسے لوگ اپنی جہالت یا انجانے میں کئی چیزوں کو توڑ ڈالتے ہیں۔ پہلی تو وہ دوسروں کے حقوق کو پامال کر کے اللہ کے قوانین کو توڑتے ہیں۔ پھر وہ اپنی تلخ زبان اور نامناسب رویّوں سے بہت دلوں کو توڑتے ہیں۔ اس طرح وہ اللہ کے عطا کردہ انمول رشتوں کو بھی توڑ دیتے ہیں۔ اِن خوبصورت رشتوں میں سے ایک نہایت خوبصورت رشتہ انسان کا اپنے والدین سے ہے۔ اور والدین میں ماں کا رشتہ سب سے زیادہ قیمتی ہے، یعنی بے لوث رشتہ ہے۔ مگر بدقسمتی سے آج کی مادہ پرست دُنیا نے تو ماں اور بچے کے درمیان خلوص کو بھی تباہ

Marfat.com

کر دیا ہے۔

آج کی ماڈرن ماؤں نے بچّوں کی صحیح اسلامی طرز کی پرورش کو بھلا دیا ہے، دراصل اکثر خواتین کے پاس اپنے بچّوں کے لئے وقت، دینے کے لئے نہیں ہے۔ یہی وجہ ہے کہ یہ بچّے بلا نگرانی اور بغیر محبّت کے پروان چھڑتے ہیں۔ محبّت کے تعاون کو پُر کرنے کے لئے والدین اپنے بچّوں کو قیمتی کھلونے اور جدید ترین چیزیں لا دیتے ہیں۔ یہ چھوٹے بچّوں میں ایک غلط تأثر پیدا کرتا ہے یعنی آپ انسانی رشتوں کے بجائے مادّی چیزوں سے خوشی حاصل کر سکتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ جب یہ سب بچّے بڑے ہو جاتے ہیں، تو وہ اپنی دنیاوی ضروریات کے لئے سرگرداں رہتے ہیں اور اپنے اُن بوڑھے والدین کو نظر انداز کر دیتے ہیں جن کو بڑھاپے میں مناسب نگہداشت کی ضرورت ہوتی ہے۔ ایسا لگتا ہے کہ اسلامی سماج بھی دھیرے دھیرے خودغرض مغربی ثقافت کو اپنا رہا ہے۔ اَب تو اکثر اسلامی گھرانوں میں بھی والدین کے لئے نہ تو وقت ہے اور نہ ہی نرمی و احترام۔ ایک بار شادی ہو جائے تو وہ اپنے والدین سے الگ رہنا چاہیں گے۔ اسلام ایک شادی شدہ جوڑے کو اپنے الگ مکان میں رہنے سے نہیں روکتا۔ لیکن یہ سب کچھ اپنے اُن والدین کو نظر انداز کرنے کی قیمت پر نہیں ہونا چاہیئے جنہوں نے آپ کو پالا پوسا اور زندگی بھر آپ کی نگہداشت کی ہے۔ اُن کو بھی آپ کے وقت اور آپ کی توجہ پر حق ہے۔ اُن کو بھی آپ کے بچّوں کی ہنسی اور مسکراہٹ پر حق ہے۔ انہیں بھی آپ کی کمائی پر حق ہے۔ یہی سبب ہے کہ دانا والدین اپنے بچّوں کی

Marfat.com

پرورش اللہ کے قوانین کے مطابق کرتے ہیں۔ وہ انہیں ایک اچھا اِسلامی طرزِ حیات دیتے ہیں جسے اگر ایک جُملے میں بیان کیا جائے تو یہ ہے کہ: "دوسروں کے حقوق کا خیال رکھو"۔ وہ حقوق آپ کے اللہ کے ہیں، اس کے نبیؐ پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے ہیں، اس کے عاشقین کے حقوق ہیں، آپ کے والدین کے حقوق ہیں، آپ کے بھائی بہنوں کے حقوق، سارے رشتے داروں اور دیگر لوگوں کے حقوق ہیں جو آپ کے اطراف موجود ہیں، حتیٰ کہ اپنے حقوق اور اللہ کی مخلوقات کے حقوق بھی۔

اس کا حصول صرف اس صورت میں ممکن ہے جب آپ نہایت احتیاط سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات کی پیروی کریں گے، کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہی ایک ذاتِ اقدس ہیں جنہوں نے اُن تمام حقوق کو اَدا کیا تھا۔ اگر کوئی ان حقوق کو نظر انداز کرتا ہے، تو سمجھئے کہ وہ اپنے لئے مسائل کے ایک لشکر کو دعوت دیتا ہے۔ ہمیشہ یاد رکھیئے! آپ کے اکثر مسائل آپ کی اپنی غفلت کا نتیجہ ہیں، آپکی اپنی حماقت کا۔ یہی وجہ ہے آپ ایسے مسائل میں گھر جاتے ہیں جن کا بظاہر کوئی حل نہیں ہے۔ آپکی محبت اور شفقت بھری توجّہ آپ کے بچّے کے لئے اور اس کے دین پر اس کو ایک ذمہ دار بالغ میں ڈھالتا ہے۔

اگر شروع سے ہی والدین کے احترام کے بارے میں اُسے بتا دیا ہوتا، صلح رحمی کا تصور اُسے ذہن نشین کرا دیا ہوتا تو، وہ اپنے رشتے داروں کا تقدس برقرار رکھتا، چاہے وہ اُس سے کتنے ہی قریب یا دُور ہوتے۔ رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

Marfat.com

نے اپنی کئی حدیثوں میں اِن رشتوں کے احترام کے بارے میں تعلیم دی ہے۔ ایکبار حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ: ”میں نے اپنے پیارے نبیؐ پاک صلی اللہ علیہ وسلم سے پُوچھا کہ تمام اعمال میں سے کون سا عمل اللہ کو سب سے زیادہ محبُوب ہے؟“ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جواب دیا: ”وقت پر نماز کی ادائیگی کرو۔“ میں نے دوبارہ عرض کیا کہ: ”اِسکے بعد وہ کون سا عمل ہے جو اللہ کی نظر میں سب سے محبُوب ہے۔“ تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”حسنِ سلوک اپنے والدین کے ساتھ۔“ پھر میں نے پُوچھا: اِس کے بعد اللہ کو کون سا عمل سب سے زیادہ محبُوب ہے؟“ رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”اللہ کی راہ میں جہاد کرنا۔“ آخر میں مَیں نے محسوس کیا کہ اگر میں اِسی طرح سوالات کرتا جاتا، رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان کے جوابات ارشاد کرتے نہیں تھکتے۔“

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایکبار ایک آدمی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور پوچھا: ”میرے حسنِ سلوک کا سب سے زیادہ حق دار کون ہے؟ اس کے جواب میں رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”تمہاری والدہ حُسنِ سلوک کی سب سے زیادہ مستحق ہیں۔“ سائل نے پوچھا ”پھر کون؟“ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”تمہاری والدہ“ اس نے دریافت کیا: ”پھر کون؟“ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ”تمہاری والدہ“ سوال کرنے والے نے عرض کیا: ”پھر کون؟“ فرمایا: ”تمہارا باپ“۔ رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے آخر لفظ ”ماں“ کیوں ارشاد فرمایا تھا؟ دراصل حُسنِ سلوک میں ماں کے تین حصّے ہیں اور باپ کا ایک حصّہ ہے۔ ماں کے اُن تین حصّوں میں ایک اس لئے ہے کہ اس نے حاملہ ہونے کی سختیاں جھیلیں ہیں۔ دوسرے یہ کہ اس نے وضع حمل

Marfat.com

کی سختی جھیلی ہے۔ اور تیسرا یہ کہ اس نے بچّے کو دودھ پلانے کی سختی جھیلی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ایک ماں سب سے زیادہ عجز، اَدب اور تعظیم کی حق دار ہے۔

آپ اُن لوگوں کے بارے میں کیا کہنا چاہیں گے جو اپنے والدین سے بُرا سلوک کرتے ہیں، جو اُن سے بے ادبی کرتے ہیں، یا اُن کی ضروریات کو نظر انداز کرتے ہیں؛ جو اُنہیں اکیلا چھوڑ دیتے ہیں، اور انہیں مشکل سے کوئی وقت دیتے ہیں کیونکہ اُن کی اپنی مصروفیت اتنی زیادہ ہیں کہ والدین کے لئے وقت نکالنا نہ ممکن ہے۔ اور اُن بچّوں کے بارے میں کیا کہیں گے جو اپنے بیمار والدین کو چھوڑ کر بیرونِ ملک چلے جاتے ہیں تاکہ اُن کا اپنا مستقبل محفوظ ہو؛ وہ یہ بھول جاتے ہیں کہ اُن کے والدین اُن کے لئے ترسیں گے اگرچہ وہ اُن کے سامنے اس کا اظہار نہ کرتے ہوں۔ کون خوش رہ سکتا ہے اگر اُسے تنہا چھوڑ دیا جائے۔

ایسے گھرانوں پر افسوس ہوتا ہے جن کو اللہ تعالیٰ نے بوڑھے والدین دیئے ہوں اور پھر بھی وہ اُنہیں نظر انداز کرتے ہوں۔ یہ ایسا ہے کہ جیسے اللہ ان لوگوں کو جنّت عطا کر رہا ہو اور یہ کہہ رہے ہوں کہ "معاف کیجئے، ہمارے پاس اس کے لئے بھی وقت نہیں"۔ صد افسوس اِن کی اس حالت زار پر!۔

حضرت ابُوبکرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے اِرشاد فرمایا کہ: "ماں باپ کے ستانے کے علاوہ تمام گناہ ایسے ہیں جن میں سے اللہ تعالیٰ جس کو چاہتے ہیں معاف فرما دیتے ہیں اور ماں باپ کو ستانے کا گناہ ایسا ہے کہ اس گناہ کے کرنے والے کو اللہ جلّ شانہٗ موت سے پہلے، دنیا والی زندگی

Marfat.com

میں سزا دے دیتے ہیں۔"

والدین کی بے حرمتی اور برا سلوک دراصل گناہِ کبیرہ ہے۔ آپ کو اس گناہ کی سنگینی کا احساس اس حدیث سے ہو سکتا ہے جو حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نے روایت کی ہے: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے گناہِ کبیرہ کی تشریح یوں فرمائی: ① اللہ کے ساتھ شریک کرنا۔ ② اپنے والدین کی نافرمانی کرنا۔ ③ کسی ایسے کو مار ڈالنا جس کا قتل حلال نہ ہو۔ ④ جھوٹی قسم کھانا۔" اگرچہ گناہِ کبیرہ کی فہرست بڑی لمبی ہے لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ "شرک کے بعد والدین کی نافرمانی سرِ فہرست ہے۔" عربی لفظ "حقوق الوالدین" میں یہ باتیں شامل ہیں! ماں باپ کو کسی طرح بھی ستانا قول سے یا فعل سے اُن کا دل دکھانا، نافرمانی کرنا، حاجت ہوتے ہوئے اُن پر خرچ نہ کرنا یہ سب "حقوق" میں شامل ہیں۔

تو اس طرح آپ نے دیکھا کہ والدین کو دُکھ پہنچانا اللہ کی نگاہ میں سب سے بڑے گناہوں میں سے ایک ہے بالکل اسی طرح صلح رحمی میں پہلے آپکے والدین آتے ہیں پھر آپ کے قریبی عزیز، پھر دُور کے رشتہ دار آتے ہیں۔ وہ سب جن سے آپ کا نسبی رشتہ ہے، صلح رحمی میں شامل ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے: " تو اپنی ماں کے ساتھ، اور اپنے باپ کے ساتھ، اور اپنی بہن کے ساتھ، اور بھائی کے ساتھ حُسن سلوک کر، ان کے بعد جو رشتہ دار زیادہ قریب ہو اُن کے ساتھ حُسن سلوک کر۔"

بدقسمتی سے جس کسی کو اللہ نے اپنے فضل سے نوازا ہے وہ اپنے

Marfat.com

اُن رشتہ داروں میں نظر نہیں آنا چاہتے ہیں جو کم نصیب والے اور غریب ہیں، اور جہاں تک اپنی جائیدادوں میں سے اپنے ہی بہن بھائیوں کو حصّہ دینے کا تعلق ہے، اِس میں بھی بڑی ناانصافی ہوتی ہے۔ اکثر بھائی وراثت میں اپنی بہنوں کو اُن کا جائز حصّہ دینا پسند نہیں کرتے۔ کبھی کبھی وہ جذباتی انداز میں اپنی بہنوں پر دباؤ ڈالتے ہیں کہ وہ بھائیوں کی محبت میں اپنا حصّہ چھوڑ دیں۔ اگر خاندان میں کوئی بیوہ یا یتیم ہو، تو اُنہیں وراثت میں کوئی حصّہ ملنا مشکل ہے۔

جب لالچ کی تہہ کسی دل پر چڑھنا شروع کردے تو اس کو مکمل سخت کردیتی ہے۔ شیطان ایسے دلوں کو ان کی اصل موت سے پہلے ہی ماردیتا ہے، ایسی سنگین حالت ہے اُن کی۔ پھر کچھ ایسے بھی لوگ ہیں جو کہتے ہیں کہ: "اگرچہ ہم اپنے رشتہ داروں سے ملنا چاہتے ہیں، لیکن درحقیقت کوئی بھی ہم سے ملنا نہیں چاہتا۔ اگر ہم ان سے کوئی نیکی کرتے ہیں، تو ہمیں اُن کی طرف سے کوئی نتیجہ نہیں ملتا۔ یہ لوگ تو صرف ان لوگوں سے ملتے ہیں جو اُن کی مہربانیوں کا بدلہ دے سکتے ہوں، لیکن (ظاہر ہے کہ) یہ اصلی صلۂ رحمی نہیں ہے۔ رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشادِ پاک ہے کہ: "جو شخص بدلہ اُتار دے وہ صلۂ رحمی کرنے والا نہیں ہے، بلکہ صلۂ رحمی کرنے والا وہ ہے کہ جب اس سے قطع رحمی کا برتاؤ کیا جائے، تو وہ صلۂ رحمی کا برتاؤ کرے۔"

اے اُمتِ محمّدی! زندگی بڑی مختصر سی ہے۔ اپنی ہمیشہ رہنے والی زندگی کو برباد نہ کریں، اس فانی زندگی کی خاطر اپنے دل کی حالت کو بدل لیں۔ یہ

Marfat.com

مت سمجھیں کہ اس میں کوئی بیماری نہیں ہے۔ دل کے گرد وغبار پر گہری نگاہ رکھیں تاکہ وہ آپ کی بصارت کے لئے رکاوٹ نہ بنیں۔ یہ نہ بھولیں کہ اللہ نے سورۃ التکاثر میں کیا فرمایا ہے:

"تمہیں غافل رکھا مال کی زیادہ طلبی نے یہاں تک کہ تم نے قبروں کا منہ دیکھا۔ ہاں ہاں جلد جان جاؤ گے، پھر ہاں ہاں جلد جان جاؤ گے۔ ہاں ہاں اگر یقین کا جاننا جانتے تو مال کی محبت نہ رکھتے، بے شک ضرور جہنم کو دیکھو گے، پھر بے شک ضرور اُسے یقینی دیکھنا دیکھو گے، پھر بیشک ضرور اُس دن تم سے پرسش ہوگی۔"

وہ سب جو ان باتوں پر خبردار ہیں اور جو محفل سے اُٹھ کر جانے کے بعد انہیں فراموش نہیں کرتے، وہی تو سچے دل والے ہیں۔ خدا ہم سب کی مدد کرے۔

آمین

(ثُمّ آمین)

Marfat.com

حضرت داتا گنج بخشؒ رحمۃ اللہ علیہ

شروع اللہ کے بابرکت نام سے جس نے لفظ "کُن" کہہ کر تمام جہانوں کو پیدا کیا، جس نے حضرت آدم علیہ السلام کو حقیر مٹّی سے پیدا کیا، جس نے آسمانوں اور زمین کو صرف بنی آدم کی آزمائش کے لئے پیدا کیا۔ فقط روشن آنکھوں والے ہی اُس کی نشانیوں کو دیکھ سکتے ہیں جو ہر جگہ موجود ہیں۔

درود و سلام اُس حسین رُوح پر جسے ہر دوسری چیز سے پہلے پیدا فرمایا گیا تھا، لیکن جو اِس دُنیا میں اس کے وقتِ آخر میں تشریف لائے۔

ﷺ

سلام، رحمت اور برکتیں ہوں آپ سب کیلئے اور آپ کے پیاروں کے لئے۔ سلامتی ہو اُن سب کے لئے جنہوں نے طرز زندگی کیلئے راہِ سلوک کو اختیار کیا ہے اور کیا ہی خوبصورت راہ انہوں نے اپنے لئے اپنائی ہے۔

رَاہِ سلوک یا رَاہِ طریقت وہ رَاہ ہے جو احسان والوں کی ہے، یعنی جن کا تعلق رُوحانی دنیا سے ہے۔ (لیکن) اس رَاہ پر سب نہیں چل سکتے۔ یہ تو صرف وہ چند نفوس ہیں جو سُلوک کو سمجھ سکتے ہیں یا جنہیں سَالک بننے کا شرف حاصل ہے۔ ان نوری محفلوں میں ایسے کئی لوگ آتے جاتے ہیں، لیکن صرف وہ لوگ ہی

Marfat.com

یہاں مستقل رہ سکتے ہیں جن کی وابستگی اس راہ سے ہے۔ باقی لوگ کچھ دیر کے لئے آ تو جاتے ہیں لیکن جلد ہی اُن کا راستہ تبدیل ہو جاتا ہے۔ ہو سکتا ہے کہ آپ میں سے کچھ لوگ یہ سوال کریں کہ اگر روحانیت ایک شخص کو بے انتہا بلندیوں تک پہنچا سکتی ہے تو ہر آدمی کیوں اس راہ کی طرف نہیں آتا؟

اس کی اصل وجہ یہ ہے کہ جامِ عشق سے پینا ہر ایک کے بس کی بات نہیں۔ اس کے علاوہ طریقت بڑی قربانیاں مانگتی ہے۔ یہ آپ سے آپ کے وقت کا تقاضا کرتی ہے، آپ کی توجہ اور دل جمعی چاہتی ہے اور سب سے بڑھ کر یہ آپ کے دل کی طالب ہے۔ اگر آپ یہ سب دیکھ سکتے ہیں، تو پھر آپ صاحبِ طریقت ہیں، ورنہ یہ راہ آپ کے لئے نہیں ہے۔ طریقت، یا روحانیت کی دنیا، دراصل ہر ایک کے لئے موجود ہے۔ حالانکہ یہ پردوں کے پیچھے پوشیدہ ہے، لیکن اللہ کے اُن عاشقین نے اس کے بارے میں بہت کچھ کہا ہے جنہوں نے اس کا تجربہ کیا ہے اور دوسروں پر اس کا انکشاف کیا ہے۔

ہر آدمی کو اپنے عرصۂ حیات میں کوئی نہ کوئی روحانی تجربہ ہوتا ہے، جسکے معنی ہیں کہ روحانیت دراصل کوئی چھپی ہوئی دُنیا نہیں ہے، لیکن اس کے شرائط وضوابط پر عمل کرنا دنیا والوں کے لئے مشکل ہے۔ ہو سکتا ہے کہ کوئی شخص یہ کہے کہ: "میں اپنا وقت، توجہ اور سُپردگی دے سکتا ہوں"، لیکن اکثریت کے لئے اپنا دِل دے دینا بہت مشکل ہے۔ وہ اپنے دلی نہاں خانے میں جمع کردہ ساز و سامان کو کس طرح نکال سکتا ہے۔ دِل، دُنیا کے حرص سے کبھی خالی نہیں رہ سکتا،

Marfat.com

اور اگر دِل مکمل پاک وصاف نہیں، تو وہاں اللہ کا عرفان کس طرح نظر آئے گا؟ راہِ سُلوک یا رُوحانیت کے راستے کو سب لوگ اختیار نہیں کرتے۔ اس راہ کو تو صرف وہی اختیار کرتے ہیں جو اللہ کی خاطر اپنا سب کچھ دے دیتے ہیں۔ وُہی اِس رَاہ کے اُمیدوار ہیں۔

یہ ایک ناقابلِ تردید حقیقت ہے کہ سب سے بڑا، بہت ہی اولیٰ واعلیٰ، افضل وعظیم، علیم وحکیم آپ کے اللہ کی ذات ہے اور عظیم و برتر اللہ کا علم ہے، یعنی وہ علم جو اللہ جَلّ جَلالہٗ کی ذات کی معرفت عطا کرتا ہے۔ یہ وہی علم ہے جسے علمِ تصوّف، علمِ فقر، علمِ رُوحانیت کہتے ہیں، جو دینِ محمدی صلی اللہ علیہ وسلم کی اصل اور رُوح ہے۔ اسی علم کے ذریعے آدمی تزکیۂ نفس اور اصلاحِ باطن کرتا ہے اور راہِ سلوک سیکھتا ہے۔ یہ راہ عجیب اور انجانی نہیں ہے۔ اسکی ابتداء پہلے حضرت آدم علیہ السلام سے ہوئی تھی اور اس کی اِنتہا رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔

اس راہ کے اَزل واَبد کوئی نہیں پہنچ سکتا سوائے حبیبِ خُدا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے، جن کا مقام، مقامِ محمود ہے، اور یہ مقام راہِ سلوک کی انتہا ہے۔ تو جو کوئی بھی سالک بننے کا خواہشمند ہے، اُسے چاہیئے کہ اللہ کے محبوب نبی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے گھرانے، اپنے والدین، اپنی اولاد اور اپنی جان و مال سے زیادہ محبوب رکھے۔ اُس کے دل میں آپؐ کے لئے انتہائی اَدب و احترام ہونا چاہیئے۔ اور زندگی کے ہر شعبے میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی کرنی چاہیئے۔ وہ اِس راہ کا علم، صحابۂ کرام کی اتباع کر کے سیکھیں۔

Marfat.com

روایت ہے کہ ایک دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک صحابی مسجد نبوی کیطرف آرہے تھے۔ ابھی وہ مسجد میں داخل بھی نہیں ہوئے تھے کہ انھوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی آواز سنی جو کھڑے ہوئے لوگوں کو بیٹھ جانے کا حکم دے رہے تھے۔ وہ صحابی جو مسجد میں داخل ہونا چاہتے تھے فوراً مسجد کی دہلیز پر بیٹھ گئے۔ جب لوگوں نے اُن سے پوچھا کہ وہ وہاں کیوں بیٹھے ہیں؟ تو صحابی نے فرمایا: "کیا آپ لوگوں نے نہیں سُنا کہ رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیا فرما رہے تھے؟" اس پر لوگوں نے جواب دیا کہ: "لیکن وہ حکم تو مسجد کے اندر موجود لوگوں کے لئے تھا۔" صحابی نے جواب دیا: "لیکن میں نے بھی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی آواز سُنی تھی۔" پھر لوگوں نے کہا: "آپ کو کم از کم مسجد کے اندر جاکر آرام سے بیٹھنا چاہیئے تھا۔" لیکن صحابیٔ رسول نے جواب دیا: "سوچا میں نے بھی یہی تھا، پھر مجھے خیال آیا کہ یہ سب کچھ کرتے ہوئے اگر میری جان نکل گئی، تو وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نافرمانی میں نکلے گی جو میرے لئے رسوائیٔ دُنیا اور آخرت کا باعث بن سکتی ہے۔"

یہ ہے طریقہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے تمام غلاموں کا' اپنے آقا کی اِتباع کا۔ یہ راہِ سُلوک کا اوّلین قاعدہ ہے، یعنی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کی پیروی زندگی کے ہر شعبے میں۔ راہِ سلوک میں سالک تصوّف کا ایک طالبِ علم ہوتا ہے۔ اس علم کو چار حصّوں میں تقسیم کیا گیا ہے:

۱۔ شریعت

۲۔ طریقت

۳۔ حقیقت

Marfat.com

۴۔ معرفت

آپ اسے بادام کی مثال سے سمجھیں، جو خود چار حصّوں پر مشتمل ہے،

یعنی: ۱۔ بیرونی خول

۲۔ چھلکا

۳۔ گری یا مغز اور،

۴۔ روغن

تو آپ یہ کہہ سکتے ہیں کہ علمِ تصوّف ایک ایسا پودا ہے جس کی شروعات، شریعت کے قوانین کے مطابق زندگی بسر کرنے سے ہوتی ہے۔ اس کے بعد طریقت ہے، جو اُس کی شاخوں کی طرح ہے، یعنی جب یہ پودا بڑھنے لگتا ہے اور اس کی شاخیں ہری اور مضبوط ہو جاتی ہیں۔ جب کوئی طریقت کے بارے میں پوری طرح آگاہ ہو جاتا ہے، تب حقیقت کے پھول کھل اُٹھتے ہیں، اور اس کے بعد سالک معرفت کے پھل کا مزہ چکھنا شروع کرتا ہے۔

آج ہم ایک انتہائی محترم اور معرفت کے روشن چراغ کا ذکر کریں گے جن کے نام سے صدیوں سے یہ راہ منوّر ہے۔ حضرت داتا گنج بخش رحمۃ اللہ علیہ نے نہ فقط خود معرفت کا میوہ چکھا ہے، بلکہ اس میں تمام سالکین اور عارفین کو بھی شریک کیا ہے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کے دنیا سے پردہ فرمانے کے بعد بھی آپ کی تعلیمات کا سلسلہ آپ کی انمول کتابوں کے ذریعے جاری و ساری رہا، جو بے شک کسی بھی سالک کیلئے ایک خزانے سے کم نہیں۔

Marfat.com

حضرت داتا گنج بخش رحمۃ اللہ علیہ، حضرت سید علی عثمان ہجویری رحمۃ اللہ علیہ کے نام سے بھی مشہور ہیں۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ حسنی بھی ہیں۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کا نسب نامہ اس طرح ہے: علی بن سید عثمان بن سید عبدالرحمٰن بن شاہ شجاع بن ابوالحسن علی، بن حسن اصغر، بن سید زید شاہد بن امام حسن بن حضرت علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ۔

آپ رحمۃ اللہ علیہ ہجویری اور جلّابی اسلئے کہلائے جاتے تھے کیونکہ ہجویر اور جلّاب غزنی کے قریب دہ دو[۲] گاؤں تھے جہاں آپ رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی زندگی کے ابتدائی سال گزارے تھے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کے کئی ممتاز اساتذہ تھے، لیکن آپ کے روحانیت کے اُستاد حضرت ابوالفضل محمد بن حسن ختلی رحمۃ اللہ علیہ تھے، جو آپ کے مُرشد اور اپنے وقت کے ایک عظیم صوفی تھے۔ آپ کا تعلق سلسلۂ جنیدیہ (حضرت جُنید بغدادی سے نسبت) سے تھا۔

داتا صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی عبادت و ریاضت انتہائی سخت تھے خاص طور سے جب آپ نے تزکیہ نفس کیا تھا۔ آپ کا ایک طریقہ ملامت کا تھا، جس میں آپ جُبّہ اور دیگر صوفیانہ علامتوں سے گریز کرتے تھے۔ آپ ہمیشہ عام لباس پہنا کرتے تھے۔ اگر کوئی آپ کو حقارت کی نگاہ سے دیکھتا، یا طنز یا ملامت کرتا، تو آپ اس پر خوش ہوا کرتے تھے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے: "ملامت، خلوصِ محبت میں بہت محبوب آمیز ہے۔ اس لئے بزرگانِ دین ہمیشہ خلق کی ملامت کا نشانہ بنے ہوئے ہیں۔ خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، جو اہلِ حقیقت کے ایمان اور عاشقینِ الٰہی کے پیشوا ہیں۔ جبتک آپ پر وحی نازل نہیں ہوئی تھی، سب کے نزدیک نیک نام اور بزرگ مانے جاتے تھے۔

Marfat.com

مگر جیسے نبوت ظاہر ہوئی لوگوں نے زبانِ ملامت دراز کر دی۔ کسی نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو جادوگر کہا، کسی نے شاعر، کسی نے (نعوذ باللہ) انہیں مجنون کہا۔ یہ بات ظاہر ہے کہ جو شخص حق تعالیٰ کا نام لیتا ہے، لوگ اس کے مخالف ہو جاتے ہیں، لیکن حق تعالیٰ ہی اُن کو لوگوں کے شر سے محفوظ رکھتا ہے۔ وہ اپنے دوستوں کو لوگوں کی نظروں سے غائب رکھتا ہے تاکہ اُن کے جمالِ حال پر کسی کی نظر نہ پڑے یا کہ وہ خود ہی اُسے دیکھ کر مغرور نہ ہو جائیں۔ اس لئے اللہ خلقت کو اُن کے خلاف لگا دیتا ہے تاکہ لوگ اُن کی ملامت کریں۔ اُن کا اپنا نفسِ لوّامہ بھی ہر وقت اُن کی مُلامت کرتا ہے۔ اگر کوئی بُرا کام ہو تو وہ ہر وقت اس کی مُلامت کرتا ہے اور اگر نیکی کی ہو تو بھی نفسِ لوّامہ ملامت کرتا ہے کہ جو کچھ کیا ہے بہت کم کیا ہے اور زیادہ کرنا چاہیئے تھا۔"

جب داتا صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی رُوحانی تربیت مکمل کی، تو آپ مختلف جگہوں کے سفر پر نکلے، جیسے کہ شام، عراق، بغداد، آذربائیجان، تبرستان، خراسان وغیرہ، اور وہاں پر کئی اولیاء اور صوفیاءِ کرام سے فیض حاصل کیا۔ صرف خراسان میں ہی آپ کو ۳۰۰ مشائخ اور اولیاءِ کرام کی صُحبت نصیب ہوئی۔

یہ مسعود بن محمود غزنوی کا دور تھا جب آپ کے مرشد سے آپ کو لاہور جانے کا حکم موصول ہُوا۔ لاہور میں داتا صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے پیر بھائی حضرت حسین زنجانی رحمۃ اللہ علیہ موجود تھے، یہی وجہ ہے کہ جب آپ کو اپنے مرشد کے حکم کے بارے میں پتہ چلا تو آپ کو حیرت ہُوئی، لیکن تاہم آپ نے اس حکم کی تعمیل کی جو آپ کو ملا تھا۔ جب آپ رحمۃ اللہ علیہ لاہور پہنچے تو اس وقت رات تھی۔ دوسرے دن صبح سویرے آپ نے ایک جنازے

Marfat.com

کو اپنی طرف آتے دیکھا۔ جب آپ رحمۃ اللہ علیہ نے پوچھا کہ کس کا جنازہ ہے، تو آپ کو معلوم ہوا کہ یہ حضرت حُسین زنجانی رحمۃ اللہ علیہ ہیں جن کا گزشتہ شب وصال ہوا تھا۔

حضرت داتا گنج بخش رحمۃ اللہ علیہ شہر میں داخل ہوئے۔ بیشک اللہ کے طور طریقے نرالے ہیں جنہیں ہر ایک نہیں سمجھ سکتا۔ جب داتا صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے لاہور میں سکونت اختیار کی تو آپ نے ایک مسجد کی تعمیر میں حصّہ لیا، اور وہیں سے آپ رحمۃ اللہ علیہ نے دینِ اسلام کی تبلیغ کا آغاز فرمایا۔ دارا شکوہ نے اپنی ایک کتاب 'سفینۃ الاولیاء' میں داتا صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی ایک کرامت کا ذکر کیا ہے کہ جب مسجد کی تعمیر مکمل ہوئی تو شہر کے تمام علماء نے اعتراض کیا کہ مسجد کا محراب جنوب کی طرف ہے۔ یہ سُن کر داتا صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے تمام علماء کو بلوایا اور اُن سے کہا کہ وہ مسجد میں نماز ادا کریں۔ اس جماعت کی امامت خود داتا صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمائی۔ نماز کے دوران اللہ تعالیٰ نے تمام حجابات اُٹھا لئے اور کعبۃ اللہ سب کو نظر آنے لگا۔ نماز کے بعد داتا صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: "اب مجھے بتائیے کہ آیا مسجد کا رُخ جنوب کی طرف ہے یا قبلہ کی طرف؟" اس پر تمام علماءؒ نے کہا: "ہم اپنے اندازوں اور حساب میں غلط تھے، مسجد قبلہ رُخ ہے۔"

یہ تھی اللہ کی رحمت اِس بزرگ ولی پر۔ داتا صاحب رحمۃ اللہ علیہ میں ایک ایسی رُوحانی کشش اور آپ کے کلام میں اتنی تاثیر تھی کہ جو بھی آپ کی محبت میں آتا وہ دائرہ اسلام میں داخل ہو جایا کرتا تھا۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کا مہربانہ روّیہ اور نہایت اعلیٰ اخلاق غیر مسلموں پر اثر کیا کرتے تھے جو بغیر کچھ کہے اسلام قبول کرتے تھے۔ وہ شخص جو سب سے پہلے اسلام قبول کرنے والوں میں شامل تھا، اور جس نے آپ کے

Marfat.com

ہاتھ پر بیعت کی تھی ، وہ لاہور کا نائب حکمران رائے راجو تھا جسے داتا صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے شیخ الہند کا لقب عطا فرمایا تھا۔

حضرت داتا گنج بخش رحمۃ اللہ علیہ اللہ کے تمام عاشقین کے لئے فیّاضِ داتا تھے۔ آپ کا دل معرفت کے خزانوں سے بھر پور تھا جسے آپ بڑی فیّاضی سے اُن لوگوں پر نچھاور کرتے تھے جو اللہ والے تھے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے ایک بار فرمایا کہ:

"چونکہ محبّت کا گہوارہ دِل ہے، اس لئے دِل پھل پھول نہیں سکتا بغیر عشقِ الٰہی کے نور اور معرفت کے۔ وہ لوگ جو سمجھتے ہیں کہ وہ علم وعقل کے ذریعے معرفت حاصل کر سکتے ہیں، وہ غلطی پر ہیں، کیونکہ اگر معرفت علم وعقل سے حاصل ہوتی، تو ہر ایک عاقل اور عالم عارف ہوتا۔"

حقیقی معرفت تو صرف اُس شخص کو حاصل ہوتی ہے جس پر اللہ کا فضل ہو، کیونکہ یہ اللہ ہی ہے جو دِلوں کو کھولتا یا بند کرتا ہے، انہیں کشادہ کرتا ہے، یا اُن پہ مہر لگا دیتا ہے۔ عقل وعلم اُس کے حصول کا ذریعہ ہو سکتے ہیں، لیکن یہ اس کے لئے شرط نہیں ہو سکتے، شرط تو فقط اللہ کی عنایت ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ایک بار حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے فرمایا کہ: "میں نے خدا کو خدا ہی سے پہچانا اور خدا کے سوا کو اُس کے نور سے پہچانا۔"

فقر کے بارے میں گفتگو کرتے ہوئے ایک مرتبہ حضرت داتا صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ: "فقیری وہ ہے جب کوئی شخص اللہ کا قُرب حاصل کرنا چاہتا ہو، یعنی اللہ سے تحلیل ہو جانا ہے۔" اس کے لئے آپ رحمۃ اللہ علیہ نے ایک خوبصورت مثال

Marfat.com

دی۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: "میں نے تاج الدین کو یہ کہتے سنا کہ ایک چھوٹا سا کیڑا ہے جس سے پھولوں کی خوشبو آتی ہے۔ ایک بار دیکھا گیا کہ وہ اُس جگہ زمین پر لوٹ رہا تھا اور آہ و زاری کر رہا تھا جہاں چنبیلی کے پھول کِھلا کرتے تھے۔

جب اُس سے پوچھا کہ: "تمہاری چنبیلی کو کیا ہوا؟ تو کہنے لگا: "میں نے سنا ہے کہ وہ جل گئی ہے۔" اِس پر لوگوں نے کہا کہ: "پھر تمہارا عشق سچا نہیں ہے۔ اگر سچا ہوتا تو تم پیچھے نہ رہ جاتے، تم بھی اپنے محبوب کیساتھ جل جاتے۔" غم زدہ عاشق نے کہا: "میں یہاں موجود نہ تھا، یہ سانحہ میری غیر موجودگی میں پیش آیا۔ یہی وجہ ہے کہ میں اُس مٹی کو تلاش کر رہا ہوں جہاں میری چنبیلی پیدا ہوئی تھی تاکہ میں اُس مٹی کو اپنے سر کا تاج بنا لوں۔"

داتا صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے یہ مثال دے کر مرشد کی اہمیت کی وضاحت فرمائی اور فرمایا کہ: "اگر کسی کو حقیقت اور معرفت حاصل کرنی ہو تو اُسے اپنی زندگی مرشد کے قدموں میں ڈال دینی چاہیئے۔" پھر آپ رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے استاد شیخ عبدالقاسم رحمۃ اللہ علیہ کے یہ ارشادات سنائے:

"فقیر کے لئے اپنے مرشد کے تصور سے بڑھ کر اور کوئی چیز نہیں۔ فقیر کے لئے لازم ہے کہ ہر وقت اپنے مرشد کو حاضر و ناظر سمجھے، اور مُرشد وہ ہوتا ہے جو مراقبہ کے ذریعے مُرید کی ہر لمحہ نگرانی کرتا ہے۔"

اس عظیم نورِ معرفت نے ۴۶۵ ہجری میں اس دارِ فانی کو چھوڑا اور اپنے ابدی مسکن کی طرف روانہ ہوئے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کے مزار شریف کو پہلی بار غزنوی بادشاہ

Marfat.com

ابراہیم نے بنوایا اور بعد میں مغل شہنشاہ اکبر نے مزید تعمیرات سے اُسے زیادہ دلکش بنا دیا۔

فیض کے لئے نہ صرف علماء اور صوفیاءِ کرام آپ کے مزار شریف کی زیارت کرتے، بلکہ اکبر، جہانگیر اور شاہ جہاں جیسے مغل بادشاہ بھی باقاعدگی سے مزار کی زیارت کے لئے لاہور آکر حاضری دیا کرتے تھے۔ یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ گزشتہ ہزار سالوں سے تمام عظیم علماء، اولیاءِ کرام اور صوفیاءِ کرام اس مزار شریف پر روحانی فیض کے لئے حاضر ہوتے رہے ہیں۔

اور یہ کیسے ممکن ہے کہ کوئی اس در سے خالی ہاتھ جائے جبکہ بادشاہ گنج بخش کہلاتا ہو۔ اور یہ گنج اللہ کی وہ بے شمار رحمتیں ہیں جو اللہ کے اس محبوب ترین بندے کے ذریعے پہنچتی ہیں۔ سلطان الہند خواجہ معین الدین چشتی رحمۃ اللہ علیہ نے جب اس عظیم صوفی کے مزار پر چِلّہ کاٹا، تو آپ کو بے پناہ روحانی فیض حاصل ہوا۔ یہی وجہ ہے، آپ نے بے ساختہ فرمایا:

ے گنج بخش فیضِ عالم ، مظہرِ نورِ خُدا
ناقِصاں را پیرِ کامل، کاملاں را رہ نُما

حضرت بابا فرید گنج شکر رحمۃ اللہ علیہ نے بھی اس مزار شریف پر اعتکاف کیا تھا اور انہیں بھی اس مقدس مقام سے بے پناہ فیض ملا۔ حضرت نظام الدین اولیاءؒ محبوبِ الٰہی نے یہ بھی فرمایا:

"حضرت داتا گنج بخش کی ذاتِ پُرانوار تو رہنمائی کا مخزن تھی ہی، اُن کی کتاب

Marfat.com

"کشف المحجوب" بھی اُن لوگوں کے لئے ایک رہ نما کی حیثیت رکھتی ہے جنہیں کسی کامل راہنما کی صحبت میسر نہیں۔"

اے اُمتِ محمدی! راہِ سلوک ایک آسان راستہ نہیں ہے۔ یہ راستہ جی دار، باہمت اور زندہ دِل والوں کا راستہ ہے۔ اگرچہ اس راہ کے تقاضے بہت ہیں، لیکن اس کے بدلے میں یہ آپ کو آپ کے توقعات سے کہیں زیادہ عطا کرتی ہے۔

یہ آپ کو سچی محبت عطا کرتی ہے۔ اللہ کی محبت، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت، اولیاء اللہ کی محبت، اور اس میں کوئی شک نہیں کہ اس دنیا کا محور یہی سچی محبت ہے جو ہر شے کو حرکت دے رہی ہے۔ اللہ کے عاشقوں اور ولیوں سے محبت کریں اور آپ یقینی طور سے دیکھیں گے کہ ان کی محبت بھی لامحدود انداز میں آپ کے پاس آئے گی۔

اللہ تعالیٰ داتا صاحب رحمتہ اللہ علیہ کے درجات اور بلند کرے اور داتا صاحبؒ کی نگاہِ کرم ہم سب پر قائم و دائم رہے۔

آمین

(ثم آمین)

Marfat.com

۲۰ جنوری ۲۰۱۲ء (۲۰۷)

رُوح کی صحت

شروع اللہ کے بابرکت نام سے جو ربِ کائنات ہے اور ربُّ العالمین ہے۔ وہ واحد ذات ہے جس کی عبادت تمام جاندار اور غیر جاندار وجود کرتے ہیں، جس کی حمد وثناء کی صدائیں تمام جہانوں میں گونجتی ہیں۔ وہ تمام دنیاؤں کا ربّ ہے۔

دُرود و سلام اللہ کے محبوب پر، اللہ کے خوبصورت دِل پر جو، ہر وقت اپنی اُمت کی فلاح کے لئے دھڑکتا ہے۔

☆

سلام، رحمت اور برکتیں ہوں آپ سب کے لئے اور آپکے پیاروں کیلئے۔ سلامتی ہو اللہ کے تمام بندوں کے لئے جو اس غلامی کو اپنا محبوب اثاثہ سمجھتے ہیں۔

وقت کی دیکھ بھال اکثر لوگوں کیلئے ہمیشہ ایک مسئلہ رہی ہے۔ اگر آپ ان کے سپرد ایک ایسا کام کریں جس میں کچھ وقت لگ سکتا ہو تو وہ بے چین اور چڑچڑے ہو جاتے ہیں۔ لیکن اگر وہ کام شروع کرنے سے پہلے کام کے تقاضوں کے مطابق نظام الاوقات بنائیں، اور پھر مرحلہ وار کام کو ختم کریں، تو

Marfat.com

زندگی ان کے لئے آسان تر ہو جائے گی۔

جس طرح آپ اپنے پیسے کا حساب کتاب رکھتے ہیں، تاکہ اِس کی سرمایہ کاری سے آپ کو زیادہ فائدہ ہو، بالکل اسی طرح وقت کی بھی انتظام کاری ہونی چاہیئے۔ وقت بھی، پیسے کی طرح، ایک محدود اثاثہ ہے۔

آپ کے پاس ہر دن کے صرف ۲۴ گھنٹے، ہر ماہ کے ۳۰ دن اور ہر سال کے ۱۲ مہینے ہیں۔ یہ ہی وجہ ہے کہ کہتے ہیں کہ: بہت کچھ کرنا ہے لیکن وقت بہت کم ہے۔ وقت وہ قیمتی سرمایہ ہے جو ہر ایک کے پاس، بغیر پیسہ خرچ کئے، میسّر ہے۔ اگر آپ اسے سمجھداری سے استعمال کرتے ہیں تو یہ آپ کو فائدہ پہنچائے گا۔ یہ آپ کو اچھا منافع دے گا۔ لیکن اگر آپ اسے ضائع کرتے ہیں تو ظاہر ہے کہ نقصان آپ کا اپنا ہو گا۔

انسان کے لئے، وقت، سانسوں کی وہ تعداد ہے جو اُسے زندگی بھر کے لئے عطا ہوئی ہیں۔ جب وہ پیدا ہوتا ہے اور پہلی سانس لیتا ہے، وہ ہی لمحہ دراصل اس کے وقت کا آغاز ہے۔ اسی طرح کسی شخص کی آخری سانس وہ ہے جب اس کی زندگی کی گھڑی چلنا بند کر دیتی ہے، اور اس کے کانٹے حرکت کرنا چھوڑ دیتے ہیں۔ کوئی نہیں جانتا کہ اُسے کتنی سانسیں عطا ہوئی ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ وقت بہت قیمتی ہے۔

حالات مختلف ہوتے اگر ایک شخص کو پہلے سے معلوم ہوتا کہ اُس کے پاس سانسوں کی کتنی تعداد ہے۔ اُس صورت میں وہ اپنی زندگی کا نظام دنیاوی طور

Marfat.com

سے بہتر ترتیب دے سکتا۔ وہ کہہ سکتا کہ اُس کی زندگی کا ایک تہائی (۱/۳) وقت حصُولِ تعلیم کے لئے ہوگا اور ایک تہائی (۱/۳) وقت زندگی کے مزے اُڑانے کے لئے، یعنی اپنی محنت کا پھل کھانے کے لئے ہوگا، اور وقت کا آخری حصّہ اللہ کے لئے ہوگا۔

لیکن اس دُنیا میں ایسا کوئی قسمت کا دھنی نہیں جسے اپنے وقت کی صحیح تعداد معلوم ہو۔ یہ چند گھنٹے، چند دِن، یا چند مہینے یا محض چند سال بھی ہو سکتے ہیں۔ آدمی کتنا ہی بوڑھا کیوں نہ ہو، وہ پھر بھی سوچتا ہے کہ اُس نے ابھی اپنی زندگی بھرپور طور پر نہیں جی۔ وہ پھر مزید وقت کی خواہش کرنا شروع کرتا ہے اور بیتے ہوئے وقت پر افسوس کرتا ہے۔

اگر یہی حال سب کا ہے تو انسان اپنا وقت اِس قدر کیوں ضائع کرتے ہیں؟ وہ اس کی قدر کیوں نہیں کرتے؟ یہ وقت کی وہ ریت ہے جو ہر ایک کی مُٹھی میں ہے اور چاہے کوئی اپنی مُٹھی کو کتنا ہی بند رکھے، وہ پھر بھی اُس کے ہاتھ سے دِھیرے دِھیرے نکلتی جائے گی۔ اللہ نے وقت کو اس لئے پیدا کیا تاکہ آپ اپنی زندگی میں نظم وضبط پیدا کریں۔

ہر چیز ایک خاص مدّت تک کے لئے برقرار رہتی ہے اور پھر وہ اپنی تباہی سے دوچار ہوتی ہے جب اُس کا مقررّہ وقت ختم ہو جاتا ہے۔ اللہ نے وقت کو اپنے نظام کو چلانے کے لئے بنایا ہے۔ کہکشائیں جنم لیتی ہیں اور پھر وہ مر جاتی ہیں۔ ستارے پیدا ہوتے ہیں لیکن ہزاروں سال بعد وہ بھی ختم

Marfat.com

ہو جاتے ہیں وہ سب کچھ جو شروع ہوتا ہے آخر اپنے انجام تک پہنچتا ہے۔

انسانوں کی زندگی بڑی نازک ہوتی ہے۔ ان پر ذمہ داریوں کا بڑا بوجھ ہے۔ اُن کے دلوں میں ہزاروں خواہشیں ہیں اور اُن کے ذہنوں میں کئی کئی منصوبے سمائے رہتے ہیں۔ لیکن کیا ان کے پاس اِن سب مقاصد کو حاصل کرنے کے لئے کافی وقت ہے؟ بدقسمتی سے اس زمین پر کوئی ایسا نہیں ہے جسے اس پر یقین ہو۔ کون اپنی اگلی سانس یا اپنی زندگی کے آخری لمحے کی ضمانت دے سکتا ہے؟

وقت بہت قیمتی شے ہے، لیکن انسانی زندگی میں اس کا استعمال انتہائی غیر مناسب ہوتا ہے۔ یہ وہ شے ہے جو نہ تو دیکھا جا سکتا ہے اور نہ ہی محسوس کیا جا سکتا ہے۔ یہ پیسے کی طرح نہیں، جسے ہاتھ میں پکڑا جا سکے۔ یہی وجہ ہے کہ لوگ اس قیمتی وسیلے کو اہمیت نہیں دیتے۔ وہ اس دھوکے میں ہیں کہ دنیا میں ان کے پاس کافی وقت ہے کہ وہ اپنے دُنیاوی اور اُخروی اُمور کو وقت کے اس دورانیہ میں نمٹا لیں گے۔

لیکن جونہی انہیں احساس ہوتا ہے کہ ان کے بچے بڑے ہو رہے ہیں اور وہ خود بوڑھے ہو رہے ہیں تو پھر انہیں اپنے وقت کی فکر دامن گیر ہونا شروع ہو جاتی ہے۔ وہ اپنا وقت اس دنیا میں یہ سوچ کر لگاتے ہیں کہ اپنی اور اپنے بچوں کی آرام دہ زندگی کے لئے جو کچھ کر سکتے ہیں وہ اُن کے لئے اُس وقت کو استعمال کریں، کون جانے کے کل اُن کے پاس وقت ہوگا یا نہیں۔ اُن کا کہنا ہے کہ: "ہمارا

Marfat.com

وقت ہمارا سرمایہ ہے" یعنی اُن کا ایک ایک لمحہ زیادہ سے زیادہ منافع کمانے کے لئے موجود ہے۔

ایسی ہے اُن کی تنگ نظری، اور ایسی ہے ان کی حماقت۔ یہ دولت کے انبار ایک ایسی زندگی کے لئے جمع کئے جارہے ہیں جو ہوسکتا ہے کہ صرف چند لمحوں کے لئے ہو، یا ہوسکتا ہے چند دنوں کے لئے ہو۔ لیکن اُن کا ذہن آخرت کی اُس زندگی کی طرف نہیں جاتا جو اَبد تک باقی رہنے والی ہے۔

یہ تو ایسا ہے کہ جیسے آپ ایک ایسے گلاس میں پانی جمع کرنے کی کوشش کر رہے ہیں جس کے پیندے میں چھید ہے۔ کیا آپ کبھی اُس گلاس میں پانی بھر سکتے ہیں؟ کیا وہ ہمیشہ خالی نہیں رہے گا؟ یہ ہی ہوتا ہے جب آپ دنیا میں اپنا وقت اپنی دُنیاوی خواہشات کی تکمیل اور اپنے دِل کے حرص کی تسکین کیلئے استعمال کرتے ہیں۔ یہ بیماریاں آخرت کی زندگی میں ایک چھید ڈال دیتی ہیں۔

یہی وجہ ہے کہ اس دُنیا میں جمع کردہ دولت مشکل سے ہی اُس برتن کو بھر سکتی ہے۔ اُخروی زندگی کے برتن (ظرف) کو نیکیوں اور عبادات سے بھر لینا چاہیئے۔ یہ ظرف اصل میں آپ کا اعمال نامہ ہے جو آپ کے شعور کے وقت کھولا گیا تھا اور آخری سانس کے وقت بند کیا جائے گا۔ اس میں ہر ایک عمل اور ہر ایک خیال محفوظ ہے تاکہ کل جب اللہ آپ سے پوچھے، تو آپ ان میں سے کسی چیز کے بارے میں انکار نہ کرسکیں کیونکہ ثبوت آپکی آنکھوں کے سامنے موجود ہونگے۔

انسان یہ کیوں سوچتے ہیں کہ ان کی زندگی کا آخری مرحلہ یعنی فیصلے کا وقت

Marfat.com

انہیں کوئی تکلیف نہیں دے گا؟ وہ یہ کیوں بھول جاتے ہیں کہ یہ وہ دن ہے جب بچے چند لمحوں میں بوڑھے ہو جائیں گے، جب پہاڑ رُوئی کے گالوں کی طرح اُڑ جائیں گے، جب حاملہ اپنے حمل کو گرا دیں گی۔ یہ وہ وقت ہوگا جب میزان سامنے لایا جائے گا جو سچ کو ظاہر کرے گا، جو ہر اُس شخص کے نیک اور بد اعمال کو تولے گا جس نے اس دنیا میں سانس لی ہو اور جس کے اعمال کا حساب اُس کے فرشتوں نے رکھا ہوگا۔

اعمال کی یہ کتاب واضح طور سے بتاتی ہے کہ اُس شخص کو کتنی سانسیں ملی تھیں اور اس نے انہیں کس طرح استعمال کیا۔ اس کے جسم نے کتنی پاک سانسیں اور کتنی خراب سانسیں لی ہیں۔ پاک سانسیں دراصل اُس کے نیک اعمال کا نتیجہ ہیں جیسے کہ کسی کے لئے بے غرض کی گئی نیکی یا اللہ کی راہ میں خرچ کیا گیا پیسہ۔

اللہ کا کوئی بھی لفظ نہ فقط رُوح کو تازگی بخشتا ہے، بلکہ مادّی جسم میں مثبت قوّت پیدا کرنے کا بھی باعث بنتا ہے۔ یہ ہے سانس کی پاکی کا مطلب۔ لیکن کسی کے اعمالِ بد نہ فقط اعمال نامے کو برباد کرتے ہیں، بلکہ اُس شخص کے جسم سے منفی قوّت کے اخراج کا باعث بنتے ہیں جس سے اس کا وجود دوسروں کیلئے ناخوشگوار بن جاتا ہے۔

یہ ہی سبب ہے کہ جہاں کہیں بھی اللہ کا کوئی عاشق موجود ہوتا ہے تو اس کا وجود فضا کو لطیف اور ہلکا بنا دیتا ہے اور اُس جگہ پر اللہ کی رحمتوں کا نزول شروع ہو جاتا ہے۔ لیکن اگر کسی جگہ پر اللہ کا کوئی نافرمان موجود ہو تو وہاں کا تمام ماحول

Marfat.com

رُوح کے لیئے بھاری اور ناخوشگوار بن جاتا ہے۔

انسانی رُوح کسی مقام کی قوّت یا فضائے سے بہت متاثر ہوتی ہے۔ کسی شخص کی خوشی ضروری نہیں کے رُوح کی خوشی ہو۔ یہ ممکن ہو سکتا ہے کہ ایک شخص کو دنیاوی لذّتوں سے خوشی حاصل ہوتی ہو؛ وہ اللہ کی نہ فرمانی میں خوش ہوتا ہو؛ اُسے اپنی شراب کی بوتل میں خوشی ملتی ہو؛ یا ناجائز تعلقات میں۔ یعنی اُس کے ظاہری جسم کو ایسی چیزوں سے خوشی محسوس ہوتی ہوگی، لیکن ضروری نہیں کہ اس کی رُوح کی کیفیت بھی ایسی ہی ہو۔

نافرمانی کے ہر عمل سے رُوح کمزور ہو کر اپنی قوّت کھو دیتی ہے۔ اور جب نہ فرمانی بڑھ جاتی ہے تو رفتہ رفتہ رُوح بے حرکت اور مُردہ ہو جاتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ کفّار اور مشرکین کی رُوحیں اتنی کمزور، بلکہ قریب المرگ ہوتی ہیں، اور اسی لیئے وہ اللہ کی نشانیوں میں سے کسی کو نہیں دیکھ پاتیں۔

یہ کیسے ممکن ہے کہ مُردہ آنکھیں روشنی کو دیکھ سکیں، چاہے وہ روشنی کتنی ہی جگمگاتی کیوں نہ ہو۔ جب کسی کی رُوح مرجاتی ہے تو پھر فقط اس کا بیرونی جسم کام کرتا ہے۔ پھر رُوحانی دُنیا سے اُس کا تعلق ٹوٹ جاتا ہے۔ اُس کا جسم شیطان کی سواری بن جاتا ہے اور یہ اُس وقت حرکت کرتا ہے جب شیطان اُسے حرکت دینا چاہے۔ ایسے لوگوں کو خوشی صرف اس دُنیا میں ملتی ہے۔

لیکن چونکہ یہ خوشیاں محض ظاہری ہیں، اس لیئے حقیقی اطمینان اور خوشی کبھی بھی حاصل نہیں ہو سکتی۔ یہی وجہ ہے کہ جب آپ اِن لوگوں کو دیکھتے ہیں،

Marfat.com

تو آپ کو نظر آئے گا کہ یہ لوگ اپنے جسموں کی خوشنودی کے لئے نئی راہیں تلاش کرتے ہیں، نئے کھیل تماشے اور نئی مہم جوئیاں کرتے ہیں۔ وہ ہر وقت خدا کی نہ فرمانی کرتے ہیں، اُس کے تمام احکامات کو رَد کرتے ہیں تاکہ وہ (اپنے اس عمل سے) زیادہ سے زیادہ خوشی حاصل کر سکیں۔

وہ خود کو اور دوسروں کو دکھانا چاہتے ہیں کہ جو کچھ وہ کرنا چاہتے ہیں اس سے انہیں کوئی روک نہیں سکتا، حتیٰ کہ اللہ بھی انہیں نہیں روک سکتا۔ کتنا افسوس ہے اِن کے دِلوں کی حالتِ زار پر، اور ان کی ذہنی حماقت پر۔ اللہ انہیں لمبی مُہلت دیتا ہے تاکہ وہ اپنی نافرمانی میں اضافہ کریں، وہ انہیں کافی وقت دیتا ہے تاکہ وہ آخری سانس تک اپنی دلی تمنائیں پوری کریں۔ آنکھیں بند ہونے کے بعد ہی انہیں اصل دُنیا یعنی دوسری دُنیا دیکھائی دے گی۔

پھر وہ دیکھیں گے! خود اپنی آنکھوں سے دیکھیں گے اس سودے کے نتیجے کو بے شک انہیں بھڑکتی ہوئی آگ کا ایک گڑھا ملے گا اور پھر وقت اُن کی مدد کو نہیں آئے گا کیونکہ آگ کے اس گڑھے میں اُن کی زندگیوں کا کبھی خاتمہ نہیں ہوگا۔ کاش کہ وہ اُس وقت سُنتے جب اُن سے کہا جا رہا تھا۔

وقت ایک نہایت قیمتی شے ہے۔ وہ ایسا زر ہے جس کی مقدار روز بروز کم ہوتی جا رہی ہے۔ ہر صبح ایک آدمی طاقت سے بھرپور، بستر سے اُٹھتا ہے اپنے پھیپھڑوں میں تازہ ہوا لیتے ہوئے ہر روز اللہ اُسے توبہ کرنے کے لئے مزید وقت دیتا ہے۔ کچھ اور وقت اللہ کی راہ کی طرف لوٹنے کے لئے۔

Marfat.com

لیکن یہ آدمی ہر روز اس قیمتی وقت کو نافرمانی اور غفلت میں گزار دیتا ہے۔

پھر بھی اللہ نہایت رحمان اور رحیم ہے۔ ہر روز وہ ہر ایک کو اپنی نشانیاں دکھاتا ہے۔ اس کا نام ہر روز ۵ بار پکارا جاتا ہے تاکہ لوگ اُسے یاد کیا کریں۔ ہر روز اُس کی رحمت پوری دُنیا پر برسائی جاتی ہے، لیکن وہ صرف صاحب بصیرت ہی ہیں جو اُس کے کرم کو دیکھ پاتے ہیں۔ یہ وہ لوگ ہیں، جو اُس کی ہر ایک نعمت کی قدر کرتے ہیں۔ جب وہ کھاتے ہیں تو "اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ" کہتے ہیں؛ جب وہ پیتے ہیں تو اُس کا شکر ادا کرتے ہیں؛ وہ اپنی آنکھوں، اپنے کانوں، اپنے اعضاء اور اپنی صحت، اپنے مال، اپنے گھرانے اور سب سے بڑھ کر اپنے ایمان کی عطا پر اسکے شکر گزار ہیں۔ وہ یہ بھی جانتے ہیں کہ وقت ایک قیمتی شے ہے اور وہ اِس کے چھوٹے سے حصّے کو بھی ضائع نہیں کرتے۔

اُن کی ہر سانس ذِکر کی سانس ہے، اُن کی ہر سانس اپنے اللہ کے شکر کی سانس ہے۔ انہیں اپنی زندگی کی قدر ہے۔ وہ اپنی ہر سانس کی دیکھ بھال کرتے ہیں۔ وہ یہ جانتے ہیں کہ جب تک یہ سانس باقی ہے اُن کے پاس اللہ کو یاد کرنے کا وقت ہے، اُس کی حمد و ثنا کرنے کا وقت، ذکرِ مصطفیٰ ﷺ کرنیکا وقت ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اُن کے لئے اُن کی ہر سانس اتنی قیمتی ہے۔ وہ اپنی صحت کا خیال رکھتے ہیں کیونکہ ایک صحت مند جسم ہی عبادت بہتر طور سے کرتا ہے۔ اسی طرح وہ اپنے وقت کو بہتر طریقے سے خرچ کرنا سیکھتے ہیں۔ وہ عام طور سے اپنے کاموں کی فہرست بناتے ہیں۔ پھر وہ اپنے وقت کو (۳) تین حصّوں میں تقسیم کرتے ہیں:

Marfat.com

ایک حصّہ اپنے اللہ کے لئے، ایک اپنے گھرانے کے لئے اور ایک حصّہ اپنی سماجی ذمّہ داریوں کے لئے۔ اللہ کے لئے مخصوص وقت عبادت اور تلاوت کیلئے ہے۔ جب کہ گھرانے کے لئے وقت کا مطلب روزگار کمانا اور اپنے خاندان کی دیکھ بھال ہے، اور سماجی ذمہ داریوں کے لئے وقت کے معنی ہیں وہ وقت جو آپ اپنے دوستوں اور جاننے والوں کے لئے نکالتے ہیں، غریب اور ضرورت مندوں کیلئے نکالتے ہیں، پڑوسیوں کے لئے نکالتے ہیں، اور اُن کے لئے بھی جو آپ کے اطراف موجود رہتے ہیں جن کو کسی نہ کسی طور آپ کی ضرورت پڑتی ہو۔ اِس سے وقت میں توازن اور اعتدال قائم رہتا ہے تاکہ کوئی نظر انداز نہ ہو۔ حتیٰ کہ آپکی اپنی بھلائی بھی متاثر نہ ہو، کیونکہ آپ کی اپنی ذمّہ داری بھی آپ کے اپنے سَر ہے ہمیں یہ ہدایت کیوں دی جاتی ہے کہ ہم اپنے وقت کا صرف ۱/۳ حصّہ یادِ الٰہی کے لئے رکھیں، کیوں نہیں ۱۰۰٪ حصّہ؟ یہ ہے اللہ کے عاشقین کی طرزِ گفتگو۔

آپ کو جاننا چاہیئے کہ اگر آپ کوئی بھی دنیاوی کام کر رہے ہیں، جیسے روزگار کمانا، خاندان کی دیکھ بھال، یا پڑھائی وغیرہ، تو یہ سب کام عبادت میں تبدیل ہو سکتے ہیں اگر آپ کی نیت اللہ کی رضا ہے۔ اس کے معنی ہیں کہ آپ کے تمام کام اور دوسروں کے ساتھ آپ کے تمام معاملات شریعت کے دائرے میں ہونے چاہئیں۔ یادِ الٰہی ہر وقت آپ کے ساتھ ہونی چاہیئے، خواہ آپ عبادت کر رہے ہوں یا کوئی دنیاوی کام۔ اس کے معنی ہیں کہ چاہے آپ کچھ بھی کر رہے ہوں، ذکرِ الٰہی آپ کے دلوں میں جاری رہے، تاکہ آپ کی ہر سانس پاک اور بامقصد ہو جائے،

Marfat.com

ہر ایک لمحہ جو آپ اللہ کے ذکر میں گزارتے ہیں وہ آپ کا توشۂ آخرت ہو۔
یہ ایسا ہی ہے جیسے آپ کچھ رقم بینک میں جمع رکھتے ہیں اور بینک آپکو اس سرمایہ کاری پر کچھ منافع دیتا ہے، جس کا مطلب ہے کہ آپ کا اصل سرمایہ بڑھنا شروع ہو گیا ہے۔ اللہ کی اطاعت میں گزارا ہوا وقت بھی سرمایہ کاری ہے جو آپکے نامۂ اعمال میں لکھا جاتا ہے۔ اس میں اور دنیاوی سرمایہ کاری میں فرق صرف اتنا ہے کہ دنیاوی سرمایہ کاری آپکو نقصان بھی پہنچا سکتی ہے اگر بینک اپنے کاروبار میں نقصان کا اعلان کرتا ہے۔ لیکن وہ سرمایہ کاری جو آپ اللہ کے پاس کرتے ہیں، وہ آپ کو کبھی نقصان نہیں پہنچاتی۔ اس کے برعکس یہ آپ کو وہ منافع بخشے گی جو اس دنیا میں آپ کے گمان سے بھی باہر ہو۔
یہی وجہ ہے کہ آپ کو اپنے وقت کی دیکھ بھال کرنی چاہیئے۔ آپ کو اپنے وقت میں نظم وضبط لانے کا طریقہ سیکھنا چاہیئے باقاعدگی سے ۵ وقت نماز پڑھ کر اور اس پر کڑی نظر رکھ کر کہ آپ اپنے شب و روز کے لمحات کس طرح گزارتے ہیں۔ ایک بار جو وقت ہاتھ سے نکل گیا، وہ کبھی بھی واپس نہیں آتا۔ وہ لمحہ جسے آپ آج گزارتے ہیں وہ واپس نہیں آتا۔ تو ہر لمحہ پر کڑی نگاہ رکھیں۔ روزانہ جو کچھ آپ کرتے ہیں اس کا حساب رکھیں پھر رات کو اپنا محاسبہ کریں تاکہ غلطیاں اور لغزشیں دوبارہ سرزد نہ ہوں اپنی ہر سانس کو اللہ کی نعمت جانیں اور ہر سانس کا شکر ادا کریں اور اُسی شکر گزاری سے اللہ کی اطاعت کرنا سیکھیں۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے زمانہ اور دُنیا کی تشریح ان الفاظ میں فرمائی ہے:

Marfat.com

"انسان اِس عمر پر کس طرح خوش ہوتا ہے جو گھنٹوں کے گزرنے سے
گھٹتی ہے اور اس جسم کی سلامتی پر کیوں مغرور ہوتا ہے جو جہاں بھر کی آفتوں کا
نشانہ ہے۔ بے شک زمانہ ایک ایسا دشمن ہے کہ اس کے ساتھ کوئی دشمنی نہیں
کر سکتا۔ یہ وہ حاکم ہے جسے ظالم نہیں کہہ سکتے اور یہ ایسا جنگ آور ہے کہ اس کے
ساتھ کوئی لڑ نہیں سکتا"

کوشش کرو کہ تم دنیا میں رہو دنیا تم میں نہ رہے کیونکہ کشتی جب تک
پانی میں رہتی ہے، خوب تیرتی ہے، لیکن جب پانی کشتی میں آجائے تو وہ ڈوب
جاتی ہے۔

اللہ تعالیٰ سے دُعا ہے کہ اس دنیا میں ہم اپنے وقت کو اس طرح استعمال
کریں کہ جس سے اُس کی رضا حاصل ہو۔

آمین

ثم آمین

Marfat.com

حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ

شروع اللہ کے بابرکت نام سے جو اُن سب کا رَبّ ہے جو تخلیق کی گئی ہیں ۔ سُبحان اُس کا نام اور پاک اُس کی ذات ہے۔ وہ روح الامین کا خالق اور اپنے تمام بندوں کا مالک ہے۔

درود و سلام محبُوبِ رَبّ پر، سردارِ اہلِ سیرت المستقیم پر، رہنمائے صالحین اور عاشقین پر اور اپنی اُمّت کے نجات دہندہ پر۔

سلام، رحمت اور برکتیں ہوں آپ سب کے لئے اور آپ کے پیاروں کے لئے، سلامتی ہو پنجتن پاک کے تمام عاشقین پر اور بے شک یہ سب میں سے بہترین سے محبت کرتے ہیں۔

ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اہلِ بیت کا ذکر کیوں کرتے ہیں۔ بالخصوص اُن کے قریبی عزیزوں کا یعنی، حضرت علی کرم اللہ وجہہ، حضرت بی بی فاطمہ رضی اللہ عنہا، حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ، حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کا؟ ہوسکتا ہے آپ کہیں کہ اس لئے کہ وہ رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے قریب ترین تھے اور انہی کے ذریعے رسُول صلی اللہ علیہ وسلم کا نسب قائم رہا اور یہ بھی کہ یہ ہی رسُولِ پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے نور کے براہِ راست وصول کنندہ تھے۔

Marfat.com

ان ہی کے گرد بات کیوں گھومتی ہے، اِس کی ایک اور بھی وجہ ہے۔ یہ درست ہے کہ اہلِ چادر کا رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دل میں ایک خاص مقام ہے اور یہ بھی سچ ہے کہ حضوُر صلی اللہ علیہ وسلم کے دنیا سے پردہ فرمانے کے بعد یہ ہی اہلبیت تھے جنہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نقشِ قدم لوگوں کو دکھائے۔ یعنی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا طرزِ حیات اور سیرتِ مبارک دنیا کے سامنے رکھا۔

لیکن حقیقت یہ ہے کہ ان کی اہمیت آج کل کے زمانے میں بہت زیادہ بڑھ گئی ہے اور اس فتنہ و فساد کے زمانے میں اُن کی رُوحانی موجودگی بہت زیادہ بڑھ گئی ہے۔ یہ وقت جب شیطان انسانی جانوں کو برباد کرنے میں زیادہ سرگرم ہے۔ یہ وقت دو قوتوں کے درمیان جنگ کا وقت ہے۔ یعنی حق کی قوتوں، اور باطل کی قوتوں کے درمیان جنگ۔

یہ وہ وقت ہے کہ جب اللہ تعالیٰ اپنی رُوحانی طاقتوں کو بھیجے گا جو ہر وقت حق کی قوتوں کے پُشت پر ہونگی، کمان کرتی، رہنمائی اور انسانی قوتوں کی مدد کرتی۔ وقت کا یہ خاتمہ بڑا عجیب ہے عام لوگ ایسی رُوحانی تربیت سے گزریں گے کہ ایسا کبھی پہلے نہیں ہوا ہوگا۔ رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاک گھرانے کی موجودگی کئی لوگوں کو دکھائی دے گی اور دنیا کے ان آخری ایام میں اُنکا ایک مضبوط کردار ہوگا۔

امام مہدی اہل بیت کے ایک رکن ہیں، یہ ہی وجہ ہے کہ زمین کے اِن آخری ایام میں اُن کے خاندانِ مبارک کی موجودگی بڑی نمایاں ہوگی تاہم ان کو صرف وہ ہی آنکھیں دیکھ سکیں گی جنہیں اللہ دکھانا چاہے۔ ایسے واقعات گزشتہ زمانوں

Marfat.com

ہیں عام نہ تھے مگر آخری زمانے کے تقاضوں کے پیشِ نظر ایسے واقعات زیادہ عام ہوں گے، آپ کے زمانے ہیں اور مستقبل میں بھی۔

یہ ہی وجہ ہے کہ تمام نُوریوں کو نہ صرف نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی حیاتِ مبارکہ اور ان کے اہل بیت کے بارے ہیں اچھی طرح جاننا چاہیئے بلکہ اپنے دِلوں ہیں اِن کیلئے شدید محبّت رکھنی چاہیئے، یہ محبت اُنکے دروازے کشتیِ نورِ نبی کی جانب کھول دیگی جو رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی کشتی ہے۔

جب ہم رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے گھرانے کا ذکر کرتے ہیں تو کون اُن کے اُن دو حَسین نواسوں سے اظہارِ محبت نہ کرے جو رسولِ پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے گلشن کے پھُول ہیں۔ جو جنّت کے تمام جوانوں کے سَردار ہیں۔ آپ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دل کی خوشی کا اندازہ نہیں لگا سکتے جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اِن دونوں اماموں کو پہلی بار اپنے سینے سے لگایا ہو گا۔

یہ دونوں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی آنکھوں کی ٹھنڈک تھے بڑے نواسے حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ کی جب ولادت ہوئی، تو آپ کو شبّر کا نام دیا گیا یہ نام حضرت جبریل علیہ السلام لائے تھے۔ کیونکہ شبّر کا عربی بدل حسن تھا، اس لئے خیر البشر صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کو حَسَن کہہ کے پکارا۔

یہ اس لئے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو بتایا گیا تھا کہ، "علی آپ کیلئے ایسے ہی ہیں جیسے ہارون، موسیٰ کے لئے تھے" اور حضرت ہارون علیہ السلام کے بیٹے کا نام شبّر تھا۔ حضرت امام حَسَن رضی اللہ عنہ شبیہہ مصطفیٰ تھے، یعنی آپ رضی اللہ عنہ اپنے نانا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے

Marfat.com

بہت زیادہ ہم شکل تھے۔ (یعنی سرِ انور سے سینۂ اطہر تک)۔

شفیق نانا جان کو اپنے نواسے سے کتنی محبت تھی، یہ اِن احادیث سے ظاہر ہے:

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ دُعا ہوتی تھی: "اے اللہ، میں حسن اور حُسین رضوان اللہ علیہما سے محبت کرتا ہوں تو بھی اُن سے محبت کر اور ان سے بھی محبت کر جو اُن سے محبت کرتے ہیں۔"

ایک اور جگہ پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "الحسن والحسین سید الشباب اہل الجنۃ"۔ "حسن و حُسین جنّت کے نوجوانوں کے سردار ہیں"۔ حضورؐ کی محبت کی شدّت کا اندازہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی اس دُعا سے لگا سکتے ہیں جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم اللہ سے دُعا فرماتے تھے:

"اے اللہ! بے شک یہ مجھ سے ہیں اور میں اِن سے ہوں۔ تو اپنی صلاۃ بھیج اور رضا اور بخشش بھیج مجھ پر اور ان پر یعنی علینا دفاطمہ دحسن وحسین وعلی۔"

کیا کوئی اِن پانچ پاک نفوس کے مقام کا اندازہ لگا سکتا ہے جن کے بارے میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم اپنے اللہ سے دعا گو ہیں کہ ان کے لئے صلوٰۃ، رحمت اور رضا اور بخشش کا نزول فرما۔ صرف اُن کا نام اور وسیلہ لینے سے کسی کا بھی بوجھ ہلکا ہو سکتا ہے اور زندگی کی سختیاں کم ہو سکتی ہیں۔

یہ وہ مقدس نام ہیں جن کو پکارنے سے شیطان ڈر جاتا ہے اور جنات و بلیات، مارے خوف کے بھاگ جاتے ہیں۔ یہ اللہ کے شیر ہیں جو ہر وقت اُسکے

Marfat.com

علاقے کی نگہبانی کرتے ہیں اور ہر وقت اُس کے بندوں کی مدد کیلئے آمادہ ہیں۔

یہ ہی وجہ ہے کہ آپ جب نادِ علی پڑھتے ہیں تو عجیب واقعات رُونما ہونے لگتے ہیں اور آپکو کراماتِ اہلبیت نظر آسکتی ہیں۔ اِس خاندانِ پاک کے دلوں میں نورِ نبی موجود تھا اور وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی رُوحانیات کے عَلَم بردار تھے۔ یہی وجہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے نواسوں نے اس قدر فیضِ نبی حاصل کیا اتنے قلیل عرصے میں جو دوسری صورت میں سالہا سال کے علم اور مجاہدے سے حاصل ہوتا ہے۔

یہی وجہ ہے کہ ان شہزادگانِ رسول کی پرورش دوسروں سے بالکل مختلف ہوئی تھی۔ اُن کی فیاضی کی کوئی حد نہ تھی اور اُنکا اعلیٰ اخلاق اوروں کیلئے نمونہ تھا۔ یہی وجہ تھی کہ جب اُمت کا بوجھ اُن کے کندھوں پر پڑا تو اُن کا عمل ایسا ہی رہا جس کی ان کے نانا جان نے پیش گوئی فرمائی تھی، (یعنی) جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا:

"میرا یہ بچہ سردار ہے، اللہ تعالیٰ اُس کے ہاتھ مسلمانوں کے دو گروہوں کے درمیان صلح کرا دے گا۔"

پوری دنیا نے دیکھ لیا کہ وہ خلافت جو حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ کو دی گئی تھی، اُسے آپ نے اُمت کو خونریزی سے بچانے کی خاطر پُرامن طور سے واپس کر دی۔ یہ امام جو جنت کے نوجوانوں کے سردار تھے اور پوری کائنات ان کے قدموں میں تھی اور جن کے الفاظ اللہ کی بارگاہ سے خالی نہیں لوٹتے تھے، تو پھر بھلا انہیں دنیا کے تخت و تاج کی کیا حاجت ہو سکتی تھی؟

بیشک شجر و حجر (یعنی درخت اور پتھر) بھی آپ کے حکم کے تابع تھے۔ ایکبار سیدنا

Marfat.com

امام حسن رضی اللہ عنہ نے سفر کے دوران ایک ایسے کھجور کے باغ میں پڑاؤ ڈالا جس کے درخت سوکھ چکے تھے۔ حضرت زبیر بن العوام رضی اللہ عنہ کے بیٹے آپ کے ہمراہ تھے جب قافلہ باغ میں رُکا اور حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ کا بستر ایک سوکھے درخت کے نیچے بچھایا گیا، تو حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کے بیٹے نے عرض کیا: "اے ابنِ رسول، کاش کہ ان سوکھے درختوں پہ تازہ کھجور ہوتے، تاکہ ہم انہیں جی بھر کے کھا لیتے۔

اِس پہ حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ نے ایک دُعا پڑھی اور اسی وقت وہ سُوکھا درخت ہرا ہوا اور تازہ کھجوریں اُس پر ظاہر ہوئیں۔ یہ دیکھ کر شتربان نے کہا: "یہ تو جادو ہے" لیکن حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کے بیٹے نے اس کی سرزنش کرتے ہوئے کہا کہ: "یہ جادو نہیں بلکہ شہزادہِ رسول کی دُعا کی قبولیت ہے۔" اُس کے بعد ہر ایک نے وہ تازہ کھجوریں کھائیں اور اللہ کی اس رحمت کو نوشِ جان کیا۔

"خود خدائے پاک ہے مدحت سرائے اہلِ بیت"

جس رات حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی شہادت ہوئی، حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ نے ایک خطبہ دیا۔ اِس خطبے نے اُمت کو اس شہزادہِ کونین کی بالغ خطابات اور مقام و مرتبہ سے آگاہ کر دیا۔ آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: "امابعد، آج رات آپ لوگوں نے ایک آدمی کو قتل کیا ہے۔ یہ وہ رات ہے جس میں قرآن نازل ہوا تھا، یہ وہ رات تھی جب حضرت موسیٰ علیہ السلام کے خادم حضرت یوشع بن نوح علیہ السلام کو شہید کیا گیا، اور جب بنی اسرائیل کی توبہ قبول ہوئی، وہ جو مجھے جانتا ہے، وہ جانتا ہے، اور جو مجھے نہیں جانتا، اس سے میں اپنا تعارف کراؤنگا۔ میں حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا بیٹا حسن ہوں (میں یہ کہہ رہا ہوں کہ میں اُن کا بیٹا

Marfat.com

ہوں کیونکہ حضرت یوسف علیہ السلام نے حضرت ابراہیم علیہ السلام اور حضرت اسحاق علیہ السلام کو اپنا والد کہا تھا۔ وہ اُنکے دادا اور پردادا تھے۔" پھر آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

"میں بشارت دینے والے کا بیٹا ہوں، میں ڈرانے والے کا بیٹا ہوں، میں نبی کا بیٹا ہوں۔ میں اللہ کے حکم سے اللہ کی دعوت دینے والے کا بیٹا ہوں، روشن چراغ کا بیٹا ہوں۔ میں اُس ذات کا بیٹا ہوں جنہیں رحمت اللعالمین بنا کر بھیجا گیا۔ میں اس گھرانے کا فرد ہوں جن سے اللہ نے گندگی دور کر دی اور جنہیں خوب اچھی طرح پاک کیا۔ میں اُس گھرانے کا فرد ہوں جن کی محبت اور دوستی کو اللہ نے فرض قرار دیا، چنانچہ جو قرآن اللہ تعالیٰ نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل کیا ہے، اُس میں فرمایا ہے۔ "آپ اُن سے یوں کہہ دیجئے کہ میں تم سے کچھ مطلب نہیں چاہتا بجز رشتہ داری کی محبت کے۔"

اگر کوئی مُسلمان اس محبت سے اپنے دل کو خالی پاتا ہے تو اُسے جاننا چاہیئے کہ اس کا ایمان کامل نہیں ہے، وہ اپنے عقیدے سے محروم ہے۔ اہلبیت سے محبت بہت قدر اہم ہے اگر آپ چاہتے ہیں کہ آپ کا دین اور آپ کی دنیا کا اچھا صلہ ملے۔

یہ محبت اور چاہت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیاروں کی آپ کو مجبور کرے گی کہ آپ اُن کے نقشِ قدم پر اپنی زندگی کے تمام مراحل میں عمل پیرا رہیں اور ان کی تعلیمات کو دِل سے جانیں۔ ایک مرتبہ جب حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ سے خاموشی کے بابت پوچھا گیا، تو آپ نے فرمایا کہ:

"خاموشی اور کم گوئی جہالت کو چھپاتی ہیں۔ یہ عزت کو زینت بخشتی ہے۔ جو شخص خاموش رہتا ہے وہ راحت میں رہتا ہے، اور جس کا ہم نشین خاموش یا کم گو ہے وہ

Marfat.com

امن و سکون میں رہتا ہے۔"

آپ رضی اللہ عنہ نے یہ بھی فرمایا کہ: "اُس شخص کو جواب نہ دو جو گفتگو شروع کرنے سے پہلے سلام نہ کہے۔" ایک دوسرے مقام پر آپ رضی اللہ عنہ نے یہ بھی فرمایا: "عمدہ سوال آدھا علم ہے۔"

حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ اُس عظیم ہستی کے نواسے ہیں جنہوں نے اپنے دشمنوں کے بارے میں بھی عفو و درگزر کا راستہ اختیار فرمایا تھا۔ یہ وہی سبق ہے جو پاکباز اماموں نے سیکھا تھا۔ ایک مرتبہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے ایک دشمن کے پاس سفر پر جانے کے لئے سواری اور رقم نہ تھی۔ جب اُس نے مدینہ والوں سے اِس بارے میں بات کی تو اُسے حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ کے پاس جانے کو کہا تو وہ آپ رضی اللہ عنہ کے پاس گیا اور وہیں اُسے دونوں چیزیں حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ سے مل گئیں۔ اِس پر کچھ لوگوں نے اعتراض کیا کہ: "آپ نے اپنے والد کے دشمن کی کیوں مدد کی؟" اس پر حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ نے فرمایا: "کیا میں اُن سے اپنی آبرو نہ بچاؤں۔" یہ دراصل اُن کے لطف و کرم اور اعلیٰ اخلاق تھے جس کے باعث ہزاروں راہِ حق پر آگئے تھے۔

اِس کا موازنہ آج کل کے زمانے سے تو ذرا کیجئے کہ اگر کسی کا دشمن ضرورتمند ہو تو کیا وہ اپنے مخالف سے کسی مدد کی توقع رکھ سکتا ہے؟ اِس کے برعکس، آج کل لوگوں کے پاس دوسروں کیلئے مشکل سے کوئی وقت ہے، چاہے وہ دوست ہو یا دشمن۔ اور اگر کوئی کسی مصیبت میں گرفتار ہو جائے، تو آپ دیکھئے کہ اُسکے نام نہاد دوست کتنی جلدی غائب ہو جاتے ہیں۔

لیکن ۱۴۰۰ سال پہلے اس طرح کی صورتِ حال نہ تھی، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، آپ کے گھرانے اور آپ کے صحابۂ اکرام کے اخلاقیات نے اِتنے دِل جیتے کہ بہت ہی قلیل عرصے

Marfat.com

میں سلطنتِ اسلامیہ کی سرحدیں دُنیا کے چاروں طرف پھیل گئیں تھی۔ دوسروں کی ضروریات کیلئے ان کا ہمدردانہ احساس اور دوسروں کے لئے ان کا رحم دِلانہ برتاؤ تمام اِنسانوں کیلئے مثال تھا۔

روایت ہے کہ حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ دوسروں کی ضروریات کو پوری کرنیکے عمل کو نفلی عبادت پر ترجیح دیتے تھے۔ ایک مرتبہ آپ رضی اللہ عنہ مسجد میں اعتکاف میں بیٹھے تھے کہ ایک ضرورتمند آپ کے پاس آیا اور آپکو اپنی مشکلات کے بارے میں بتایا۔ حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ بے قرار ہو گئے اور اعتکاف سے باہر آکر اُس شخص کی مالی ضرورت پوری فرمائی۔

آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ: "ایک مسلمان بھائی کی ضرورت کو پوری کرنا ایک مہینے کے اعتکاف سے بہتر ہے۔"

ایک بار کسی نے پوچھا کہ حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ کے روزمرہ کے معمولات کیا ہیں، تو بتایا کہ نمازِ فجر کے بعد آپ رضی اللہ عنہ اپنے مُصلّے پر ہی طلوعِ آفتاب تک، بیٹھے رہتے تھے۔ پھر آپ رضی اللہ عنہ ٹیک لگا کر بیٹھ جاتے اور چاشت تک لوگوں سے ملاقات کیا کرتے تھے۔ اس کے بعد آپ رضی اللہ عنہ اُمہات المومنین کو سلام کرنے تشریف لے جاتے۔ پھر اپنے گھر جاتے، جس کے بعد آپ رضی اللہ عنہ دوبارہ مسجد کا رُخ فرماتے۔ آپ رضی اللہ عنہ نے اپنی زندگی میں اَدا کئے ہوئے تمام حج پیدل ہی کئے، کیونکہ آپ رضی اللہ عنہ کا فرمانا تھا کہ:

"مجھے اللہ تعالیٰ سے حجاب معلوم ہوتا ہے کہ اُس سے ملوں اور اس کے گھر پیدل نہ گیا ہوں۔"

اسلام نے اُمت کو یہ حق دیا ہے کہ وہ بہترین شخص کو اپنا خلیفہ بنائیں۔ حضرت

Marfat.com

علی کرم اللہ وجہہ کی شہادت کے بعد، تمام مسلمانوں نے حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ کو خلیفہ چُنا۔ اس میں کوئی شبہ نہیں تھا کہ آپ رضی اللہ عنہ اپنے وقت کے بہترین شخص تھے۔ لیکن شر، حق کو حکومت کرتے دیکھ نہیں سکتا ہے۔ یہی ہے کہ ہر زمانے میں اہل بیت پر ظلم و ناانصافی کا سلسلہ جاری رہا ہے۔

حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ کو زہر دیکر شہید کیا گیا اور یہ زہر آپ کو کئی بار دیا گیا تھا۔ لیکن زہر خورانی کا جان لیوا کام آپ رضی اللہ عنہ کی بیوی (جعدہ بنتِ اشعث) کے ہاتھوں انجام پایا۔ اگرچہ حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ جانتے تھے کہ انہیں زہر دیا جارہا تھا اور یہ بھی کہ کون دے رہا تھا، لیکن پھر بھی ان کی فیاضی نے اُن کے لب سی لئے تھے۔

زہر دینے کا ایک واقعہ اُس وقت ہوا تھا جب آپ رضی اللہ عنہ نے شام کے امیر سے صُلح کی تھی۔ یہ صُلح اس لئے کی گئی تھی تاکہ مسلمانوں کو بے گناہوں کی خونریزی سے بچایا جا سکے۔ اس جنگ بندی کے بعد شام کے کچھ باغیوں نے لوگوں کو حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ کے خلاف اُکسایا اور رات کے وقت حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ کے دوستوں پر حملہ کیا جس میں اڑتیس (۳۸) افراد شہید ہو گئے۔

جب حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ کو اس بات کی اطلاع ملی کہ کس طرح شامیوں نے جنگ بندی کی خلاف ورزی کی ہے، تو آپ کو شامیوں کی دغابازی کا احساس ہوا۔ چنانچہ آپ رضی اللہ عنہ فوراً ہی حضرت عبداللہ ابنِ عباس رضی اللہ عنہ کے ساتھ دمشق کیلئے روانہ ہوئے، وہاں آپ موصل نامی مقام پر ٹھہر گئے۔

موصل کے سردار سعد موصلی تھے جو مختار کے چچا تھے۔ اُس نے ابنِ رسول

Marfat.com

کا بڑی گرم جوشی سے استقبال کیا۔ موصل سے حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ سیدھے شام چلے گئے جہاں آپ نے امیرِ شام سے شامیوں کی عہد شکنی کی شکایت کی۔ امیر نے اِس کی تحقیقات کرنے کا وعدہ کیا۔

جب حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ مدینہ لوٹ رہے تھے تو آپ نے موصل میں ایک ایسے شخص کے ہاں قیام کیا جس کا دعویٰ تھا کہ اس کے دل میں امام صاحب کے لئے بے پناہ محبت تھی۔ لیکن اس شخص نے اپنا دین و ایمان شیطان کے ہاتھ بیچ دیا تھا اور والیِ شام کے حکم پر خفیہ طور سے حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ کے کھانے میں زہر ملا کے کھلا رہا تھا۔

یہ کام اُس نے تین مرتبہ کیا، لیکن ہر بار اللہ نے امام کو بچا یا۔ حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ کا میزبان اس سے سخت پریشان ہوا اور والیِ شام کو لکھا کہ میں نے تین بار زہر کھلایا مگر کچھ بھی نہ ہوا۔ اس پر والیِ شام نے زہر کی ایک شیشی بھیجی اور اُس کے ہمراہ ایک خط لکھا کہ اِس کے صرف چند قطروں سے پُورے دریا کا پانی بھی زہریلا ہو جائے گا۔

اِتّفاق سے وہ آدمی جو زہر کی شیشی اور خط لے جا رہا تھا، وہ راستے میں کہیں رُکا، وہ اپنے اونٹ سے نیچے اُترا تاکہ دوپہر کا کھانا کھائے لیکن کھانا کھانے کے بعد اُس کے پیٹ میں مروڑ شروع ہوا اور جب وہ درد سے تڑپ رہا تھا، تو نہ جانے کہاں سے ایک بھیڑیئے نے آکر اُسے مار ڈالا۔

کچھ دیر بعد وہاں ایک آدمی آیا۔ یہ حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ کا مُحب تھا۔ اُس کو وہاں سے زہر کی شیشی اور خط ملے۔ اس نے دونوں چیزیں اٹھائیں اور موصل جا کر حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ کے حوالے کر دیں۔ اس وقت امام صاحب رضی اللہ عنہ کچھ لوگوں کے ساتھ تشریف

Marfat.com

فرماتے تھے۔ آپ نے وہ خط خاموشی سے پڑھا اور اُسے اپنے مُصلّے کے نیچے رکھ دیا۔ آپ رضی اللہ عنہ نے خاموشی اختیار کی تاکہ اُن کا میزبان کسی مشکل میں نہ پڑ جائے۔

لیکن تاہم آپ کا چہرہ سُرخ اور متغیر ہو گیا۔ لوگوں کی توجہ ہٹانے کی خاطر آپ رضی اللہ عنہ نے رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث سُنانیں شروع کر دیں۔ جس وقت لوگ حدیث سُننے میں مصروف تھے تو موصل کے سردار نے چپکے سے آپ کے مصلّے کے نیچے سے وہ خط نکال کر پڑھ لیا۔ خط پڑھنے کے بعد اُس پر کپکپی طاری ہونے لگی اور وہ کھڑا ہو گیا۔

پھر اس نے حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ کے ہاتھوں کو چُوما اور عرض کیا: ''اے ابنِ رسُول! مجھے بتایئے کہ اس میں اور کون شامل ہے؟'' سخی امام صاحب رضی اللہ عنہ نے جواب دیا:

''میں یہ پسند نہیں کرتا کہ اس وجہ سے وہ شخص ندامت کا شکار ہو اور نہ میں یہ چاہتا ہوں کہ اس نے میری جو خدمت کی ہے، اس کے بعد میری طرف سے وہ شرمندگی اُٹھائے۔''

اس پر سعد موصلی نے میزبان کی طرف منہ کر کے اس سے اس گھناؤنی حرکت کے بارے میں پوچھا اور پھر سعد کے نوکروں نے لمحوں میں دبوچ کر مار ڈالا۔ اگرچہ یہ زندگی اور موت کا معاملہ تھا، لیکن پھر بھی عظیم امام کی عاجزی اور انکساری نے ہمیشہ دوسروں کو فائدہ پہنچایا۔ یہ شان تھی خاندانِ رسول کی فیاضی کی۔

ایک عربی شاعر نے ایک بار کہا تھا:

''عاجزی اختیار کرو۔ تم تارے کی طرح ہو جاؤ گے جس کا عکس دیکھنے والے کو پانی کی سطح پر نظر آتا ہے جبکہ وہ تارا اس سے بہت بلند ہوتا ہے۔''

Marfat.com

یہ شان تھی رسول اللہ ﷺ کے اہل بیت کی اور آپ کے شہزادوں کی آسمان پر چمکتے ہوئے ستاروں کی طرح، ہر وقت کائنات کو اپنے نور سے روشن کرتے ہوئے۔

سلام پاک نفوس اہلِ بیت پر، سلام ان کی عظمت و شجاعت پر، سلام اُن کے اطہر و ہیبت، عزت و فیض پر۔ اللہ تعالیٰ ہمارے دلوں میں رسول اللہ ﷺ اور آپ کے اہلِ بیت کی محبت میں روز افزوں اضافہ فرمائے۔

آمین

ثم آمین

Marfat.com

۳ ,فروری ۲۰۱۲ء (۲۰۹)

ماہِ ربیع الاوّل کی تعظیم

شروع اللہ کے بابرکت نام سے، جو سمیعُ البصیر ہے، جو رازوں کا رازدان ہے، جس کی مملکت کی کوئی حد نہیں۔ وہ ازل سے پہلے موجود تھا اور ابد کے بعد موجود رہے گا۔ اور بے شک ابد کی کوئی انتہا نہیں۔

دُرود و سلام نورِ نبی پر، جو تمام مُرسلین کے سردار اور تمام متقین کے ایمان ہیں، اور وہ جو تمام مخلوق میں بہترین ہیں۔

☆

سلام، رحمت اور برکتیں آپ کے لئے اور آپ کے پیاروں کے لئے۔ سلامتی ہو عاشقینِ رسُول پر، جن کے دلوں پر رحمتوں کی بارش اور جن کے وجود میں "نور" سمایا ہے۔

اللہ کی مبارک باد ہے ربیع الاول کے مقدس مہینے پر۔ ہمیشہ کی طرح یہ ماہِ مبارک تمام عاشقینِ مصطفیٰ کیلئے رحمتوں اور مُسرتوں کا مہینہ ہے، اور ایسا آخر کیوں نہ ہو۔ اسی مہینے میں تو عرش الاعلیٰ کا ماہتاب (پورا چاند) طلوع کیا گیا تھا۔ آفتابِ ہدایت چمکایا گیا تھا اور رحمتوں کی ٹھنڈی بارش پوری کائنات پر برسائی گئی تھی۔ یہ وہ وقت ہے جب جنّت کو دُلہن کی طرح سجایا جاتا ہے اور دوزخ اپنی آگ کی حدت کو گھٹا دیتی ہے، جب تمام عالموں میں خوشی اور مسرتوں کے ایک جشن کا سماں ہوتا ہے۔ یہ وہ مہینہ ہے جب وہ تمام مخلوق جو عرش و فرش

Marfat.com

میں موجود ہیں جن کی نسبت اپنے اللہ سے ہے، وہ سب اللہ کے محبوب ﷺ کی ولادت کا جشن مناتے ہیں، اُن کا جشن جن کے لئے پوری کائنات کو پیدا فرمایا گیا تھا۔ یہ فقط شیطان ہے جو سب سے زیادہ غصے میں اور چراغ پا ہے، خاص طور پر جب اُسکے کانوں میں ذکرِ مصطفیٰ کی صدائیں گونجتی ہیں۔ یہی ہے جو اپنے کانوں میں اس ذکر پر انگلیاں ٹھونستا ہے اور یہی ہے جو اپنے پیروکاروں کے دلوں میں وسوسے ڈالتا ہے کہ کوئی مولودِ نبی ﷺ کیوں منائیں یہ کہاں لکھا ہے کہ یہ جشن منایا جائے؟ اور وہ بیچارے جن کے دل کمزور ہیں، اس کو ایک دلیل کے طور پر پھیلانا شروع کرتے ہیں۔

جب آپ کسی بات پر خوش ہوں تو آپ کیا کرتے ہیں؟ کیا آپ خوشی نہیں مناتے، کیا آپ اِسے دوسروں کے ساتھ مل کر نہیں مناتے۔ کیا آپ اس کا ذکر نہیں کرتے تاکہ ہر ایک اس میں شریک ہو؟ مثال کے طور، اگر کسی کے ہاں بڑی مدت بعد بچے کی پیدائش ہو تو وہ گھر میں شیرنی نہیں پکوائے گا اور اُسے تقسیم نہیں کرے گا۔؟ جب آپ کا بچہ اپنی پڑھائی میں کوئی نمایاں کامیابی حاصل کرتا ہے، تو کیا آپ دوسروں کو اپنے گھر بلا کر اس کا جشن نہیں منائینگے؟

یہ چھوٹی خوشیاں ہیں جنہیں لوگ بڑے جوش سے مناتے ہیں لیکن جب ہم ۱۲ ربیع الاوّل کی خوشی کی بات کرتے ہیں، تو دلیل بازی شروع ہو جاتی ہے۔ کیا آپ کو سب سے بڑی نعمت اور خوشی پر جشن نہیں منانا چاہیئے جو کہ تمام مسلمانوں کو عطا ہوئی اُن کے نبی ﷺ کی شفقت اور محبت کی شکل میں؟ تمام اعمال اس نیت سے جانچے جاتے ہیں جو اُن کے پس پُشت ہے، وہ جو مولودِ نبی ﷺ اس نیت سے مناتے ہیں کہ اپنی شہرت ہو یا اس مبارک نام کا احترام نہیں کرتے، یا اِسے ایک عام مجمعے کا رنگ دیتے ہیں جہاں ادب کا وجود نہ ہو، تو پھر اس سے

Marfat.com

کسی کو فائدہ نہیں ہو گا۔

یہ بات واضح ہونی چاہیئے کہ جب آپ رسول اللہ ﷺ کا اسم مبارک زبان پر لاتے ہیں، تو انتہائی احتیاط اور احترام ضروری ہے۔ محفل میں مکمل خاموشی ہو، ہر آدمی سر جھکائے آنکھیں بچھائے اور دل میں دُرود کا ورد جاری کیئے بیٹھے رہے۔ خطاب کرنے والے کو بھی چاہیئے کہ وہ اپنے خطاب میں انتہائی تعظیم و احترام کو ملحوظِ خاطر رکھے اور نعتوں میں بھی ثناء، تعریف دائرہِ تعظیم میں ہوں۔

یہ کوئی عام معاملہ نہیں، کہ ذہن میں جو کچھ آئے وہ کہہ دیا جائے۔ جب آپ ۱۲ ربیع الاوّل کی کوئی ایسی محفل دیکھیں جس میں احترام کا فقدان ہو، اور اس میں شریک لوگ یہ نہ جانتے ہوں کہ کس طرح اَدب سے بیٹھا جائے، ان میں کچھ آپس میں گفتگو کر رہے ہوں، یا محفل دولت اور فضول خرچی کی نمائش ہو، جس میں مرد و خواتین مل بیٹھے ہوں، یا قابلِ اعتراض لباس میں ہوں، تو بہتر ہے کہ ایسی جگہوں سے خود کو دور رکھا جائے۔

۱۲ ربیع الاوّل رسول اللہ ﷺ کی یاد کے طور سے منایا جاتا ہے۔ بس یہ یاد رہے کہ حضور ﷺ کتنے سادہ تھے، اور یہ بھی یاد رہے کہ رسول اللہ ﷺ نے اپنی اُمت کو کیا تعلیم دی تھی، وہ تعلیم سادگی اور وقار کی تھی، تو پھر یہ دو چیزیں کیوں نہ اُن کی محفل میں اختیار کی جائیں جہاں آپ ﷺ کا نام مبارک لیا جاتا ہو۔

اَدب، اللہ کی دنیا میں داخل ہونے کی کنجی ہے۔ یہ پہلا سبق ہے جو سارے مسلمانوں کو سیکھنا چاہیئے۔ لیکن جب کچھ لوگ کہتے ہیں کہ ۱۲ ربیع الاوّل بالکل منانا ہی نہیں چاہیئے، اور پھر ماضی کے لوگوں کی مثال دیں، کہ انہوں نے اِسے نہیں منایا ہے، تو وہ یہ بھول جاتے ہیں کہ یہ

Marfat.com

کیسے ممکن ہے کہ ہم اُن کو یاد نہ کریں جن کو اللہ ہر وقت یاد کرتا ہے ؟

جب اللہ، اور اُس کے ملائک مسلسل درُود و سلام بھیج رہے ہیں اُسکے نبی پاک ﷺ پر، جب یومِ میثاق پر تمام انبیاء کی اَرواح سے یہ حلف لیا گیا تھا کہ وہ آپ ﷺ کا ساتھ دینگے، اور جب کائنات کے شجر و آب، فلک و اَرض اُن کی ثناء کر رہے ہیں اور اُن پر دُرود و سلام بھیج رہے ہیں، پھر یہ کیسے ممکن ہے کہ اس دُنیا کے لوگ نبی پاک ﷺ سے اظہارِ محبت پر اعتراض کریں ؟ رسُول اللہ ﷺ کے دَور کے لوگ، اور آپ ﷺ کے فوری بعد کے زمانے کے لوگ، آپ ﷺ سے بے پناہ محبت کرتے تھے۔ آپ ﷺ کی سنّت اور سیرت کی باتیں ہمیشہ ہوتی رہتی تھیں، اور آپ ﷺ کی یاد سے مومنین کے دل ہمیشہ منوّر رہتے تھے۔

اُن وقتوں میں لوگوں کے پاس نبی پاک ﷺ کی محبت حاصل تھی، اور وہ محبت اتنی مضبوط تھی کہ زیادہ تر لوگ اپنی زندگیاں سُنّت کے مطابق بسر کرتے تھے۔ یہ تھا اُن کی پرورش کا طریقہ، گہوارے سے لیکر قبر تک۔ اُن لوگوں کی محبت کا مقابلہ بعد کے زمانے کے لوگوں کی محبت سے نہیں کیا جاسکتا۔ وقت کے گُذرنے کے ساتھ دُنیا کا گرد و غُبار لوگوں کے دِلوں پر بیٹھنا شروع ہُوا، انہوں نے ہر شے کو دُنیا کے ترازو سے تولنا شروع کیا جس کے پتھر (ناپنے تولنے کے آلے) خود غرضی اور تکبّر ہیں۔ وہ آخرت کے لافانی انعامات کو بھول کر بس عارضی فائدوں کو دیکھنے لگے۔ یہی وجہ ہے کہ اُن کے دِل دنیاوی خواہشات میں زیادہ سے زیادہ اُلجھتے رہے، اور رسولِ پاک ﷺ کی محبّت، جو پہلے اُن کے آباؤ اجداد کا مرغوب ترانہ تھا، وہ کم ہونا شروع ہوگئی۔

رسولِ کریم ﷺ کی محبّت اور احترام میں کمی خاص طور سے اُن جدید مسلمانوں کے

Marfat.com

دلوں میں ایک بیماری ہے جو دین کو اپنے دلوں کی خواہشات کے مطابق ڈھالنا چاہتے ہیں، جن کی نظر میں دین کے قوانین سخت اور بے لچک ہیں یہی وجہ ہے کہ وہ اُن پر اعتراض اور تنقید کرتے ہیں۔ بالکل اسی طرح وہ لوگ بھی ہیں جو اکثر مسلمانوں کے ہر ایک عمل پر حجتیں پیدا کرتے ہیں کہ وہ شرک اور کفر کا ارتکاب کرتے ہیں۔ بلاشبہ ایسے لوگ رسول اللہ ﷺ کی قربت سے بہت دور ہوں گے اور جب آپ ﷺ اُن کی طرف دیکھنا بھی پسند نہیں فرمائیں گے، تو ایسی صورت میں وہ رسول اللہ ﷺ کی محبت کو کیسے اپنے دِلوں میں پائیں گے؟ یہ بدبخت لوگ مومن کی سب سے زیادہ قیمتی متع سے محروم ہو جاتے ہیں، یعنی اُنکے دلوں سے عشقِ محمدی ﷺ غائب ہو جاتا ہے۔ بیشک وہ اس دنیا میں خالی ہاتھ رہتے ہیں اور وہ خالی ہاتھ ہی اِس دُنیا سے دوسری دنیا کو منتقل ہونگے۔ افسوس، صد افسوس، ایسے بدقسمت لوگوں پر۔

ہمیں بتایئے کہ رسولِ پاک ﷺ کا ذکر ایک مخصوص دن پر کرنے میں کیا خرابی ہے؟ سال کے جملہ ۳۶۰ دن ہی اُن ہی کے ہیں اور تمام خاص دن بھی تو انہی کے ہیں۔ درحقیقت پورا وقت ہی انہی کا ہے۔ تو پھر کیوں وہ ۱۲ ربیع الاوّل پر اعتراض کرتے ہیں؟ آپ کو یہ یاد رکھنا چاہیئے کہ آپ اِختتامِ زمان میں رہ رہے ہیں، وہ وقت جس میں فتنے بارش کے قطروں کیطرح گریں گے۔ کیا آپ کی آنکھوں کو نظر نہیں آ رہا کہ آپ کے اِردگرد کیا ہو رہا ہے؟ ذرا اپنا (۳۰۷) ٹی وی کھولیں اور مجھے سچ سچ بتائیں کہ: کیا آپکے والدین اِن پروگراموں کو اپنے بڑوں کے سامنے دیکھ سکتے تھے؟ آپ کے بزرگ اُس دور سے تعلق رکھتے ہیں جب بچے اور افرادِ خانہ اُس وقت تعظیماً کھڑے ہو جایا کرتے جب والد کمرے میں داخل ہوتے۔ یہ وہ دور تھا جب گھر کی بہو اپنے سسرالیوں سے باتیں کرتے وقت حیاء سے نظریں جھکا لیتی تھی۔ جب عورت

Marfat.com

کا احترام کیا جاتا تھا، جب اس کا وقار سب سے اہم تھا۔

کیا آپ اندازہ لگا سکتے ہیں کہ وہ لوگ کیا محسوس کرتے اگر وہ آج کے حالات دیکھتے؟ آج وہ وقت ہے جب ہر چیز کا لحاظ خراب ترین ہے۔ بڑوں کے لئے کوئی احترام نہیں، بچوں کے لئے کوئی محبت یا شفقت نہیں، اُصولوں اور اخلاقیات کی کوئی قدر نہیں، اور دین کے لئے کوئی محبت نہیں۔ بس (اب) ایک ہی چیز ہے جس کا دنیا میں راج ہے، اور وہ یہ ہے کہ ''سب سے بہترین بنو اور اس کو حاصل کرنے کے لئے کسی کی بھی پروہ نہ کرو۔''

کیا آپ نہیں دیکھ سکتے ہیں کہ ہر لمحہ فحاشی کے نئے واقعات رونما ہو رہے ہیں۔ دھوکہ دہی کے نئے انداز، والدین کی بے ادبی کے نئے طریقے، اور ہمارے زمانے کے لوگوں کی طرف سے اللہ کے قوانین سے سرتابی کی جارہی ہے۔ اسی آلودہ فضا میں آپ کے اپنے بچے اور آپ کی آئندہ کی نسلیں رہیں گی۔ اب آپ کے خیال میں، آپ خود کو اور اپنی آنے والی نسلوں کو اِن گناہوں اور نافرمانیوں سے کس طرح بچا سکتے ہیں؟

جب آپ ایسے خطرناک دور میں رہ رہے ہوں، جب آپ کے ایمان کو خطرہ ہو، جب آپ کے بچوں کے دین وایمان کا خطرہ اتنا حقیقی ہو اور ہمیشہ آپ کے سر پر منڈلا رہا ہو، تو پھر آپ سب کے لئے ضروری ہے کہ خوابِ غفلت سے جاگیں، اپنے دلوں کے دروازے کھولیں، اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دستانۂ مبارک کو مضبوطی سے تھامیں، کسی بھی دوسری چیز سے زیادہ مضبوطی سے، ایسے ہی جیسے کوئی ڈوبتا ہوا شخص خود کو بچانے کے لئے کسی بھی چیز کو پکڑتا ہو۔ یہ درست ہے کہ طوفانِ آخر کی لہریں اُٹھنی شروع ہو چکی ہیں، اور اس سے جو واحد چیز بچا سکتی ہے وہ کشتیِ نورِ نبی صلی اللہ علیہ وسلم ہے۔

Marfat.com

بھلا ایسے لوگ اس کشتی میں کس طرح سوار ہو سکتے ہیں۔ جو مسلسل اس بحث میں اُلجھے ہوتے ہیں کہ ۱۲ ربیع الاوّل کو رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر کیوں ہو، یہ دن کیوں منایا جائے، اور یہ کہاں لکھا ہوا ہے کہ ثناء و توصیف اسی خاص دن میں ہو؟ کوئی کسی کو رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نامِ مبارک کو لینے سے کیسے روک سکتا ہے، خواہ دن کوئی بھی ہو، تاریخ کچھ بھی ہو؟ جب اللہ خود ہر ساعت میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو یاد کر رہا ہے، تو کیا وہ اللہ سے بھی کہیں گے کہ وہ اپنے محبوب کو ۱۲ ربیع الاوّل کو یاد نہ کرے؟

انہیں اپنے کہے پر شرم آنی چاہیئے اور انہیں زبان کھولنے سے پہلے دو بار سوچنا چاہیئے۔ یہ نہ ہو کہ حشر والے دن جب یہ اپنا اعمال نامہ کھولیں تو نیکیوں کی جگہ وہاں خالی کاغذ ہو۔ حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک بار رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "میرے پاس جبرائیل آئے اور کہا: بے شک آپ کا رب فرماتا ہے کہ (اے حبیب!) نہیں معلوم ہے کہ میں نے تمہارا ذکر کیسا بلند کیا ہے۔ میں نے کہا اللہ خوب جانتا ہے۔ فرمایا کہ جب میرا ذکر ہوگا، تو میرے ذکر کے ساتھ تمہارا ذکر بھی ہوگا۔"

یہ حقیقت ہے کہ ایمان کا دارومدار حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت پر ہے۔ اور جب آپ اپنے محبُوب سے محبت کا دعویٰ کرتے ہیں تو: "ایک مُحب اپنے محبُوب کا ذکر بھی کثرت سے کرتا ہے کہ جس چیز سے محبت ہوتی ہے وہ اکثر اسی کا ذکر کرتا ہے"۔ ایک طرف محبت ہے اور دوسری طرف احترام۔ یہ ہمیشہ یاد رکھیئے کہ محبت، اُدب کے بغیر نہیں ہو سکتی کیونکہ اُدب اللہ کی بارگاہ کی کُنجی ہے۔ اِسی وجہ سے رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعظیم فرضِ عین ہے۔ یہ بات یاد رکھنی چاہیئے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تعظیم و توقیر تمام فرائض کی اصل ہے اور ادنیٰ سی بے اُدبی اور تکذیب کفر ہے۔

Marfat.com

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے : "(اے نبی !) بے شک ہم نے تمہیں بھیجا شاہد و مدثر بنا کر تا کہ اے لوگو، تم اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لاؤ، اور رسول کی تعظیم و توقیر کرو اور صبح و شام اللہ کی پاکی بولو" (سُورۃ الفتح آیت ۹)

سُورۃ الحجرات میں بیان ہے کہ : "اے ایمان والو! اپنی آوازیں نبی (صلی اللہ علیہ وسلم) کی آواز سے اُونچی نہ کرو اور اُن کی حضوری میں بات چلّا کر نہ کہو جیسے آپس میں ایک دوسرے کے سامنے چلّاتے ہو کہ کہیں تمہارے اعمال برباد نہ ہو جائیں اور تمہیں خبر بھی نہ ہو۔ بے شک وہ جو اپنی آوازیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور پست کرتے ہیں، وہ ہیں جن کے دل اللہ تعالیٰ نے پرہیزگاری کے لئے پرکھ لئے ہیں اُن کے لئے بخشش اور بڑا اجر و ثواب ہے۔"

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعظیم کا اعلیٰ ترین درجہ آپ کا حق ہے، اور محبت خاص طور سے وہ محبت جو آپکے والدین، آپ کے بچّوں، آپکے مال سے، اور حتیٰ کہ خود آپ کی اپنی ذات سے بھی بڑھ کر ہو۔ یہی رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا حق ہے۔

محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت دینِ حق کی شرطِ اوّل ہے
اِسی میں ہو اگر خامی، تو سب کچھ نا مکمل ہے

رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہر ہفتے منعقد ہونے والی محفل کا اُدب کیسے ہونا چاہیئے؟ آپ سب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پرچم، علم الفتح کے امین ہیں اور یہ محفلیں بھی بہت خاص محفلیں ہیں۔ آپ کو دوسروں کے لئے مثال بننا چاہیئے۔ جب کوئی محفل میں داخل ہوتا ہے، تو اس کا واحد مقصد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی رضاء و خوشنودی حاصل کرنا ہو۔ اُس کا دل دُرود پڑھتا ہو۔ اگر آپ کو محفل میں کسی کو سلام بھی کرنا ہو (یعنی محفل شروع ہونے سے پہلے) پھر بھی خاموشی اور وقار کا ماحول

Marfat.com

برقرار رہنا چاہیئے۔ (اگر بات کرنا ضروری ہو تو نہایت دھیمی آواز میں کریں) محفل کے شرکاء کا لباس نہایت سادہ ہو، اس میں بھڑکیلا پن اور دکھاوا نہ ہو کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سادگی کو پسند فرماتے ہیں، اور جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو پسند ہو، وہ اللہ کو پسند ہے۔ آپ صفوں میں بیٹھیں اور صفوں میں کھڑے ہوں۔ محفل میں انتہا درجے کا نظم و ضبط ہونا چاہیئے۔ محفل کے دوران یونہی اِدھر اُدھر دیکھنا منع ہے اور کسی پر رائے زنی (حتیٰ کہ دل میں بھی) قطعی ممنوع ہے۔ محفل کے منتظمین کا احترام کریں اور محفل کے نعت خوانوں کا بھی، کیونکہ وہ اللہ کے کارکن ہیں اور یہ وہ لوگ ہیں جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دِل کے قریب ہیں۔

وہ سب لوگ جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی محفل میں آنے کی کوشش کرتے ہیں، وہ بھی رسولِ پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے دِل کے قریب ہیں۔ اور جو کوئی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دل کے قریب ہو وہ قلبِ الٰہی کے بھی قریب ہے۔ اللہ تعالیٰ چاہتا ہے کہ آپ سب ربیع الاوّل کے اس ماہِ مبارک میں خوش رہیں۔ اِس میں خوشی منائیں، جشن منائیں، کیونکہ یہ ایک بہت ہی خاص مہینہ ہے، وہ مہینہ جس میں عرش الاولیٰ کا مہتاب طلوع کیا گیا تھا، آفتابِ ہدایت چمکایا گیا تھا اور ساری کائنات پر رحمتوں کی ٹھنڈی بارش برسائی گئی تھی۔

بَلَغَ الْعُلیٰ بِکَمَالِہٖ

کَشَفَ الدُّجیٰ بِجَمَالِہٖ

حَسُنَتْ جَمِیْعُ خِصَالِہٖ

صَلُّوْا عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ

(آمین)

Marfat.com

نورِ محمد صلی اللہ علیہ وسلم

شروع اللہ کے بابرکت نام سے جو پاک و اعلیٰ ہے، جو سراپا حمد و ثناء ہے۔ جس کی حمد بے شمار کی زبان ہے۔ وہ اپنے ملک کا مالک ہے، اُن سب ملائک، جن و انس اور جو کچھ اُس نے پیدا کئے ہیں، سب کا مالک ہے۔ سبحان اُس کا نام ہے اور خوبصورت اُس کی صفات ہیں۔

درود و سلام عرش کے دُولہا پر، اُن پر جو اپنے رب کے چہیتے اور محبوب نبی صلی اللہ علیہ وسلم ہیں، اور جو اپنی اُمّت کے بھی محبوب ترین ہیں۔

سلام، رحمت اور برکتیں ہوں آپ کے لئے اور آپ کے پیاروں کے لئے۔ سلامتی ہو اللہ کے غلاموں کے لئے، اس کے اُن باوفا بندوں کے لئے جنہوں نے اپنے یوم المیثاق والے وعدے کو فراموش نہیں کیا ہے۔

قرآن پاک میں ارشادِ الٰہی ہے: "اے لوگو! بے شک تمہارے پاس تمہارے رب کی طرف سے روشن دلیل (یعنی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم) تشریف لے آئے ہیں۔"

اس آیت کے معنی بھی وہی ہیں جو سورۃ الانبیاء میں ارشاد ہوا ہے: "اور نہیں بھیجا ہم نے آپ کو (اے حبیب) مگر رحمت واسطے تمام جہانوں کے۔"

Marfat.com

ے ہے ماہِ مُبین شمعِ شبستانِ محمد ﷺ

خُورشید گدائے درِ ایوانِ محمد ﷺ

مدّاح خواہ خود ہے، یہ ہے شانِ محمد ﷺ

ہے فضلِ خُدا سایۂ دامنِ محمد ﷺ

آپ حُسن کی تشریح کس طرح کرتے ہیں؟ حُسن ایک ایسی چیز ہے جو آنکھوں کو اچھی لگتی ہے، دل کو ہلکا کرتی ہے اور زندگی میں خوشی و مسرت لاتی ہے۔ یہی ہے حُسن۔ وہ الفاظ جو ابھی آپ نے سنے، یہ وہی ہیں جو آپ میں سے کوئی بھی استعمال کرے گا حُسن کی تشریح کرتے ہوئے۔ لیکن آپ کا اللہ جب حُسن کی تصویر کشی کرتا ہے، اُسے زیادہ کہنا نہیں پڑتا' وہ بس محمد ﷺ کہتا ہے اور حُسن کی تشریح ہو جاتی ہے۔

ے شش جہت روشن زتاب روئے تو

(آپ کے چہرے کی چمک سے ہر طرف روشنی ہے۔)

ترک و تاجیک و عرب ہندوئے تو

(اُس سے ترک، تاجیک، عرب اور ہند و متاثر ہیں)

ماہ را مہر رخت نور و بہا

(چاند کو تو روشنی سُورج سے ملے)

مہر را تنویر قلب توصیا

(اور سورج آپ کے قلب کے نور سے روشن)

حضرت ابو نعیم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ "حضرت یوسف علیہ السلام کو اتنا حُسن عطا کیا گیا تھا جو

Marfat.com

تمام انبیاء اور مرسلین سے بڑھ کر تھا اور جملہ مخلوقات سے بھی لیکن ایک نبی، یعنی اللہ کے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کو وہ حسن و جمال دیا گیا تھا جو کسی بھی دوسری مخلوق کو نہیں عطا ہوا۔ حضرت یوسف علیہ السلام کی خوبصورتی تو صرف ایک جُز تھی، لیکن رسولِ محبوب صلی اللہ علیہ وسلم تو حُسنِ کُل تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا رُخِ مبارک ہی اُن کی نبوت کی دلیل کے لئے کافی تھا۔ ترمذی شریف میں لکھا ہے کہ: "ایسا حسین و جمیل تو اُن سے قبل نہ دیکھا گیا اور نہ اُن کے بعد۔"

حضرت کعب اکبر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ: "آدم علیہ السلام اپنے بیٹے شیث علیہ السلام کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا، اے میرے بیٹے! تم میرے بعد میرے خلیفہ ہو۔ پس خلافت کو تقویٰ کے تاج اور محکم یقین کے ساتھ پکڑے رکھو، اور جب تم قلب کا ذکر کرو تو اس کے متصل نامِ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر کرو کیونکہ میں نے اُن کا نام عرش کے ستونوں پر لکھا ہوا دیکھا ہے جب کہ میں روح و متیع کے درمیان تھا۔ پھر میں نے تمام آسمانوں پر نظر کی تو مجھے کوئی ایسی جگہ نظر نہیں آئی جہاں نامِ محمد صلی اللہ علیہ وسلم لکھا ہوا نہ ہو، اور میرے رب نے مجھے جنت میں رکھا تو میں نے جنت کے ہر محل اور ہر بالاخانے (بالکونی) اور برآمدوں پر، اور تمام حوروں پر، اور جنت کے تمام درختوں کے پتوں پر، اور شجرِ طوبیٰ اور سدرۃ المنتہٰی کے پتوں پر، اور پردوں کے کناروں پر، اور فرشتوں کی آنکھوں کے درمیان نامِ محمد صلی اللہ علیہ وسلم لکھا ہوا دیکھا ہے۔ لہٰذا، تو کثرت سے اُن کا ذکر کیا کر، کیونکہ فرشتے ہر وقت اُن کے ذکر میں مشغول رہتے ہیں۔"

یہی وجہ ہے کہ حضرت حسن بن ثابت رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

وَاَحْسَنُ مِنْكَ لَمْ تَرَ قَطُّ عَيْنِيْ   وَاَجْمَلُ مِنْكَ لَمْ تَلِدِ النِّسَآءُ

خُلِقْتَ مُبَرَّاً مِنْ كُلِّ عَيْبٍ   كَاَنَّكَ قَدْ خُلِقْتَ كَمَا تَشَآءُ

Marfat.com

ترجمہ:- یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میری آنکھ نے آپ سا حسین وجمیل اور دیکھا ہی نہیں کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے حسین وجمیل کسی ماں نے جنا ہی نہیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم تو ہر عیب سے پاک پیدا کئے گئے ہیں گویا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ایسے پیدا کئے گئے ہیں جیسا کہ آپ خود چاہتے تھے۔"

سید المرسلین، خاتم النبیین، رحمۃ اللعالمین، شفیعُ المُذنبین، سید الاولین والآخرین، سُلطان الکونین، جدّ الحسن وحسین، حضرت سیدنا احمدِ مجتبیٰ، محمد مصطفیٰ (صلی اللہ علیہ وسلم) تخلیق میں اوّل اور نبوت میں آخر تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے محبوب اور حبیب رسول ہیں، جن کے لئے سارے ارض وسمار کو پیدا فرمایا گیا تھا، جن کی خاطر یہ کائنات بنائی گئی تھی، جن کے لئے (خوبصورت) الفاظ پیدا فرمائے، مدحتِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے، آپ کی ثنا اور توصیف کیلئے، الفاظ آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر درود وسلام پڑھنے کیلئے۔ یہ ہے سبب تمام الفاظ کے پیدا کرنے کا، تمام زبانوں اور بولیوں کے بنانے کا۔

جب یہ زبانیں اپنے اللہ کی حمد کرتی ہیں، تو پھر ذکرِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کرنا بھی اُن پر لازم ہو جاتا ہے اور بلاشبہ یہ زبانیں اُن کی ہیں جن کی نسبت اُن کے اللہ سے ہے۔ حدیثِ قدسی میں پڑھتے ہیں: "میں نے ایمان کا مکمل ہونا اس بات پر موقوف کر دیا ہے کہ (اے محبوب) میرے ذکر کے ساتھ تمہارا ذکر بھی ہو اور میں نے تمہارے ذکر کو اپنا ذکر ٹھہرا دیا ہے، پس جس نے تمہارا ذکر کیا، اس نے میرا ذکر کیا۔"

تمام الفاظ پاک، تمام شیریں ثنار، ساری مہکتی نعتیں یہ سب آقائے دوجہاں، ختم المرسلین کے لئے ہیں، جن کے سرِ مبارک پر تاجِ شفاعت ہے اور جن کی معصومیت اس کائنات کا "نور" ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے محبتِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو تمام مومنین کے لئے لازمی قرار دیا ہے۔ یہ فرضِ عین ہے اور کوئی بھی ایمان کا دعویٰ نہیں کر سکتا اگر اس کا دل

Marfat.com

حبِ رسول ﷺ سے خالی ہو۔ ارشادِ نبوی ﷺ ہے : "تم میں کوئی مومن نہ ہوگا جب تک میں اُس کے نزدیک اُس کی ماں، باپ، اولاد اور سب آدمیوں سے زیادہ محبوب نہ ہو جاؤں"۔

کیا یہ درست نہیں کہ جب آپ کو کسی سے بے انتہا محبت ہو جائے تو پھر آپ ہر وقت اُسی کے بارے میں بات کرنا چاہیں گے۔ اس کا ذکر کثرت سے اور ہمہ وقت ہو گا۔ یہی وجہ ہے کہ ایک بار رسول اللہ ﷺ نے فرمایا :

مَنْ اَحَبَّ شَیْئًا اَکْثَرَ ذِکْرَہٗ

(ترجمہ :۔ جس کو جس چیز سے محبت ہوتی ہے وہ اکثر اسی کا ذکر کرتا ہے)

جب کوئی کہتا ہے کہ : "میں ایک عاشقِ مصطفیٰ ﷺ ہوں" تو اِن الفاظ کے کہنے سے اس پر ایک بہت بڑی ذمہ داری عائد ہو جاتی ہے۔ یہ سچ ہے کہ اللہ اُس کی آزمائش کئی طریقوں سے کرتا ہے تاکہ وہ شخص خود ہی اندازہ لگا سکے کہ وہ اپنے کہے ہوئے پر کتنا سچا ہے۔ اگر آپ عاشق ہونے کے دعوے دار ہیں، تو پھر آپ کو یہ دیکھنا چاہئے کہ پورے دن میں اپنے پیارے رسول ﷺ کا نامِ گرامی کتنی مرتبہ لیتے ہیں؟ آپ کتنی بار چیزیں اُن کے طریقے پر کرتے ہیں؟ کتنی مرتبہ آپ اُن کی محبت میں درود و سلام پڑھتے ہیں؟

یہی تقاضہ ہے اگر آپ چاہتے ہیں کہ خود کو عاشقِ رسول ﷺ کہلوائیں۔ انہیں ہر وقت اپنے دل و دماغ میں سمائے رکھیں، اور اپنے جسم کو ہر وقت اُن کے ارشادات کی تعمیل میں لگائے رکھیں۔ بدقسمتی سے کئی ایسے لوگ ہیں جو اُنکی محبت کا دم تو بھرتے ہیں لیکن اُنکی پوری زندگیاں اس دعوے کے برعکس تصویریں پیش کرتی ہیں۔ جب وہ گفتگو کرتے ہیں تو اُنکی زبانیں رسولِ پاک ﷺ کی شیریں زبانی اور نرم گفتاری کو بھول جاتی ہیں۔ جب وہ کوئی وعدہ کرتے ہیں،

Marfat.com

تو وہ بھول جاتے ہیں کس طرح رسول ﷺ اپنے وعدے کو پورا کرنے کے لئے کئی دنوں تک کھڑے رہتے تھے۔ جب وہ دوسروں سے کوئی معاملہ کرتے ہیں، تو وہ رسول اللہ ﷺ کی مثال کو مکمل نظر انداز کرتے ہیں۔

آپ لوگوں میں سے کتنوں نے حضور ﷺ کی سیرتِ مبارکہ کا مطالعہ کیا ہے تاکہ اُسے اپنی زندگی میں نافذ کر سکیں؟ آپ میں سے کتنے حضور ﷺ کے اُسوہ سے واقف ہیں تاکہ آپ کا ہر عمل سُنتِ رسول ﷺ کا عکس ہو؟ رسُول اللہ ﷺ کی محبت کا انتہائی مقام فنا فی الرسول کا مقام ہے یہ وہ مقام ہے جہاں سے اللہ کی قربت کے دروازے کھلتے ہیں وہ قربت جو ہزار ہا پردوں میں پوشیدہ ہے۔ اللہ تعالیٰ کس طرح کسی کو اپنے قریب آنے دے گا جب تک کہ اس نے جامِ عشق رسُول ﷺ سے پیا نہ ہو اور خود کو اُس جام میں فنا نہ کیا ہو؟ آپ اللہ کا دیدار صرف اس صورت میں کر سکتے ہیں جب آپ رسول اللہ ﷺ اور آپ کے اہل بیت کے سچے غلام بن جائیں۔ محبت کے کئی تقاضے ہیں۔ یعنی تقاضۂ وفا، تقاضۂ سُپردگی اور تقاضۂ فنا۔ کسی سے محبت کرنا اتنا آسان نہیں ہے۔ یہ معاملہ صرف اس قدر نہیں ہے کہ اپنی زبان کو ہلایا اور دعویٰ کیا کہ آپ رسُول اللہ ﷺ کے عاشق ہیں۔ پچھلے زمانوں میں مسلمان اپنے بچّوں کی پرورش سنتِ رسُول ﷺ کے مطابق کیا کرتے تھے۔ نہایت چھوٹی عمر میں بھی بچے رسولِ پاک ﷺ کے طریقوں کو، آپ ﷺ کی سیرت کو، آپؐ کو دُعاؤں کو اور آپؐ کے گھرانوں کو جانتے تھے۔

یہ طور طریقے اُن کی زندگی کا حصّہ تھے۔ اُن کا اُٹھنا بیٹھنا، اُن کا کھانا پینا، اور اُن کے روزمرّہ کے معاملات حضور ﷺ کی حیاتِ مبارکہ کا عکس تھے۔ یہی وجہ ہے کہ اُن وقتوں

Marfat.com

میں آپ کو طارق بن زیاد اور محمد بن قاسم جیسے شجاع نظر آتے ہیں محبوبِ سُبحانی سیدنا شیخ عبد القادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ، حضرت معین الدین چشتی رحمۃ اللہ علیہ، حضرت بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ جیسے اولیاءِ کرام نظر آتے ہیں۔ اور امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ، امام سیُوطی رحمۃ اللہ علیہ، امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ جیسے علماءٔ نظر آتے ہیں۔ اگر آپ اپنی تاریخ کی کتابیں کھولیں تو آپ دیکھیں گے کہ یہ بہادر سالار، یہ علماءِ کرام اور اولیاءِ عظام ایک استثنیٰ نہیں تھے، بلکہ اُس پورے معاشرے کی پرورش کا نتیجہ تھا کہ ایسی حسین شخصیت نظر آتی تھیں۔ یہ تھا ماضی میں رہنے والوں کا طرزِ حیات۔

یہی وجہ ہے کہ یہ حیرت انگیز بات نہ تھی جب اُن جواہرات سے کئی جگمگاتے ہیرے پیدا ہوئے۔ یہ وہ زمانہ تھا جب ذکرِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم باعث وقار تھا، جب بچّوں کو سکھایا جاتا تھا کہ بغیر وضو رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا نام زبان پر نہ لائیں، جب بچے اور بڑے سب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی کے واقعات اور صحابہ کی کہانیاں بڑی محبّت اور شوق سے سنا کرتے تھے۔ جب ہر دِل میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبّت موجود تھی۔

اب آپ اُس وقت اور آج کے وقت کا باہم موازنہ کریں۔ آج کا وقت تو وہ وقت ہے کہ جب دینی باتیں کرنے والوں کو قدیم اور دقیانوسی تصوّر کیا جاتا ہے۔ جب نعتِ رسُولِ مقبُول صلی اللہ علیہ وسلم کو شرک قرار دیا جاتا ہے، جب مولودِ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے جشن کو گمراہی کہتے ہیں، جب دین بس ایک نام کا رہ گیا ہے جسے کسی کی زندگی میں دخل انداز نہیں ہونا چاہیئے۔ کاش کہ آج کے لوگوں کو معلوم ہوتا کہ وہ کیا کہہ رہے ہیں۔ کاش کہ وہ اپنی بے باکیوں اور بے ادبیوں کا احساس کرتے، کاش کہ انہیں اپنی گستاخیوں کے انجام کا علم ہوتا!

ہر مومن یہ جانتا ہے کہ ذکرِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم رُوح کی غذا ہے، ذکرِ مجتبیٰ صلی اللہ علیہ وسلم ہر

Marfat.com

دل کی قوت ہے، ذکرِ احمد صلی اللہ علیہ وسلم ہر آنکھ کا "نور" ہے، اور ذکرِ رحمت ہر مدار کا محور ہے۔ تو پھر بتایئے کہ کوئی اس ذکر کے بغیر کس طرح جی سکتا ہے؟ یہ حقیقت ہے کہ جو ذکرِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے دُور رہتے ہیں بے شک اُن کی روحیں بھوکی رہتی ہیں، اُن کے دل کمزور ہو جاتے ہیں، اُن کی آنکھیں دھندلی ہو جاتی ہیں، اور دنیا اُن کے مدار کا محور بن جاتی ہے۔ بے شک وہ دنیا کے نہایت مفلس اور قلّاش لوگ ہیں، چاہے وہ لاکھوں کے مالک ہی کیوں نہ ہوں لیکن پھر بھی اُن کے ہاتھ اور دل خالی ہیں۔

اِس کے برعکس وہ جن کے پاس عشقِ محمدی صلی اللہ علیہ وسلم کی انمول دولت ہے وہ دُنیا کے بے تاج بادشاہ ہیں، جو نہ صرف اس دنیا پر حکمرانی کرتے ہیں بلکہ وہ آخرت میں بھی حکمرانی کریں گے۔

؎ سَرِ نیاز جھکایا جنہوں نے اِس در پہ
وہ خوش نصیب ہی دُنیا میں سَر اُٹھا کر چلے
غلام حشر میں جب سیّد الوریٰ کے چلے
لوائے حمد کے سائے میں آنکھیں بچھا کر چلے

ذکرِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم وہ عمل ہے جسے اللہ اور اُس کے ملائک بھی کرتے ہیں۔ اس کے معنی یہ ہیں کہ اس ذکر کے ساتھ آپ وہ کچھ کر رہے ہیں جو اللہ سبحانہٗ اور اُس کے پاکیزہ فرشتے مسلسل کر رہے ہیں، جب یہ پاک ذکر، پاک ذات والا کر رہا ہے اور اُس کے پاک دوست کر رہے ہیں، پھر یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ یہ اُن دلوں کو پاک نہ کرے جن کے اندر ذکرِ حبیب صلی اللہ علیہ وسلم موجود ہے۔

Marfat.com

ذکرِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم بس ایک ذکر ہی نہیں ہے۔ یہ دراصل ایک نور ہے جو ایک دل سے دوسرے دل میں منتقل ہوتا ہے۔ مگر شرط یہ ہے کہ اس ذِکر کی نیت صرف رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبّت ہو۔ اگر آپ یہ ذکر اپنی دنیاوی شہرت کے لئے کرتے ہیں تو اگرچہ ذکر سے آپ کا فائدہ ہوگا، لیکن صرف اِس دُنیا میں۔ ذکر کا "نور" ضائع ہو جائیگا؛ وہ "نور"، جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عاشقوں کے سچے دلوں سے پھوٹتا ہے، اِسکی شاندار خوبیاں ہیں۔ پہلی خوبی تو یہ ہے کہ یہ ایک ریگ مال کی طرح دنیا کے گرد و غبار کو دلوں سے صاف کرتا ہے، پھر یہ ایک ٹھنڈک اور سکینت فراہم کرتا ہے اور اس سے آپ کی تمام پریشانیاں کم سے کم تر ہو جاتی ہیں۔ اس نور سے عشقِ محمّدی کی شدّت میں بھی اضافہ ہوتا ہے، اور اس سے محبّت کا جو چھوٹا سا شعلہ ہے جلد ہی ایک بھڑکتی آگ میں تبدیل ہو جاتا ہے۔

دل میں موجود "نورِ محمدی صلی اللہ علیہ وسلم" طوفانِ آخر کی کڑک کے خلاف بھی ایک بچاؤ ہے، یعنی وقت کے خاتمہ کا طوفان۔ آپ پر چاہے کتنے ہی فتنے آن پڑیں، یہ پاکیزہ "نور" ہمیشہ آپ کے دل اور رُوح کو اُن کی تباہ کاریوں سے بچائے گا۔ اور آپ کو اللہ کی پناہ میں دیدیگا۔ اور سب سے بڑھ کر یہ "نور" آپ کو کشتیٔ نورِ نبی میں ایک جگہ دلوائے گا جو کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی، آپ کے اہلِ بیت کی اور آپ کے اولیاء کی کشتی ہے۔ جسکو بھی اِس کشتی میں جگہ ملے گی، اُسے ہر قسم کے رنج والم مصیبت وغم سے نجات ملے گی، اور وہ انعامِ محمّدی صلی اللہ علیہ وسلم کا مالک ہو جائے گا، یعنی اُس ایمان کا جو اس دنیا میں کسی بھی دوسری چیز سے مضبوط تر ہے۔

ذکرِ نبی سے اپنے دلوں کے نورِ نبی میں اضافہ کریں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں

Marfat.com

سیکھیں اور اپنی زندگی کو اُن کی سُنت کا آئینہ دار بنائیں۔ خود کو اللہ کے طریقوں میں ڈھال دیں اور صالحین اور اپنے مُرشدین کی خدمت میں رہیں جو اس "نور" کے امین ہیں۔ صلوٰۃِ نورِ نبی بھی ایک خوبصورت نماز ہے، اپنے دن کے آغاز کے لئے ایک خوبصورت طریقہ۔ رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے ایک حَسین ہدیہ، اور آپ کے دلوں میں موجود نورِ نبی میں اضافہ کرنے کا ایک دلکش ذریعہ۔ اللہ آپ میں سے ہر ایک پر فضل و کرم فرمائے اور آپ میں سے ہر ایک کو یہ پاک "نور" عطا فرمائے، اور خدا کرے آپ سب کشتیءِ نورِ نبی کے سوار ہوں۔

"اے رَب! کشتیءِ نورِ نبی پر ہمیں سوار کر دے۔

یا رسول اللہ! کرم کی نظر چاہیئے۔"

آج ۱۲ ربیع الاوّل کا مبارک دن ہے، وہ دن جب اللہ کا "نور" آسمانوں سے زمین پر بھیجا گیا تھا، جب ہر کلی، ہر پتّہ اور ہر شجر اور بشر کو ایک نیا حُسن بخشا گیا تھا، ایک نیا رنگ اور ایک نئی حیات دی گئی تھی۔ یہ وہ وقت تھا جب جنّت کو ایک دلہن کی طرح سجایا گیا تھا، اور جب تمام عرش و وجود، وَجد و سُرور میں تھے۔ یہ ۱۲ ربیع الاوّل عام الفیل کا دن تھا۔ یہ پیر، ۲۲ اپریل ۵۷۱ء کا دن تھا، وقت تھا صبح صادق کے بعد اور طلوعِ آفتاب سے پہلے جب نورِ نبی نے نزول فرمایا، کمال شان و شوکت اور مکمل عروج کے ساتھ۔

روایت ہے کہ رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نسب میں جس پشت میں بھی یہ نور منتقل ہوتا تھا، اُسکی پیشانی چمکنا شروع کرتی تھی حتیٰ کہ المواہب میں کہا گیا ہے کہ حضرت عبدالمطلب کے جسم سے مشک کی خوشبو آتی تھی اور آپ کی پیشانی "نورِ مُبارک" سے چمکتی تھی اس نور کی

Marfat.com

عظمت اِس قدر تھی کہ بادشاہ بھی اس سے ہیبت زدہ رہتے اور اُن کا احترام کرتے تھے۔ کہا جاتا ہے کہ جب اَبراہہ نے کعبہ کو تباہ کرنا چاہا اور اپنے لشکر کے ساتھ آیا، تو یہ عبدالمطلب ہی تھے جو جبلِ شبیر پر کھڑے تھے اُن کی پیشانی "نورِ مبارک" سے جگمگا رہی تھی، اور یہ روشنی اس قدر تیز تھی کہ اُس کی شعاعیں خانۂ کعبہ پر پڑ رہی تھیں۔ یہ حضرت مُطلب کا نورانی چہرہ تھا جس نے اَبراہہ کو مجبور کیا کہ وہ تخت سے نیچے آکر اُنکو تعظیم پیش کرے۔

روایت ہے کہ جس رات رسولِ انور کا "نورِ مُبارک" بی بی آمنہ کے بطنِ پاک میں اُترا تو وہ جمعہ کی رات تھی۔ اس رات جنت الفردوس کا دروازہ کھُلا اور ایک ندا آئی تمام آسمانوں اور زمین کے لئے کہ: "آگاہ ہو جاؤ، وہ "نور" جو ایک محفوظ و مخفی خزانہ تھا جس سے نبیء ہادی حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے متولد ہونا تھا، وہ آج رات اپنی والدہ کے بطن میں منتقل ہو گیا جہاں اُس کے جسدِ عنصری کی تکمیل ہو گی اور وہ لوگوں کے لئے بشیر و نذیر بن کر دنیا میں تشریف لائے گا۔ آمنہ تمہیں مبارک ہو۔ تمہیں مبارک ہو۔"

ایک حدیث شریف میں روایت ہے کہ فرمایا حضرت آمنہ نے: "جب نبیءِ مکرم کو میرے بطن سے باہر لایا گیا، تو اُن کے ساتھ ایک "نور" بھی پھوٹا جس کے باعث مشرق و مغرب اور اُن کے درمیان کی ہر چیز اس نور سے جگمگا اُٹھی۔" اور پھر انہوں نے اپنی مٹھی میں کچھ مٹی اُٹھائی اور آسمان کی طرف دیکھا۔ اس نور میں اُن کو شام کے محلات دکھائی دیئے۔ بی بی آمنہ کی دائی شافع کا بیان ہے کہ: "جس وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پیدا ہوئے تو وہ سیدھے میرے ہاتھوں میں آئے۔ اُس وقت میں بی بی آمنہ کی خدمت میں تھی جس وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی آواز سنائی دی، تو میں نے کسی کو یہ کہتے سنا: رحمت اللہ، اے محمد! (آپ پر اللہ کی

Marfat.com

رحمتیں ہوں)۔"

بی بی شافع فرماتی ہیں کہ: "مشرق و مغرب کے درمیان روشنی تھی اور مجھے روم کے محلات نظر آ رہے تھے۔" فاطمہ بنتِ عبداللہ بھی بیان کرتی ہیں کہ: "جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادتِ مبارکہ کا وقت آیا، تو میں نے خانہ کعبہ کو "نور" میں نہاتے دیکھا اور پھر میں نے دیکھا کہ ستارے اتنے نیچے آ گئے تھے کہ مجھے محسوس ہوا جیسے مجھ پر گر پڑیں گے۔"

اُس مبارک دن میں مزید حیرت انگیز واقعات رونما ہوئے تھے۔ کہا جاتا ہے کہ کسریٰ کے محل میں زلزلہ آ گیا اور اُس کے ۱۴ کنارے گر کر ٹوٹ گئے۔ نہرِ طبریہ خشک ہو گئی اور فارس کا آتش کدہ بھی اچانک بُجھ گیا جو کہ ایک ہزار سال سے مسلسل جل رہا تھا اور خانہ کعبہ کے کئی بُت اچانک نیچے گر گئے۔

اے اُمتِ محمدی! جب نورِ حق سے دنیا جگمگا اُٹھی ہے تو یہ سب کو کیوں نہ دکھائی دے؟ جب نور کا نزول ہوتا ہے تو تاریکی غائب ہو جاتی ہے۔ اللہ کی رحمتیں ہوں اُن پاک نور پر، اُس مبارک نورِ نبی پر، اس نیک ساعت پر جب اس نور نے آسمانوں اور زمین کو اور جو کچھ اُن کے درمیان ہے اُن سب کو منوّر کر دیا تھا۔

ے
تیرے ہی ماتھے رہا اے جان! سہرا نور کا
بخت جاگا نُور کا، چمکا ستارا نُور کا
تیرے آگے خاک پر، جھکتا ہے ماتھا نُور کا
نور ہے پایا تیرے سجدے سے، سیما نور کا

جب ہم نے کہا: "حُسن کو بیان کرو، بتاؤ کیا یہ تشریح صحیح ہے۔؟

Marfat.com

؎ حُسن، یوسف دم عیسیٰ یدِ بیضا داری

انچہ خوباں ہمہ دارند تو تنہا داری

"اے میرے محبوب! آپ حُسنِ یوسف، دمِ عیسیٰ اور یدِ بیضا سے ممتاز ہیں۔ الغرض دیگر حضرات کو جو کمالات تنہا حاصل تھے، آپ کی ذات کو وہ حاصل ہیں۔" کیا ہم حُسن کے بارے میں اپنی تشریح یہ کہہ کر کر سکتے ہیں :

؎ آفریں بر عالم حُسنِ تو باد

مُبتلائے تست عالمِ آفریں

آپ کے حسن جہاں تاب پُر آفریں سب آفرین

آپ کے حسن کی تعریف کرنا ممکن نہیں

کہ عالم کا پیدا کرنے والا خود آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے جمالِ بہ کمال پر شیدا ہے۔

۱۲ ربیع الاوّل کی مبارک باد آپ سب کے لئے، آپ کے پیاروں کے لئے اور اُمتِ محمدی کے لئے بھی۔ اللہ تعالیٰ آپ کو اس دن کے صدقے بے انتہا رحمتیں اور برکتیں عطا فرمائیے۔

؎ وہ زبان جس کو سب کُن کی کنجی کہیں

اس کی نافذ حکومت پہ لاکھوں سلام

مصطفیٰ جانِ رحمت پہ لاکھوں سلام

لاکھوں دُرود اور لاکھوں سلام

(آمین)

Marfat.com

دائیں اور بائیں ہاتھ والے لوگ

فنا فی المرشد کی وضاحت

شروع اللہ کے بابرکت نام سے جو مولائے عظیم ہے جو زمان (وقت) کا مالک ہے اور اُن سب چیزوں کا جو اس کے دائرہ میں ہیں۔ وہ لامکان اور لازمان کا بھی مالک ہے اور اُن میں سے ہر ایک کا بھی جو زمان اور مکان کی قید سے آزاد رہتے ہوئے بھی زندہ ہیں۔

دُرود و سلام، محبوبِ عظیم پر، جن کے لئے کائنات کی خوبصورتیوں کو بنایا گیا تھا۔ بے شک آپ صلی اللہ علیہ وسلم جمالِ الٰہی ہیں۔

سلام، رحمت اور برکتیں آپ کے لئے اور آپ کے اہلِ خانہ کے لئے۔ سلامتی ہو اُن سب کے لئے جو اپنی زبانوں کی حُدود کو جانتے ہیں اور جو اپنی زبانوں کو گمراہ نہیں ہونے دیتے۔

عشق بیان سے ماورا ہے، انسان ہونے کے ناطے آپ اس کا بیان کئی طریقوں سے کر سکتے ہیں، لیکن درحقیقت اس کے بیان کے لئے الفاظ ہی نہیں ہیں۔ آپ میں سے وہ جنہوں نے سچی محبّت کی ہے، وہ مجھ سے اتفاق کر سکتے ہیں۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ وہ محبت جو قلبِ الٰہی سے پھوٹتی ہے، رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دلِ اطہر میں جاتی ہے۔ پھر

Marfat.com

یہ تمام عالمین میں پھیلتی ہے۔ جیسا کہ آپ دیکھ سکتے ہیں یہ ایک خاص قسم کی محبت ہے۔ یہ پاک محبت ہے۔ ذاتِ پاک کی طرف سے محبوبِ پاک کو عطا کی ہوئی۔ اس محبت کا تجربہ ہو سکتا ہے، اسے محسوس کیا جا سکتا ہے لیکن اس کو بیان نہیں کیا جا سکتا۔ ایسے الفاظ ہی نہیں اُس کو بیان کرنے کے لئے۔ اور یہ حقیقت ہے کہ ایک بار اگر کوئی اس کا تجربہ کر لے، تو پھر اس کے لئے دُنیا یا اس کی گہما گہمی کی طرف لوٹ آنا ممکن نہیں ہے۔ یہ سب اُس کے لئے بے معنی ہے۔

ایک ایسے آدمی کے لئے جو پیاس کی شدت سے مر رہا ہو، ٹھنڈے دودھ کا ایک پیالہ زیادہ بامعنی ہے، بانسبت اس پانی کے جسے مصنوعی طور سے میٹھا یا خوشبودار کیا گیا ہو۔ ظاہر ہے کہ اس مرتے ہوئے آدمی کے لئے خالص ٹھنڈے دودھ کی ٹھنڈک اور قوت ایک بہتر انتخاب ہوگی۔

بالکل اسی طرح اللہ کے عاشق بارگاہِ الٰہی میں حاضر رہنا پسند کرتے ہیں اِسکے عشق کا جام پینا چاہتے ہیں اور یہ جانتے ہیں کہ دُنیا تو فقط جُدا کر دینے والی جگہ ہے، آزمائشوں اور سختیوں کی ایک جگہ اور ایک عارضی مسکن ہے، تو پھر بھلا ایسی جگہ میں کیوں دل لگایا جائے؟ وہ جن کو اس محبت کا چسکا لگا ہو، اور پھر زندگی بھر اُس کا پیچھا کیا ہو، ہو سکتا ہے کہ وہ دُنیا کے عام لوگوں کی طرح نظر آتے ہوں، اپنی دُنیاوی ذمہ داریاں نبھاتے ہوں لیکن پھر بھی وہ دوسروں سے مختلف ہیں۔ وہ عاشق ہیں، اور ہر وقت طلبِ عشق میں رہتے ہیں۔ اُن کی نگاہیں ہر وقت اپنے محبوب کو ڈھونڈتی رہتی ہیں، اُن کے دل ہر وقت محبوب کی یاد میں رہتے ہیں، اُن کی خوشی صرف اُس کے ذکر میں ہے۔ وہ ایک ایک دن گنتے ہیں کہ کب اُن کی جدائی ختم ہو اور کب وہ اپنی اَبدی راحت کو جا ملیں۔

Marfat.com

جب وہ اپنے اللہ سے ملنے کے منتظر ہیں، تو اللہ بھی اُن سے ملنے کا مشتاق ہے۔

اور کیسے حسین لوگ ہیں وہ جنہیں اللہ اپنا محبوب کہتا ہے۔ وہ صاحبِ یمین، اور ایسے لوگ ہیں جو اللہ کی راہ پر چلتے ہیں، سورۃ الواقعہ (۸ تا ۲۴) میں فرمایا ہے: "پس ایک گروہ دائیں ہاتھ والوں کا ہوگا، کیا شان ہوگی دائیں ہاتھ والوں کی۔ اور دوسرا بائیں ہاتھ والوں کا ہوگا۔ کیا خستہ حال ہوگا بائیں ہاتھ والوں کا۔ اور تیسرا گروہ ہر کارِ خیر میں آگے رہنے والوں کا۔ وہ اُس روز بھی آگے آگے ہوں گے۔ وہی مقرب بارگاہ ہیں عیش و سرور کے باغوں میں۔ ایک بڑی جماعت پہلوں سے اور ایک قلیل جماعت پچھلوں سے۔ اس پلنگوں پر جو سونے کے تاروں سے بنے ہوں گے تکیہ لگائے بیٹھے ہوں گے اُن پر آمنے سامنے۔ گردش کرتے ہونگے اُنکے اِرد گرد نوخیز لڑکے جو ہمیشہ ایک جیسے رہیں گے۔ ہاتھوں میں پیالے، آفتاب اور شرابِ طہور سے چھلکتے جام لئے۔ نہ سر درد محسوس کریں گے اس سے اور نہ مدہوش ہوں گے۔ اور میوے بھی (پیش کریں گے) جو وہ جنتی پسند کریں گے۔ اور پرندوں کا گوشت بھی جن کی وہ رغبت کریں گے۔ اور حوریں خوبصورت آنکھوں والیاں (سچے) موتیوں کی طرح جو چھپا رکھیں ہوں یہ اُجر ہوگا اُن نیکیوں کا جو وہ کرتے رہے تھے۔"

یہ تو جنّت کے تحائف کی ایک چھوٹی سی جھلک ہے۔ اگر آپ جنّت کو اپنی آنکھوں سے دیکھ لیں، تو پھر آپ کبھی بھی ایک لفظ نہ فرمانی کا زبان پر نہیں لائیں گے، اور نہ ہی کبھی گناہ کرنے کا سوچیں گے۔ ایسی خوبصورتیاں، اور ایسی راحتیں ہیں اس کی۔ جنت اُن سب لوگوں کے لئے ہے جو اپنے رَبّ سے سچے رہے، اور جنہوں نے اُن سے محبت کی ہو جن سے اللہ محبت کرتا ہے۔

Marfat.com

آپ کو جاننا چاہیئے کہ یہ دنیا فقط ایک عارضی قیام گاہ ہے۔ یہ دکھ اور درد کی جگہ ہے۔ جو بھی اِس میں داخل ہوتا ہے، وہ ایک مُسلسل آزمائش اور مصیبت کی حالت میں رہتا ہے۔ کبھی معاملہ رشتوں کا ہے، کبھی رُوپے پیسوں کا ہے، کبھی آپ کے اپنے بچّوں کا ہے، کبھی صحت کی خرابی یا کوئی دوسری بدبختی کا ہے۔ یہ درست ہے کہ یہ دنیا ایک مسلسل مصیبت ہے۔ لیکن پھر بھی ایسا لگتا ہے کہ آپ میں سے اکثر لوگ بلا تاثیف اسکی طلب میں دکھائی دیتے ہیں۔ یہ تو بس اُس شخص کی طرح ہے جو کسی سفر پر جا رہا ہو یہ جانتے ہوئے کہ سفر دشوار اور لمبا بھی ہو سکتا ہے، اس لئے اُسے اپنے زادِ راہ کا انتخاب احتیاط سے کرنا ہے۔ یہ زادِ راہ دراصل اس کے اعمال ہیں۔ مگر اچھے اعمال جمع کرنے کے بجائے وہ اس دُنیا کے لئے اعمال جمع کرنا پسند کرتا ہے۔

یہ اعمال دنیاوی فائدے ہیں جو اُس کے سفر کو مشکل بنا سکتے ہیں۔ اسکی وجہ یہ ہے کہ اس دنیاوی مال و اسباب میں بڑی کشش ہے۔ اس لئے اُن کو چھوڑ دینا بہت مشکل ہے۔ یہ وزن میں بھی بھاری ہیں کیونکہ یہ صرف آپ کے ظاہری وجود کو آراستہ کرتے ہیں لیکن آپ کے باطن کے لئے زیادہ کارآمد نہیں۔ قیمتی غذائیں، زیورات، یا دنیاوی آسائشیں ایسے مال و اسباب کی مثال ہیں۔ یہ انسان کو کاہل اور کمزور بھی بناتے ہیں کیونکہ اس کے خواہشات کی طمع اس کی دوسروں کے لئے کام کرنے کی اُمنگ اس سے چھین لیتی ہے۔ سیر شکمی اس کے ہاتھوں اور دیگر اعضاء کو سُست اور بھاری بنا دیتی ہے۔ زیادہ سے زیادہ کی تمنّا اُسے بے فائدہ دنیا کی طرف دوڑاتی ہے۔ اس کا ہر آن اور ہر لمحہ اُس کی خواہشات کے کبھی نہ بھرنے والے برتن کو پُر کرنے میں صرف ہوتا ہے جو

Marfat.com

بد قسمتی سے کبھی بھر نہیں سکتا۔

دنیا کے حصول کی اس دوڑ دھوپ میں اس کی تمام قوتیں ضائع ہو جاتی ہیں۔ وہ اس قدر تھک کر چُور ہو جاتا ہے کہ اللہ اور اپنے اطراف کے لوگوں کے لئے کوئی وقت نہیں بچتا۔ اس طرح اُس کا سفر بہت دشوار ہو جاتا ہے۔ دشوار اس دُنیا میں بھی اور آخرت میں بھی جب وہ وہاں خالی ہاتھ پہنچے گا۔ اُس نے تو اپنا پورا وقت ضائع کر دیا، وہ وقت جو نہایت قیمتی اور محدود تھا پھر بھی اُس نے وہ وقت اپنی حماقت اور لاپرواہی سے ضائع کر دیا۔ بے شک دنیا دار لوگ بائیں ہاتھ والے لوگ، ابدی خسارے میں ہیں۔

سورۃ الواقعہ (۴۱ تا ۵۶) میں ہے: "اور بائیں ہاتھ والے۔ کیسی خستہ حالت ہو گی بائیں ہاتھ والوں کی (یہ بدنصیب) جھلستی لُو اور کھولتے ہوئے پانی میں، اور سیاہ دھوئیں کے سائے میں ہوں گے۔ نہ ٹھنڈا ہو گا اور نہ آرام دہ۔ بے شک یہ لوگ پہلے بڑے خوشحال تھے اور وہ اصرار کیا کرتے تھے بڑے بھاری گناہ پر۔ اور کہا کرتے تھے کہ کیا جب ہم مر جائیں گے اور مٹی اور ہڈیاں بن جائیں گے تو کیا ہم دوبارہ زندہ کئے جائیں گے؟ اور کیا ہمارے پہلے باپ دادا کو بھی (یہ نہ ممکن ہے) آپ فرما دیجئے بیشک اگلوں کو بھی اور پچھلوں کو بھی سب کو جمع کیا جائے گا، ایک مقررہ وقت پر ایک جانے ہوئے دن پر۔ پھر تمہیں اے گمراہ ہونے والو! اے جھٹلانے والو! حکماً کھانا پڑے گا زقوم کے درخت سے۔ پس تم بھرو گے اس سے اپنے پیٹوں کو۔ پھر پینا پڑے گا اس پر کھولتا پانی۔ اس طرح پیو گے جیسے پیاس کا مارا اُونٹ پیتا ہے۔ یہ اُن کی ضیافت ہو گی قیامت کے دن"

اللہ تعالیٰ اِن بیوقوف لوگوں کے بارے میں بات کرتے ہوئے انہیں خبردار کر رہا

Marfat.com

ہے انہیں یہ تنبیہہ حضرت آدم علیہ السلام کے زمانے سے وقتاً فوقتاً دی جا رہی تھی۔ اور یہ تنبیہہ اُس وقت تک جاری رہے گی جب تک زمین اپنی آخری سانس نہ لے۔ لیکن بدقسمتی سے بے وقوف ہمیشہ بے وقوف ہی رہیں گے چاہے اُن سے کچھ بھی کہا جائے اور کتنی ہی بار کہا جائے۔ انہیں اپنی میٹھی نیند پسند ہے، اور وہ اس وقت تک سوتے رہیں گے جب تک حضرت عزرائیل علیہ السلام آکر نہ جگائیں۔ لیکن افسوس اس وقت بہت دیر ہو چکی ہوگی۔

اگر آپ اپنے اردگرد نگاہ ڈالیں تو آپ کو نظر آئے گا کہ وقت کے خاتمے نے غفلت میں اضافہ کیا ہے اور لوگوں کی اکثریت کو اللہ کے احکامات سے باغی بنا دیا ہے۔ جیسے جیسے وقت کی رفتار تیز ہو رہی ہے، اُسی طرح انسانوں کی نافرمانیوں اور اُس کے گناہوں میں اضافہ ہو رہا ہے۔ یہ وقت بڑا عجیب ہو چکا ہے۔ ماضی کی روایتوں اور قدروں کو پامال کیا گیا ہے اور اُنکی جگہ آج کے لوگوں نے نئے قوانین، نئے ضابطے اور نئی قدریں بنا لی ہیں۔ ایک اندھا آدمی بھی محسوس کر سکتا ہے کہ زمانے بدل گئے ہیں۔ وقت نہایت دشوار اور درہم برہم ہو گیا ہے۔ ہر آدمی اپنی بولی بولے جا رہا ہے۔ قرآن کی تفسیر بھی بے علم لوگ کر رہے ہیں، سُنّت کو نظر انداز کیا جا رہا ہے اور نئی نسل کے آگے دینی احکام بے معنی ہیں۔

مجھے بتایئے کہ وہ سارے لوگ جو سڑک پر گاڑیاں چلا رہے ہیں، اُن میں سے اگر ہر ایک ٹریفک بتّیوں کی تشریح اپنے طور پر کرنا شروع کر دے، اگر ہر ایک ٹریفک سارجنٹ کی حکم عدولی شروع کر دے اگر ہر ایک مخالف لائنوں میں چلانا شروع کر دے، تو پھر کیا ان میں سے کوئی اپنے گھر صحیح سلامت پہنچنے کے قابل ہوگا؟ کیا ایسی سڑک پر بدنظمی، انتشار اور شدید خطرہ پیدا نہ ہوگا؟ اس میں کتنی جانوں کو خطرہ ہوگا، اور کتنے لوگ

Marfat.com

بدقسمت حادثات کا شکار رہوں گے ؟ ایسے منظر نامے میں تو انسانی جانیں ملوث ہو سکتی ہیں۔

لیکن اگر ہم اس مثال کو آج کے پُرفتن دَور کے ترازو میں دیکھیں تو پھر اُس میں انسانی جان سے زیادہ قیمتی شے ملوث ہے، اس میں آپ کا ایمان ملوث ہے جو انسانی وجود کا سب سے قیمتی اثاثہ ہے۔ اگر اُس میں ایمان ہے تو تب ہی وہ انسان کہلائے جانے کے لائق ہے، اللہ کا نائب کہلائے جانے کا، ورنہ تو وہ چمڑی اور ہڈیوں کا ایک بے قدر ڈھیر ہے جس نے اپنا ایمان گنوا کر اپنی قدر و منزلت کھو دی ہے۔

ہمارے دَور کے مصائب سے بچنے کا بہترین طریقہ کیا ہے ان چیزوں میں جنہیں ہم آسانی سے کر سکتے ہیں اور دونوں دُنیاؤں میں کامیابی حاصل کر سکتے ہیں؟ یہ ایک تین ۳ مرحلے کا طریقہ ہے جس کے معنیٰ ہیں کہ اس دُنیا کے فتنے سے بچنے کے لئے آپ کو بس تین ضروری کام انجام دینے چاہئیں۔ اپنی صُحبت کے انتخاب میں بہت احتیاط برتیں، یہ پہلا قدم ہے۔ دوسرا قدم یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے دل میں سمائے رکھیں۔ اور تیسرا قدم ذکرِ الٰہی کو دل میں جاری و ساری رکھنا ہے۔ یہ ایک تین طبقی فارمولا ہے اپنے آپ کو طوفانِ آخر سے بچانے کے لئے، اپنے آپ کو موجودہ دور کے طوفانوں اور آزمائشوں سے محفوظ رکھنے کے لئے۔

اپنی صُحبت کے انتخاب کے معنی ہیں کہ کسی ایسے شخص کے پاس اُٹھنا بیٹھنا جو اللہ کا عاشق ہو، اگر آپ کو عاشقِ خدا مُرشدِ کامل کی صورت میں ملے، تو سمجھ جایئے کہ اللہ نے آپ کو اپنا فضل عطا کر دیا۔ مرشدِ کامل کی صُحبت کا مُطلب ہے کہ آپ ہر وقت اللہ کے نور کے گھیرے میں ہیں جو ہمیشہ ایک ایسے مُرشد کے دل سے پُھوٹتا رہتا ہے۔ اللہ کے ولی

Marfat.com

اور اولیاء کو اللہ کا نور اور اُس کی محبت براہِ راست ملتی ہیں، اور یہ اُن کی ذمہ داری ہے کہ وہ اس نعمت کو اُن سب تک پہنچائیں جو اس کے لائق ہیں۔ کیا یہ کہا نہیں جاتا کہ اگر آپ کچھ دیر کے لئے پھول اپنے ہاتھ میں پکڑے رکھیں تو آپ کے ہاتھ سے بھی وہی خوشبو آنا شروع ہو گی جو اُن پھولوں کی ہے۔ اچھی صحبت کی بھی یہی حقیقت ہے۔ فقط اُن کے حضور بیٹھنے سے ہی دُنیا آپ کے دل سے محو ہونا شروع ہو جاتی ہے اور آپ کی آنکھوں سے غفلت کے پردے اُٹھنا شروع ہو جاتے ہیں۔

یہ یاد رہے کہ وہ لوگ جو آپ کے اِرد گرد ہیں، وہ آپ کے ذہن و دل پر گہرا اثر ڈالتے ہیں۔ تو ایسے لوگوں سے محتاط رہیں جن کے ساتھ آپ کو اپنا زیادہ وقت گزارنا ہو اس لئے کہ اس دُنیا کے دوست ہی، آخرت کے دوست ہوں گے۔ اگر آپکا دوست ایک ولی ہے، تو بے شک آپ آخرت میں بھی اُن کے دوست ہوں گے اور آپ کا قیام اُسی جگہ ہو گا جہاں وہ ہوں گے۔ ولی کا مقام ہمیشہ جنّت میں ہوتا ہے، جسکا مطلب یہ ہے کہ اُن کے تمام دوست بھی اُن کے ساتھ جنت میں ہوں گے۔ کیا اولیاء کے دوستوں کو دوستی کے صحیح انتخاب پر یہ اچھی بشارت نہیں دی جانی چاہیئے ؟

طوفانِ آخر میں آپ کی سلامتی کا دوسرا قدم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے دل میں بسانا ہے۔ یادِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم ہر مومن کے دل کا حُسن ہے۔ اور حُسن کی بہترین قسم آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو ہر لمحہ، ہر لحظہ یاد کرنا ہے۔ اور ایسا کرنے کا بہترین طریقہ یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سُنّت کو اپنی زندگی میں نقل کرنا شروع کر دیں۔ جب آپ اپنے دن کا آغاز کرتے ہیں جب آپ کھانا کھائیں، جب مشروب پیئیں، جب دوسروں سے معاملات کریں، بات چیت

Marfat.com

کریں یاد دوسروں کا خیال رکھیں تو اس طرح کریں جیسے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کیا کرتے تھے۔ بس اُسی کی پیروی کریں جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کرتے تھے، اس طرح بلاشبہ آپ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے نقشِ قدم پر ہوں گے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی یاد آپ میں شدید سے شدید تر ہوتی جائے گی۔ اور جب آپ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس شدت اور جوش سے یاد کریں گے، تو پھر یہ یقینی بات ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم بھی آپ کو اسی جوش و جذبے سے یاد فرمائیں گے۔ اور اُس سے زیادہ بھی۔ اور جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کسی کو یاد فرماتے ہیں تو یقیناً اللہ بھی اُس شخص کو اُسی جوش و جذبے سے یاد فرمائے گا جو کسی انسان کے گمان میں بھی نہیں آ سکتا۔

جب یادِ محمد صلی اللہ علیہ وسلم آپ کے دل کی دھڑکن بن جائے، تو پھر آپ کی ہر سانس سے "ھُو" نکلنا شروع ہو جاتے گا۔ پھر یہ "ھُو" آپ کے جسم میں خون کی طرح گردش کرنا شروع کر دے گا۔ یہ فنافی اللہ کا بھید ہے: اپنے مرشد کے دل سے "نور" کا جذب کرنا، اس "نور" کو ذکرِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی دھڑکن بننے دیں اور دل کی اس ڈھرکن کے ذریعے "ھُو" کو اپنے پورے جسم میں پھیلنے دیں۔ تو اس طرح آپ کے تین۳ درجے یہ ہوئے۔ یعنی:

۱۔ فنافی المرشد

۲۔ فنافی الرسول، اور

۳۔ فنافی اللہ

ان سب کا حصول آپ کے مُرشد کی محبت، آپکے نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی سُنّت اور آپ کے اللہ کے ذکر سے ہو سکتا ہے۔ دیکھا یہ کتنا آسان ہے۔ بس آزما کر خود ہی دیکھ لیں۔

اے اُمّتِ محمدی! زندگی واقعی بہت مختصر اور نہایت نازک ہے، بالکل پانی

Marfat.com

کے ایک بُلبلے کی طرح جو دور سے خوبصورت نظر آتا ہے، لیکن جونہی آپ اُسے ہاتھ لگائیں یہ پھٹ جاتا ہے۔ جو وقت آپ کے اللہ نے آپ کو دیا ہے، وہ بہت ہی قیمتی ہے، اُسے ضائع نہ کریں۔ آپ کی ایک ایک سانس آپ کو کچھ اچھے اعمال کرنے کا موقع فراہم کرتی ہے، اپنے اللہ کو راضی رکھنے کے لئے کچھ نیکیاں کرنے کا موقع۔ تو پھر ان قیمتی سانسوں کو کیوں ضائع کیا جائے۔ اُن سے جا کر پوچھیں جو اس زمین کے نیچے دفن ہیں۔ وہ آپ کو چند سانسوں کے بدلے ہر چیز دے دیں گے تاکہ وہ دو زانوں بیٹھ کر توبہ کر سکیں، ضائع شدہ وقت کو دوبارہ حاصل کر سکیں۔

مگر افسوس! اُن کا وقت ختم ہو چکا ہے۔ انہیں اَب یہ وقت کبھی دوبارہ نہیں ملے گا۔ لیکن آپ سب اللہ کے فضل سے ابھی زندہ و سلامت ہیں۔ تو پھر آج ہی توبہ کیوں نہ کریں، کیوں نہ اللہ سے کہیں کہ "مجھے آپ سے محبت ہے۔" آپ کو آخر کس بات کا انتظار ہے؟ آپ کے پاس کتنا اور وقت ہے؟ بس اللہ اور اپنے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھوں کو تھامئے اور صاحبانِ یمین بن جایئے، یعنی وہ جو اللہ کی راہ پر ہیں۔

اللہ تعالیٰ ہم سب کو عقلِ سلیم عطا فرمائے اور نیکی کی توفیق عطا فرما دے۔

آمین

ثم آمین

Marfat.com

حضرت قطبُ الدّین بختیار کاکی اُوشی رحمۃ اللہ علیہ

ذکرِ الٰہی، ذکرِ محبوب

شروع اللہ کے بابرکت نام سے جس کی پاک تسبیح اُس کی تمام مخلوقات کرتی ہیں جو اُس سے نسبت رکھتی ہیں۔ اس کی حمد اور اُس کی ثنا عظیم ہے۔ تمام شانیں اور تمام عبادتیں اسی کے لئے ہیں۔

درود وسلام رحمۃ اللعلمین پر، اُن پر جنہوں نے اپنے اللہ کا پیغام نہایت ہی عمدہ طریقے سے پہنچایا اور ایک لمحہ کے لئے بھی اپنی جان، اپنا گھرانہ اور اپنا مال قربان کرنے سے دریغ نہیں فرمایا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے وہی کیا جس کا وعدہ فرمایا تھا۔

۴

سلام، رحمت اور برکتیں آپ سب کے لئے اور آپ کے پیاروں کے لئے۔ سلامتی ہو اُن نوریوں کے لئے جنہیں "نورِ نبی صلی اللہ علیہ وسلم" ملا ہے، اور جو دیکھیں گے کہ یہ "نور" انہیں اُن کی زندگیوں میں مشکلات سے نکالے گا۔

یادِ الٰہی تمام مخلوق کی ارواح کی غذا ہے۔ ذکرِ اللہ تمام دلوں کی قوت ہے اور تمام مخلوق کی قوت ہے۔ یہ جسم کے اندر خون کی طرح ہے جس کا کام تمام عضلات (سیل/خلیے) کی صفائی کرنا ہے یعنی اُن کو صاف کرنا اور پھر توانا کرنا۔ جب آپ کسی صحت مند جسم کی بات کرتے ہیں، تو آپ کا مطلب ہوتا ہے وہ جسم جس میں کوئی بیماری یا نقص نہیں ہو اور جس میں اتنی قوت ہو کہ وہ

Marfat.com

اپنے روزمرہ کے کام کر سکے۔ کوئی بھی کمزوری یا بیماری جو جسم میں موجود ہو، وہ اس کے جسم سے نہ فقط اُس کی طاقت کو ضائع کرتی ہے بلکہ اس کے کام کو بھی ادھورا کر دیتی ہے۔

بالکل اسی طرح رُوحانی کاموں کو کرنے کے لئے رُوحانی قوت درکار ہوتی ہے۔ کوئی بھی بیماری یا کمزوری روح کے کام میں رکاوٹ بن سکتی ہے۔ جس کے معنی ہیں کہ وہ اُسے اس کی ذمہ داریاں نبھانے سے روکتی ہے۔

ہر انسانی روح اس زمین پر اللہ کے نظام کو رائج کرنے کی ذمہ دار ہے۔ یہ یومِ میثاق پر کیا جانے والا وعدہ تھا، یہ وعدہ اللہ کی اطاعت اور فرمانبرداری کا بھی تھا۔ یہی وجہ ہے کہ یہ ہر ایک انسان کا فرض بنتا ہے کہ وہ اس دُنیا کے دوسرے انسانوں کے ساتھ امن سے رہیں اور ایک دوسرے کا خیال رکھیں، اور اللہ کی یاد سے غافل نہ رہیں۔

اللہ کا ذکر روح کی مسلسل صفائی اور پاکیزگی کا باعث ہے۔ جب بھی کوئی آلودگی دنیا سے آتی ہے اور دل کو آلودہ کرتی ہے، تو یہ ذکر اُن آلودگیوں کو کُھرچ کر دھو ڈالتا ہے۔ اللہ کا ذکر نہ صرف ایک صافی ہے بلکہ قوت بخش بھی ہے۔ یہ دل کو قوت بخشتا ہے تاکہ وہ غیر پسندیدہ حالات کا مقابلہ کر سکے۔ یہ زبان کو طاقت دیتا ہے جو پھر باطل اور گمراہی کے خلاف ڈٹ جانے سے گریز نہیں کرے گی۔ یہ نفس پر قابو رکھتا ہے اور شیطان کے وسوسوں اور شر پر کڑی نظر رکھتا ہے۔

ذکرِ اللہ ارواح کے لئے غذا کی مانند ہے یہ اُن کی لطافت میں اضافہ کرتا ہے اور انہیں ہلکا اور خوبصورت بناتا ہے۔ اس طرح وہ انہیں اللہ کی طرف اُوپر اٹھاتا ہے۔ یہ ذکر اُنہیں "نور"، یعنی روشنی کی رفتار سے بھی زیادہ تیز رفتار بناتا ہے۔ چند لمحوں میں یہ

Marfat.com

ہزاروں میل کا فاصلہ طے کر کے اپنے محبوب تک پہنچتا ہیں۔ یہ ذکر اُن پردوں کو بھی ہٹا دیتا ہے جو دُنیا والوں کی آنکھوں پر پڑے ہوتے ہیں، تاکہ پھر وہ اپنے محبوب کے جمال کو دیکھ سکیں۔ کتنے خوش نصیب ہیں وہ لوگ جو اپنا قیمتی وقت یہ عمل کرنے میں گزارتے ہیں کیونکہ اللہ اُن کے دلوں میں امن وسکون دیتا ہے۔ اور اُن سے کہتا ہے سورۃ الفجر میں (۳۰-۲۷)۔ "اے اطمینان والی رُوح! تو اپنے رب کی طرف لوٹ چل، تو اُس سے راضی اور وہ تجھ سے خوش، تو تو میرے بندوں میں شامل ہو جا اور میری بہشت میں داخل ہو جا۔"

ذکرِ الٰہی، اُس کے محبُوب صلی اللہ علیہ وسلم کے ذکر کے بغیر مکمل نہیں ہو سکتا کیونکہ جب آپ اللہ کے محبوب کو یاد کرتے ہیں، تو پھر اللہ بھی آپ کو یاد کرے گا۔ ذکرِ محبُوب ہر عاشق کی رضا و خوشی ہے۔ اپنے دلوں کو بس ذکرِ محبُوبؐ سے مُنوّر رکھیں اور بے شک آپکو بارانِ رحمت میں جانے دیا جائے گا اللہ کی رضا سے۔ اللہ اُن لوگوں سے محبت کرتا ہے جو اس کے عاشقوں کے بارے میں باتیں کرتے ہیں۔ یہ اُصولِ عشق ہے۔ معشوق کو عاشق کا حال سُناؤ اس لئے کہ یہ ذکر دراصل تیل کی طرح ہے جو محبت کے شعلے پر ٹپکایا جاتا ہے۔ یہ آگ ہمیشہ دو طرفہ ہوتی ہے۔ یہ نہیں ہو سکتا کہ عاشق محبت کے شعلے میں جلے اور معشوق اس سے دُور ہو۔ درحقیقت آگ ہمیشہ معشوق کے دل سے شروع ہوتی ہے اور یہی آگ ہے جو عاشق کے وجود تک پہنچتی ہے۔ مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ: "آپ کی محبت کی آگ کے بغیر میں کبھی یہ پانی نہ پیتا، آپ کے چہرے کے خدوخال کے بغیر میں یہ عکس اُس پانی میں نہ دیکھتا، شراب نایاب کی طرح میرے جسم کو چیرتے ہوئے میں چرخے میں چکر اتا، کراہتا ہُوا۔"

Marfat.com

اگر آپ اس آگ کو اپنے ذکر کی سانس سے جلائے رکھتے ہیں، تو پھر آپ دیکھیں گے کہ کچھ ہی دیر میں اس آتشِ عشق کے شعلے آپ کی ذات کو جلانا شروع کر دیں گے۔ یعنی آپ کی اَنا اور آپ کا نفس جلنا شروع ہو جائینگے۔ آپکی اپنی حقیقت آپکی نظروں میں دھندلائے گی اور آپ کی "میں" آپ کی ضدی اور خود غرض "میں" نیچے جُھکنا شروع ہو جائے گی۔ اس طرح رفتہ رفتہ یہ "میں" غائب ہونا شروع ہو جاتے گی اور آپ کی رُوح کی زبان ایک نیا لفظ استعمال کرنا شروع کرے گی۔ یہ "تو" کہنا شروع کرے گی کیونکہ: "تمہارے اور میرے درمیان کون سا پردہ رہ سکتا ہے؟ ہمارے درمیان "میں" ہی پردہ تھا اور تم نے مجھے جلا ڈالا۔

اے میرے محبوب! تو نے میری راکھ میں اپنا نام لکھ دیا۔ اب تمام چیزیں ہماری آگ میں رقصاں ہیں۔" ذکرِ الٰہی روح کو اس دنیا کی زنجیروں سے چھٹکارا دلواتا ہے۔ یہ رُوح کو پَر فراہم کرتا ہے جو اُسے اُڑا کر آسمان کی بُلندیوں میں لے جاتے ہیں۔ اور اگر ذاکر اپنے ذکر میں پُرخلوص ہے تو پھر آسمان بھی انتہائی حد نہیں ہے۔ زمان اور مکان اس کے لئے بے معنی ہو جائیں گے اور آنکھیں وہ دیکھ سکیں گی جو پہلے پوشیدہ تھا جس کے معنی یہ ہیں کہ ذاکر صاحبِ بصیرت ہونا شروع ہو گا۔

ایک ذاکر کا لہوءِ حیات اس کا ذکر ہے۔ وہ اس کا اوڑھنا، بچھونا ہو جائے گا، اُس کی غذا اُس کی دھڑکنیں اور اُس کی سانس۔ وہ اپنے پیارے حضورِ پُرنور صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد کو جانتا ہے کہ: "گنتی کی سانسیں ہیں جو بغیر یادِ الٰہی نکلتا ہے وہ مُردہ ہے۔"

ہر کہ دیوانہ شود با ذکرِ حق
زیرِ پائش عرش و کرسی ہر طبق

Marfat.com

(یعنی: "جو اللہ کے ذکر و یاد میں دیوانگی کی حد تک پہنچ جائے اُس کے پاؤں کے نیچے عرش، کرسی، ۱۴ طبق، زمین و آسمان ہوتے ہیں۔")

اللہ کے ایک عاشق کا کہنا ہے کہ: "جب فقیر اللہ کے نام کی مشق میں مشغول ہوتا ہے تو اُس کے بدن کا ہر بال زبان کھول کر جوش میں آ کر "اللہ اللہ" کہتا ہے، اور اس کا دل نعرے مار مار کر "ھُو، ھُو" پکارتا ہے، اور روح، "ھُوَ الحق، ھُوَ الحق" کی فریاد کرتی ہے، اور نفس اس ورد میں مشغول ہوتا ہے، "رَبَّنَا ظَلَمْنَا اَنْفُسَنَا" اور اسم "اللہ" کے وجود کی مشق محبوبی اور معشوقی مرتبہ رکھتا ہے۔"

ذکر اللہ کے خاص دوستوں کے لئے ہمیشہ نہایت پسندیدہ شغل رہا ہے۔ اُن کے لئے ذکر، اللہ کی جانب پرواز ہے۔ ایک ذاکر کی ضرب کلہاڑی کی ضرب ہے جو دنیا کے بُتوں کو پاش پاش کرتی ہے جو کسی شخص کے دل میں موجود ہو سکتے ہیں۔ ذکر چاہے جلی ہو یا خفی اگر ذاکر اُسے کامل عقیدت اور توجّہ سے کرتا ہے تو پھر اُس ذکر کی آواز اطراف کے ماحول تک محدود نہیں رہتی۔ یہ اُوپر کی جانب پرواز کرتی ہے آسمانوں کو چیرتی ہوئی۔ جب آسمان کے ملائیک کو ذکر سنائی دیتا ہے، تو وہ بھی اس میں شریک ہو جاتے ہیں، جس کے معنی ہیں کہ ایک سچّا ذاکر اپنے ذکر میں اکیلا نہیں ہوتا، تمام ذاکرین آسمانوں کے ملائیک کے ہمراہ ذکر کرتے ہیں۔ ان میں سے کئی فرشتے اس بات کے ذمہ دار ہیں کہ وہ جہاں کہیں بھی ہوں تمام اذکار کو جمع کریں، اور اُن کو اور اُن کے کرنے والوں کو اللہ کے حضور میں پیش کریں۔ اور پھر یہ ملائیک زمین میں پھیل جاتے ہیں اور انہیں جہاں کہیں سچے ذاکرین نظر آتے ہیں، وہ اُنہیں اپنے پروں میں لپیٹ لیتے ہیں۔ اُن کے ذکر میں شامل ہوتے ہیں، اور پھر

Marfat.com

بڑی احتیاط سے اس ذکر کو اللہ کے پاس لے جایا جاتا ہے، اُس ذاتِ واحد کے پاس جو ان اذکار کا مالک ہے۔

اللہ کے اولیاء، ذکر کے بھید کو جانتے ہیں۔ وہ اس کی قوت سے پوری طرح آگاہ ہیں۔ یہ ہی وجہ ہے کہ ذکر اُن کے دلوں کا حُسن ہے اور اُن کی زبانوں کا ترنم ہے۔ ایک ولی جو اللہ کے سچے ذاکر تھے اور جن کا رُواں رُواں ہر وقت اپنے اللہ کی یادِ زرین میں مچلتا، تڑپتا تھا، جو سلطان الذکر کے سلطان تھے، وہ حضرت بختیار کاکی رحمۃ اللہ علیہ تھے، وہ اللہ کے خوبصورت دوست تھے، وہ اللہ کے ذکر کی صدا تھے جو عرشِ اولیٰ سے جا کے ٹکراتی تھی، جو نوری (سمائیں) کے دلوں کو چیرہ کرتی تھیں، جن کا وجود غیر محدود وقت تک جاری رہا کرتا تھا۔ آج کا دن اُن ولیء پُر نور کے ذکر کا دن ہے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بھی محبوب تھے۔

حضرت قطبُ الاقطاب خواجہ قطبُ الدین بختیار کاکی، اُوشی چشتی رحمۃ اللہ علیہ کی ولادت ۵۶۹ سنہ ہجری کو ایران میں ہوئی۔ آپ سید تھے، اور آپ کا نسب شریف حضرت امام حُسین رضی اللہ عنہ سے جا ملتا ہے۔ نہایت کم سنی میں ہی آپ میں ایک ولی کے آثار ظاہر تھے۔ روایت ہے کہ آپ نے قرآن کے پہلے ۱۵ پارے اپنی والدہ سے سیکھے تھے جب وہ ابھی اُنکے شکمِ مُبارک میں تھے۔ جب آپ کی عمر ابھی ۴ سال ۴ ماہ کی تھی تو آپ نے اپنی ماں سے درخواست کی کہ آپ قرآن سیکھنا چاہتے ہیں۔ اسی وجہ سے آپ کی ماں نے آپ کو اپنے جاننے والے کے ساتھ ایک قریبی علاقے میں بھیج دیا۔ راستے میں خواجہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی ملاقات ایک اجنبی سے ہوئی جو ایک بزرگ معلوم ہوتے تھے، جنہوں نے فرمایا کہ وہ اس ننھے ولی کو اس کی تعلیم کے لئے صحیح جگہ پر لے جائیں گے۔

Marfat.com

تو اس طرح آپ کو مولانا ابو حذیفہ کے پاس لے جایا گیا جو اپنے وقت کے بہترین اُستادوں میں شمار ہوتے تھے۔ انہوں نے ننھے خواجہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ اور محترم بزرگ کا بڑی گرمجوشی اور احترام سے استقبال کیا۔ کچھ دنوں بعد خواجہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو پتہ چلا کہ وہ بزرگ دراصل حضرت سیدنا خضر علیہ السلام تھے۔ یہ بھی ریکارڈ میں ہے کہ کم عمری سے ہی خواجہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو سماع سے بہت لگاؤ تھا ایک مرتبہ آپ محفلِ سماع میں شریک ہونا چاہتے تھے لیکن کم عمری کے باعث آپکو اس کی اجازت نہیں دی گئی۔ بے چینی کے عالم میں آپ نے اپنے ہاتھ اپنے چہرے پر رگڑے تو (اُسی وقت) داڑھی آپ کے چہرے پر اُبھر آئی اور آپ کو اندر آنے دیا گیا۔

جب خواجہ معین الدین چشتی رحمۃ اللہ علیہ اپنے وصال کے ۲۰ دن پہلے اصفہان پہنچے، تو انہوں نے خواجہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی بیعت لی اور آپ کو خلافت اور خرقہ عطا کیا۔ پھر خواجہ بختیار کاکی رحمۃ اللہ علیہ کے شیخ نے آپ کو انڈیا جانے اور وہاں قیام کرنے کی ہدایت کی۔ اس حکم کی تعمیل کرتے ہوئے یہ نوجوان خلیفہ دہلی تشریف لائے اور حضرت خواجہ غریب نواز رحمۃ اللہ علیہ کے پہلے روحانی وارث بن گئے۔ یہ سُلطان شمس الدین التمش کا دور تھا۔ حضرت بختیار کاکی رحمۃ اللہ علیہ کا لقب "کاکی"، آپ کو آپ کی ایک کرامت کے ذریعے عطا ہُوا، جو بعد میں دہلی میں آپ سے صادر ہوئی دہلی میں زندگی کے ابتدائی دور میں، آپ غربت اور مشکلات میں رہے۔ لیکن کچھ عرصے بعد اس عظیم چشتی ولی نے خود سے وعدہ کیا کہ وہ اللہ پر کامل توکل کے ساتھ رہیں گے اور کسی سے بھی کوئی قرضہ نہیں لیں گے۔ اس دن کے بعد ایک بڑی روٹی، اتنی بڑی کہ آپ کے پورے گھرانے کے لئے کافی تھی، ہر روز آپ کے مُصلّے کے نیچے برآمد ہوتی تھی۔ لفظ "کاک" روٹی کے لئے استعمال ہونے والا لفظ ہے۔ تو اس طرح آپ کا لقب "کاکی" ہو گیا۔

Marfat.com

حضرت خواجہ بختیار کاکی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب "فوادالسالکین" میں اپنی زندگی کا ایک واقعہ لکھا تھا۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے بیان کیا ہے کہ جب سلطان شمس الدین نے چاہا کہ دہلی میں ایک حوض تعمیر کرائیں، تو وہ اپنے امیر اور وزیروں کے ہمراہ اُس جگہ گئے جو اُن کو اپنے حوض کے لئے پسند تھی۔ چونکہ وہ ایک خدارسیدہ مرد تھے، انہوں نے نیت کی اور اُس مقام پر اپنا مصلیٰ بچھا کر سو گئے۔ خواب میں انہوں نے ایک شخص کو دیکھا جو نہایت خوب صورت اور وجیہہ تھا۔ وہ شخص کچھ اور لوگوں کے ہمراہ گھوڑے پر سوار تھا۔ جب اس شخص کی نظر سلطان پر پڑی، تو اِس سے پوچھا: "تیری کیا نیت ہے؟" اِس پر سلطان نے خواب میں جواب دیا کہ: "میں یہاں ایک حوض بنوانا چاہتا ہوں۔" جب وہ یہ کہہ رہے تھے، تو کسی نے قریب سے کہا: "اے شمس! یہ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ آپ اِن سے مانگیں اور آپ کی طلب پوری ہوگی۔" تو اس طرح سلطان نے اپنی گزارش دوبارہ پیش کی اور رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے قدموں میں گر پڑے۔" رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا مبارک ہاتھ قریب کے چبوترے پر مارتے ہوئے فرمایا: "اے شمس! حوض کی کھدائی یہاں کر دیں پانی اس قدر میٹھا ہوگا کہ کوئی اور پانی اِس کی مثال نہ ہوگا۔"

اس پر سلطان نیند سے جاگ پڑے اور خواجہ صاحب سے رہنمائی کی درخواست کی۔

جب یہ ولی اُس جگہ پہنچے تو دیکھا کہ جس جگہ رسولِ پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے گھوڑے نے اپنے پَیر سے ٹھوکر ماری تھی، وہاں سے حوض کا پانی تو پہلے سے نکل رہا تھا۔ تو حوضِ شمسی اس طرح تعمیر ہوا۔

حضرت بختیار کاکی رحمۃ اللہ علیہ ایک عظیم عقیدت مند رُوحانی پیشوا اور اللہ کے دوست تھے۔ آپ کا ذکر آپ کی زندگی تھا اور ذکرِ اللہ آپ کے وجود کا باعث تھا۔ آپ بہت کم کھایا کرتے تھے، کم سویا کرتے تھے، اور کم کلام کرتے تھے۔ آپ کا وقت ذکرِ الٰہی میں گزرتا اور یہ ذکر اتنا گہرا تھا کہ

Marfat.com

جیسے استغراق آپ کا جیون ساتھی تھا۔

محبّت کی آگ ہر وقت آپ کی رُوح کو جلاتی رہتی تھی جو خود کو ایک دائمی وجد میں مُبتلا پاتی۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے ایک بار فرمایا کہ: ''صاحبِ طریقت اور مشتاقِ حقیقت لوگوں کو سماع میں اس قسم کا ذوق حاصل ہوتا ہے کہ جیسے بدن میں آگ لگ اُٹھی ہے اگر یہ نہ ہو تو لقاء کہاں ہوتا اور لقاء کا لطف کہاں ہوتا۔''

اِس کے بعد آپ نے یہ واقعہ سنایا: ایک بار آپ رحمۃ اللہ علیہ اور قاضی حمید الدین ناگوری، شیخ علی سنجری کی خانقاہ میں موجود تھے، جہاں ایک محفلِ سماع برپا تھی۔ قوّال شعر پڑھ رہا تھا:

؎ کشتگانِ خنجرِ تسلیم را
ہر زماں از غیب جانِ دیگر است

''خنجرِ تسلیم کے مقتولوں کو ہر وقت غیب سے ایک اور جان ملتی ہے۔''

پھر آپ نے فرمایا کہ ہم دونوں اس شعر سے اتنے متاثر ہوئے کہ ہم ۳ دن تک اُس میں مدہوش رہے۔ جب ہم گھر لوٹے تو تب بھی قوّال کی آواز ہمیں سنائی دے رہی تھی، اور اسی حال میں ہم رہے ۷ دن اور ۷ راتیں گزریں ''کہ اپنی سُدھ بُدھ ہی نہ رہی''۔

ایک دوسرے موقع پر ۵۸۴ھ ہجری میں حضرت بختیار کاکی رحمۃ اللہ علیہ بہت سارے اولیأ کے ساتھ بیٹھے ہوئے تھے جیسے قاضی حمید الدین ناگوری، مولانا شہابُ الدین ادشی، سید شمس الدین ترک، کہ (اچانک) سلوک پر بات چل نکلی۔ خواجہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے بیان فرمایا کہ ایکبار امام الحرمین اپنے دوست کے ساتھ تشریف فرما تھے کہ آپ نے ذکرِ الٰہی شروع کیا، اور آپ کو دیکھ کر تمام دوستوں نے بھی شروع کیا۔ یہ ذکر اتنا شدید تھا کہ کسی کو کسی کا ہوش نہ تھا اور ہر

Marfat.com

ایک کے رونگٹوں سے خون جاری ہوگیا اور خون کا جو قطرہ فرش پر گرتا اُس سے اللہ کے نام کا نقش بنتا اور اس قطرے سے ذکرِ الٰہی شروع ہوجاتا۔ جب خواجہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی بات ختم کی تو ہر ایک کو وجد آگیا اور ذکر شروع کردیا۔ وہ ذکر اتنا شدید تھا کہ اُن میں سے بیشتر بے ہوش ہوگئے۔ اس کے بعد خواجہ صاحب نے یہ اشعار پڑھے :

ے ذکرِ خوش تو زہر دہن مے شنوم

شرح غم تو ز خویشتن مے شنوم

(تیرا خوش ذکر میں ہر منہ سے سُنتا ہوں اور تیرے غم کی شرح اپنے آپ سے سُنتا ہوں)۔

اہلِ مجلس نے دوبارہ ذکر شروع کیا اور ذکر کی قوت اتنی زیادہ تھی کہ ہر ایک خلیئے سے خون بہنے لگا اور خون کے جو قطرے فرش پر گرتے اُس سے سُبحان اللہ کا نقشہ بنتا اور پھر اس قطرے سے باآوازِ بلند ذکر شروع ہوجاتا۔

مَوت بھی خواجہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے پاس ایک دوستانہ انداز میں آئی۔ ایک محفلِ سماع میں آپ نے حضرت احمد جام رحمۃ اللہ علیہ کا یہ شعر سُنا، جس کا ترجمہ یہ تھا کہ : "جو تسلیم کے خنجر سے قتل ہوتے، اُن کے لئے غیب کی طرف سے نئی زندگی ہے" یہ وجدانی ذاکر اس شعر کے سرور میں اتنے گم تھے کہ اُن کا سرور ۳ دن تک جاری رہا۔ اسی وَجد میں خون آپ کے جسم کے پور پور سے نکلنا شروع ہوا، اور آپ کا بدن آتشِ عشق میں تڑپتا رہا۔ پھر چوتھے دن اللہ نے آپ کے وجود کے پنجرے کو کھول دیا اور اس طرح آپ کی بے قرار رُوح نے آخرکار زندگی کی قید سے رہائی پائی۔ یہ واقعہ ۱۴ ربیع الاول ۶۳۴ھ ہجری کو پیش آیا۔ بے شک آپ شہیدِ محبت تھے۔ اللہ کی محبت کے شہید۔

Marfat.com

اللہ کے اولیاء کو خراجِ عقیدت پیش کرنے کا طریقہ اُن کا ذکر کرنا ہے کیونکہ ایک روشنی سے دوسری روشنی پیدا ہوتی ہے۔ اس کے معنی یہ ہیں کہ ایک روشن دل میں ہزاروں مشعلیں پوشیدہ ہیں جو اُس وقت جل اُٹھتی ہیں جب قلبِ نوری والا اس کے قریب آتا ہے۔ اللہ کے ذاکرین اس "نور" کے بارے میں جانتے ہیں اور زندگی بھر اُن کی سانسیں اور اُن کی زبانیں اِس آتشِ شوق کو ہوا دیتی رہتی ہیں جس سے اُن کے دل منوّر ہو جاتے ہیں۔ یہ آگ کبھی مرتی نہیں ہے۔ یہ بس ایک دل سے دوسرے دل میں منتقل ہوتی رہتی ہے۔ اور عاشقین کو اَبد تک جلاتی رہے گی۔

اللہ کی محبت اس آگ کے تمام جلے ہوؤں کے لئے ہے، کیونکہ صرف خوش نصیبوں کو ہی اللہ یہ ہدیہ عطا کرتا ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ یہ ذکر اللہ کے ذاکرین کا ہے۔

او محبوب! مجھے لے لے، میری رُوح کو آزاد کر، مجھ میں اپنی محبت بھر دے اور مجھے ۲ دنیاؤں سے رہائی دے۔ اگر میں نے تیرے سوا اپنا دل کسی اور کو دیا تو اندر سے کوئی آگ مجھے جلا ڈالے۔

آمین

ثم آمین

Marfat.com

حضرت میاں میر رحمۃ اللہ علیہ

شروع اللہ کے بابرکت نام سے، جو علیم و خبیر ہے، جو رحیم و بصیر ہے، جو وہ سب کچھ جانتا ہے جو جاننا چاہیئے، جو سب سے زیادہ جاننے والا ہے۔ بے شک وہ تمام عالمین کا رب ہے۔

درود و سلام ختم المرسلین پر، نورِ نبی پر جو کسی بھی ستارے سے زیادہ چمک دار ہے، کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کائناتوں کے "نور" ہیں۔

سلام، رحمت اور برکتیں آپ سب کے لئے اور آپ کے گھرانوں کیلئے۔ سلامتی ہو تمام نوری دلوں کے لئے جو اللہ کی محبت میں دھڑکتے ہیں اور جو اپنے محبوب کے طالبان ہیں۔

جب لوگ اپنی دُعاؤں کو اللہ کی بارگاہ میں پیش کرتے ہی منظور ہوتا نہیں پاتے، وہ پریشان ہو جاتے ہیں۔ لیکن لوگوں کو یہ احساس نہیں کہ ہر کام کا ایک وقت ہوتا ہے، اور یہ ضروری نہیں ہے کہ اُن کی دُعاؤں کا نتیجہ اُن کی خواہش کے مطابق ہی ہو۔ بے شک اللہ سب سے بہترین رازق ہے، اور وہی اکیلا بہترین جاننے والا ہے۔ انسان تو بس اپنی فوری ضروریات یا قلیل المدتی فائدوں کو دیکھتے ہیں، وہ بے صبر اور جلد باز ہیں۔ اِسی لئے اُن میں

Marfat.com

سے اکثر اُن بڑے منصوبوں کو دیکھنے میں ناکام رہتے ہیں جو اللہ نے اُن کے لئے بنائے ہیں۔ یہی سبب ہے کہ وہ شکایت کرتے ہیں یا جھنجھلا اُٹھتے ہیں جب اُن کی دُعاؤں کے ثمر انہیں فوری طور نہیں دکھائی دیتے۔

جب آپ ایک پھل دیکھتے ہیں، جیسے کہ سیب جو اپنے درخت کی شاخ سے لٹک رہا ہو، اور اس کی رنگت اور شکل آپ کو کھینچتی ہو، تو آپ اس کی جانب بڑھیں گے لیکن پھر آپ کو (اچانک) احساس ہو گا کہ وہ ابھی پکا نہیں ہے۔ اگر آپ عام قسم کے انسان ہیں تو ہو سکتا ہے کہ آپ اُسے شاخ سے توڑ کر کسی گرم جگہ میں پکنے کے لئے رکھ دیں، یا پھر آپ اُسے کچا ہی کھالیں۔

چاہے کچھ بھی ہو، لیکن یہ بات درست ہے کہ بہت کم لوگوں میں اتنا صبر ہے کہ وہ پھل کے پکنے کا انتظار کریں تاکہ اُسے مزے سے کھایا جائے۔ کچا پھل کبھی مزیدار نہیں ہوتا کیونکہ اُسے بے وقت توڑا گیا تھا، جو اُس کے لئے مناسب نہ تھا۔ دُعاؤں کا مسئلہ بھی بالکل ایسا ہی ہے۔ جب کبھی دل کی گہرائیوں سے کوئی دعا کی جاتی ہے تو وہ عرشِ معلیٰ تک جاتی ہے اور ملائک اُسے لکھ ڈالتے ہیں۔ اب یہ دیکھتے ہوئے کہ دُعا مانگنے والے کا دل کتنا سچا ہے اور اُس کی دُعا کی شدّت کتنی ہے، ملائک بھی مانگنے والے کی طرف سے اُس میں اپنی شامل کرتے ہیں۔

یہ ملائک بارگاہِ الٰہی میں سجدہ ریز ہو جاتے ہیں اور انتہائی عجز و انکساری سے دُعا گو ہوتے ہیں۔ لیکن اُن دُعاؤں کا نتیجہ صرف اللہ کو معلوم ہے، کیونکہ عرش، آسمانوں اور ارض کے درمیان جو کچھ بھی ہے اُن سب کا بہترین جاننے والا صرف وہی ہے۔ وہ الخبیر ہے۔ یہ وہی اکیلا ہے جو ہر چیز کی پوشیدہ اور باطنی حالات و وارداتوں سے آگاہ ہے۔ یہ وہی اکیلا ہے

Marfat.com

جس کا دائرہِ اختیار کی رسائی اس کی اپنی سلطنت کے ہر گہرے، پوشیدہ اور تاریک ترین گوشے تک ہے، جہاں نہ تو انسانی عقل اور نہ ہی اس کے ملائک کی رسائی ہو سکتی ہے۔

کائنات میں ہر جگہ بے شمار واقعات ہو رہے ہیں کچھ عالمی، کچھ خفیف، اُوپر نیچے، کچھ ایک دوسرے کے اندر کچھ باہر۔ وہ اُن سب چیزوں سے آگاہ ہے اُن کے آغاز سے اور انجام تک چھوٹی چھوٹی تفصیلات کے ساتھ۔ وہ واقعات جو ابھی ہوئے نہیں ہیں، بلکہ ہو جانے کی کیفیت سے گزر رہے ہیں، یا ابھی منصوبہ سازی کے عمل میں ہیں یا ابھی پوشیدہ ہیں، گویا وہ جو ابھی رازوں کے اندر راز ہیں، وہ سب اُس کے سامنے ظاہر ہیں۔ اس کی نگاہ سے کوئی نہیں چھوٹتا۔ یاد رہے کہ ایسی کوئی شے نہیں جسے آپ خفیہ طور سے کریں یا اُسے کرنے کا خیال دل میں لائیں جو اللہ الخبیر کو معلوم نہ ہو۔

یہ بھی یاد رہے کہ آپ کی خُفیہ ترین ضروریات جسکا آپ نے اپنی دعاؤں میں تقاضہ نہیں کیا ہے، وہ بھی اللہ کو معلوم ہیں، اور وہ اکثر بِن مانگے ہی آپ کو دی جاتی ہیں۔ تو کیا ہم ایسے لوگوں کے بارے میں گفتگو نہ کریں جنہیں اللہ جو کچھ دیتا ہے اُس پر ہمیشہ راضی بہ رضا رہتے ہیں۔ سورۃ البینۃ۔ آیت نمبر ۸ میں ارشاد ہے کہ: "اللہ اُن سے راضی اور وہ اس سے راضی"۔ اور سورۃ الرحمٰن۔ آیت نمبر ۶۰ میں ارشاد ہے کہ: "کیا احسان کا بدلہ بجز احسان کے کچھ اور بھی ہوتا ہے۔"

احسان کی انتہا یہ ہے کہ اللہ اپنے بندے سے راضی ہو اور یہ اس بندے کا انعام ہے کیونکہ وہ اپنے رب سے راضی رہا۔ رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ: "قیامت کے دن اللہ میری اُمّت کے ایک گروہ کو پَر عطا کرے گا۔ وہ اپنی قبروں سے نکل آئیں گے اور

Marfat.com

پھر وہ اُڑتے ہوئے سیدھے جنت میں جائیں گے اور اس مقام کی نعمتوں سے لطف اندوز ہوں گے۔ پھر ملائک اُن سے پوچھیں گے: "کیا آپ نے اپنا حساب دیکھا؟" وہ جواب دیں گے: "نہیں، ہم نے کوئی حساب نہیں دیکھا۔" ملائک دوبارہ پوچھیں گے: "کیا آپ نے پُل صراط کو عبور کیا ہے؟" وہ جواب دیں گے: "نہیں، ہم نے پل صراط کو عبور نہیں کیا ہے۔" ملائک پھر پوچھیں گے: "آپ کا تعلق کس کی اُمت سے ہے؟"۔ وہ کہیں گے: "ہم اُمتِ محمدی صلی اللہ علیہ وسلم کے لوگ ہیں۔" اس کے بعد ملائک انہیں قسم دے کر پوچھیں گے: "دُنیا میں آپ کے ایسے کون سے اعمال تھے جس کے باعث آپ کو ان نعمتوں سے نوازا گیا ہے؟" اِس پر یہ لوگ کہیں گے: "ہم خلوت میں اللہ تعالیٰ کی نافرمانی سے حیاء کرتے تھے اور اللہ تعالیٰ نے جو ہماری قسمت میں لکھ دیا تھا اُسی تھوڑے پر راضی رہتے تھے۔" پھر ملائک کہیں گے: "بے شک آپ اس مقام کے مشتاق ہیں۔"

جب کوئی شخص اللہ کے دیئے ہوئے رزق سے راضی و مطمئن ہو، تو (اس کا) دل محروم اور غیر مطمئن محسوس نہیں کرے گا۔ وہ ہر اُس چیز کے لئے ہمیشہ شکر گزار ہوگا جو اُس کی قسمت میں ہے۔ اِنسان ہر وقت اللہ سے مانگیں، کیونکہ یہ اللہ ہی ہے جس سے تمہیں مانگنا چاہیئے۔ لیکن اِنسان میں توکّل اور صبر بھی ہونے چاہیئے، اور اللہ پر کامل بھروسہ کے اللہ جب بھی اور جتنا بھی دے، وہ بہترین ہے۔ جس طرح بھی اُس کی دُعائیں قبول ہوں، اُسے اُس پر مکمل راضی رہنا چاہیئے، کیونکہ اللہ ہی سب سے بہتر جاننے والا اور بہترین رازق ہے۔

اس میں شک نہیں کہ اللہ کے عاشقین مصائب اور مشکلات کی زندگیاں بسر کرتے ہیں۔ اس کے باوجود اللہ پر اُن کا ایمان اور یقین اتنا مضبوط ہے کہ کوئی بھی دنیاوی دکھ درد یا

Marfat.com

کوئی بھی دنیاوی مصیبت انہیں نا اُمید اور پریشان نہیں کر سکتی۔

جب ہم اولیاء کا ذکر کرتے ہیں، تو کیا ہمیں حضرت میاں میر رحمۃ اللہ علیہ کی بات نہیں کرنی چاہیئے، جو ایک کامل بزرگ اور صاحبِ کرامت ولی اللہ تھے جن کا تعلق اُس دَور سے تھا جب اللہ کی مخلوق گناہ اور نافرمانی کے گہرے پانی میں ڈوبی ہوئی تھی؛ اُن کی نظرِ عنایت اور پُرخلوص دعاؤں نے ہزاروں دلوں کو تبدیل کیا اور انہیں راہِ نجات دکھادی۔

آپ رحمۃ اللہ علیہ کا اسمِ مُبارک شیخ محمّد تھا اور آپ کو شاہ میر بھی کہا جاتا تھا۔ آپ کا نسب (۲۸) اٹھائیسویں پشت میں حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ، سے جاملتا ہے۔ آپکے والد صاحب حضرت قاضی سائیں دتّا رحمۃ اللہ علیہ تھے اور والدہ پاک بی بی فاطمہ رحمۃ اللہ علیہا تھیں، دونوں اپنے وقت کے ولی اور ولیہء کامل تھے۔ حضرت میاں میر رحمۃ اللہ علیہ کی ولادت ۹۰۰ھ اور ۹۵۰ھ ہجری کے درمیان سیوستان میں ہوئی۔

حضرت میاں میر رحمۃ اللہ علیہ کی پیدائش کے بارے میں دَارا شکوہ لکھتے ہیں کہ حضرت میاں میر رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ: "جب میرے بڑے بھائی پیدا ہوئے تو میری والدہ نے اپنے کشف کے ذریعے یہ معلوم کر لیا تھا کہ اُن کا بیٹا عرفان کے کسی مقام تک نہیں پہنچے گا، اسلئے انہوں نے اللہ سے دُعا کی کہ "اے اللہ! میں تجھ سے ایک ایسے بیٹے کے لئے التجا کرتی ہوں جو عارفِ کامل ہو، اور ہر وقت عبادت اور ریاضت میں رہے۔" پھر ایک ندائے غیبی سے جواب دیا: "تم نے ایک بیٹا مانگا ہے، ہم تمہیں ایک بیٹا اور ایک بیٹی عطا کریں گے، جو انہی صفات کے حامل ہوں گے جو تُو چاہتی ہے۔" تو اس طرح حضرت میاں میر رحمۃ اللہ علیہ پیدا ہوئے۔

آپکی ایک بہن بی بی جمال رحمۃ اللہ علیہا بھی تھیں، جو مادرزاد وَلیہ اور ایک صاحبِ کرامت بزرگ تھیں۔

Marfat.com

جب حضرت میاں میر رحمۃ اللہ علیہ کی عمر ۷ برس کی ہوئی، تو آپ کے والد کا انتقال ہوا اور آپ کی تمام تر ابتدائی روحانی تربیت آپ کی والدہ نے کی۔ جب آپ بالغ ہوئے تو آپ نے اپنی والدہ کی اجازت سے ایک کامل ولی، شیخ خضر سیوستانی رحمۃ اللہ علیہ کے ہاتھ پر بیعت کی، جن کا مسکن پہاڑوں میں تھا اور جو صرف ایک تہہ بند پہنا کرتے تھے، چاہے موسم سرد ہوتا یا گرم۔

اُن کی غذا جنگلی میوے اور درختوں کے پتّے ہوا کرتے تھے۔ جب موسم زیادہ سرد ہوتا تو وہ ایک تنور روشن کیا کرتے تھے۔ بہت کم لوگ اُن کے بارے میں جانتے تھے۔

حضرت میاں میر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ: "جب میں نے اپنی والدہ سے اجازت لی، تو میں نے سیوستان کے پہاڑوں کا رُخ کیا۔ وہاں میں نے ایک تنور دیکھا جس پر ایک برتن رکھا تھا، جو ابھی گرم تھا۔ مجھے بڑی حیرت ہوئی اور میں نے سوچا کہ یہ (ضرور) کسی بزرگ کا ٹھکانہ ہے۔ میں نے فیصلہ کیا کہ اس وقت تک وہاں رہوں گا جب تک کہ اُن بزرگ سے ملاقات نہ ہو جائے۔ میں وہاں ۳ دن تک رُکا رہا بغیر کچھ کھائے پیئے انتہائی سردی میں۔ میں جسم کو گرم رکھنے کیلئے اس تنور میں بیٹھ تو سکتا تھا مگر اس بزرگ کے احترام میں، میں نے خود کو ایسا کرنے سے روکا۔ ۳ دن بعد وہ بزرگ تشریف لے آئے، اور جوں ہی انہوں نے مجھے دیکھا اور میں نے انہیں سلام کیا، تو فرمانے لگے: "وعلیکم السلام یا میر محمد!" جب میں نے اپنا نام اس بزرگ کے مُنہ سے سُنا، تو مجھے سخت حیرت ہوئی میں نے عرض کیا: "حضور، میں یہاں ۳ دن سے آپ کا منتظر ہوں"۔ بزرگ نے جواب دیا: "لیکن میں تو صرف ایک دن کے لئے گیا تھا"۔ اس پر میں نے عرض کیا: "حضور، آپ بہتر جانتے ہیں کہ میں سچ بول رہا ہوں یا جھوٹ"۔ تو اس پر انہوں نے فرمایا کہ: "ایسا ہی ہوگا!" دراصل اپنے استغراق کے باعث شیخ خضر سیوستانی رحمۃ اللہ علیہ

Marfat.com

یہ سمجھ رہے تھے کہ وہ صرف ایک دن کیلئے گئے ہیں۔ اس مرشدِ کامل سے بیعت ہونے کے بعد حضرت میاں میر رحمۃ اللہ علیہ کچھ عرصے تک اُن کی خدمت میں رہے اور اس دوران اُنکے مُرشد کے فیض نے انہیں درجۂ کمال تک پہنچا دیا۔ پھر ایک دن اُن کے مُرشد نے انہیں اجازت دی کہ وہ جہاں جی چاہے چلے جائیں۔

حضرت میاں میر رحمۃ اللہ علیہ نے لاہور کا رُخ کیا اور جا کے مولانا سعد اللہ کے حلقۂ درس میں شامل ہو گئے۔ یہ زمانہ تھا جلال الدین اکبر کا اور اُس وقت حضرت میاں میر رحمۃ اللہ علیہ کی عمر صرف ۲۵ سال کی تھی۔ حضرت میاں میر رحمۃ اللہ علیہ اپنے فیضِ رُوحانیت کے بارے میں اِتنے خاموش تھے کہ آپ کے ایک اُستاد، مولانا نعمت اللہ صاحب کا کہنا ہے کہ: "میاں میر رحمۃ اللہ علیہ کئی برس تک میرے پاس پڑھتے رہے اور اُنہوں نے میرے تمام علوم حاصل کر لئے مگر آپ کے حالات سے ہم کبھی آگاہ نہ ہو سکے۔"

حضرت میاں میر رحمۃ اللہ علیہ بھیڑ پر تنہائی کو ترجیح دیتے تھے اور باغوں اور جنگلوں میں جانا پسند فرماتے تھے جہاں اللہ کی نشانیاں ہر طرف بِکھری ہوئی تھیں۔ وہاں (اگرچہ) اُنکے مُرید ساتھ ہوتے تھے، لیکن وہ اس بات کا خیال رکھتے تھے کہ اُن کے مُرشد کی خلوت میں خلل نہ ہو۔ وہ اپنے شیخ سے دور جا کر بیٹھتے تھے۔ جب نماز کا وقت ہوتا تو پھر سب نماز کے لئے اِکٹھے ہوا کرتے تھے۔

حضرت میاں میر رحمۃ اللہ علیہ عام لوگوں سے میل جول نہیں رکھتے اور تنہائی کو مخلوق پر ترجیح دیتے تھے۔ آپ رات کے وقت اپنے حُجرے کا دروازہ بند رکھتے اور ساری رات یادِ الٰہی میں قبلہ رو ہو کر بیٹھے رہتے تھے۔ جب لوگوں کو اس ولی کے بارے میں علم ہوا تو انہوں

Marfat.com

نے آپ کے پاس آنا شروع کیا جس سے آپ پریشان ہوتے تھے۔ یہی وجہ ہے کہ آپ نے اپنا مسکن لاہور سے سرہند منتقل کیا۔ (لیکن) ایک سال بعد آپ اپنے شہر لوٹ آئے اور اِس بار آپ نے رُشد اور ہدایت کا سلسلہ شروع کیا۔ آپ کے دلِ پاکباز کے "نُور" نے دوسرے دِلوں تک سفر کرنا شروع کیا۔ آپ مُرید بنانے میں پس و پیش کرتے تھے، مگر جو بھی آپ کے حلقہء ارادت میں شامل ہوتا درجہء کمال تک پہنچتا۔

آپ رحمۃ اللہ علیہ فقر و فاقہ کو پسند فرماتے۔ اللہ پر آپ کا ایمان اتنا کامل تھا کہ اگر آپ کے پاس کچھ بھی نہ ہوتا تو تب بھی آپ کو رزق پہنچتا۔ آپ نے ایک بار فرمایا کہ: "ایک مرتبہ میرے بھائی مجھ سے ملنے اپنے ملک سے آئے۔ وہ لمبے عرصے کے بعد لاہور آئے تھے۔ جب میں نے اپنے بھائی کو دیکھا تو میں فکر مند ہو گیا کہ میں اُن کا کس طرح تواضع کروں، کیوں کہ میرے مسکن میں نہ کوئی خادم تھا، نہ پیسے تھے اور نہ کھانے پینے کا سامان۔ اِس لیئے میں نے اُن سے کہا کہ آپ آرام کریں، میں آپ کے کھانے پینے کا انتظام کرتا ہوں۔ میں خاموشی سے باغ میں چلا گیا، وضو کیا اور بارگاہِ الٰہی میں اس طرح دُعا مانگی: "اے میرے پروردگار! تیرے سوا نہ کوئی دوست ہے اور نہ کوئی مہربان۔"

ابھی میاں میر رحمۃ اللہ علیہ اپنی دُعا پوری بھی نہ کر پائے تھے کہ ایک نداءِ غیبی نے کہا:
"اے میرے دوست! تیری دُعا کرنے سے بیشتر ہی میں نے تیری مراد پوری کر دی۔" حضرت میاں میر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: "پھر میں نے اپنے بھائی کو اپنی جانب دوڑتے ہوئے دیکھا۔ میں نے اُن سے پوچھا کہ کیا ہوا؟ اس پر انہوں نے کہا کہ: "کوئی شخص کھانا لے کر آیا ہے اور آپ کا منتظر ہے، میں اسی لیئے آپ کو خبر کرنے آیا ہوں۔"

Marfat.com

جب حضرت میاں میر رحمۃ اللہ علیہ اپنے حجرے تک پہنچے تو آپ نے وہاں ایک انتہائی حَسین اجنبی کو کھڑے پایا۔ (اجنبی نے آپ سے کہا): "یہ کچھ رقم ہے آپ کے لئے اور کچھ کھانا۔ براہِ کرم انہیں قبول فرمایئے۔" آپ کے لئے اللہ نے پیغام بھیجا ہے کہ جب بھی آپ کو کسی چیز کی ضرورت ہو تو صرف اللہ سے اُسی طرح طلب کیجئے جیسے کہ آپ نے کی ہے۔ اور اللہ خود ہی آپ کی مَدد فرمائے گا۔"

حضرت میاں میر رحمۃ اللہ علیہ نے اس خُوبرو اور حَسین اُجنبی شخص سے پوچھا کہ وہ کون ہیں۔ اِس پر اُس شخص نے کہا: "میں رب العزّت کا بندہ ہوں۔" پھر حضرت میاں میر رحمۃ اللہ علیہ اور ان کے بھائی نے کھانا تناول کرنا شروع کیا اور انہوں نے اجنبی کو بھی کھانے کی دعوت دی۔ لیکن انہوں نے کہا کہ: "میں انکار نہ کرتا، لیکن میں نے روزہ رکھا ہوا ہے۔" کھانا ختم ہونے تک وہ شخص وہاں بیٹھا رہا اور جونہی وہ کھانا کھا چکے، اجنبی برتن اُٹھا کر چل دیا۔ حضرت میاں میر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ وہ شخص دراصل ایک فرشتہ تھا جس کو یہ کام سونپا گیا تھا۔

سکینتِ الاولیاء میں شہزادہ داراشکوہ نے لکھا ہے کہ حضرت میاں میر رحمۃ اللہ علیہ نے ایک بار فرمایا تھا کہ: "ایک مرتبہ ۴ درویش آپس میں ملے اور پہاڑوں کی طرف چل دیئے۔ وہ پہاڑ سیوستان میں تھے۔ وہاں وہ درویش ۳ دن تک بھوکے رہے، تو ایک درویش نے کہا: "میں آگے جاتا ہوں کچھ کھانے کی تلاش میں۔" اس لئے وہ درویش اکیلے آگے کو چل نکلے۔ دوسرے درویش ابھی تھوڑے دور ہی گئے ہوں گے کہ انہیں میٹھے پانی کی ایک نہر نظر آئی اور اُس نہر کے کنارے ایک درخت تھا جو پھلوں سے لدا ہوا تھا۔ اور اس کی شاخیں پھلوں کے بوُجھ تلے اِس قدر جُھکی ہوئی تھیں کہ زمین چُھو رہی تھیں۔ تینوں درویش نے اُس

Marfat.com

درخت میں سے کھایا اور نہر میں سے میٹھا پانی پیا، اور کچھ پھل اپنے اس دوست کے لئے بھی لئے جو کھانے کی تلاش میں ان سے آگے گیا ہوا تھا۔ پھر وہ اسی مقام پر لوٹ آئے جہاں انہیں پہلا دوست بھی آکر ملا۔

تینوں دوستوں نے اپنے دوست سے کہا کہ: "افسوس کہ تم نے اُس درخت سے پھل نہیں کھائے جو اتنے زیادہ تھے کہ اُسکی شاخیں زمین کو چھُو رہی تھیں اور اُن پھلوں سے جنت کی خوشبو آ رہی تھی۔ ہم اُن پھلوں میں سے کچھ آپ کیلئے بھی لائے ہیں۔" لیکن درویش نے کہا: "مجھے اِن پھلوں کی حاجت نہیں ہے۔" پھر حضرت میاں میر رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: "بابا! وہ درخت اور وہ پھل اور چشمے کا پانی تو وہ درویش خود تھا جو دوسرے درویشوں کی بھوک مٹانے کے لئے غائب ہو گیا تھا۔"

کہا جاتا ہے کہ وہ درویش حضرت میاں میر رحمۃ اللہ علیہ خود تھے۔

اُے اُمّتِ محمدی! اللہ کے اولیاء ہمیشہ ہر ایک کے لئے باعثِ رحمت ہیں حتیٰ کہ وہ اس دُنیا میں اَب موجود بھی نہ ہوں۔ حضرت میاں میر رحمۃ اللہ علیہ میٹھے پانی کی نہر اور پھلوں سے لدے ایک درخت ہیں۔ اور یہ رُوحانی کھانا اور پانی اللہ کے تمام دوستوں کے لئے ہے، خاص طور سے اُن کے لئے جو اولیاء اللہ اور اُن کے دوستوں کا ذکر کرتے ہیں۔ اللہ کے ولیوں اور اللہ کے دوستوں کے ہاتھ تھامیئے، توجّہ سے سنیں کہ وہ کیا فرماتے ہیں اور پھر اُن کے ارشادات کو اپنے دلوں پر نقش کیجیئے۔ اس طرح اللہ کے اولیاء کی توجّہ سے آپ میں سے کئی لوگوں کی زندگیاں تبدیل ہو سکتی ہیں۔

آخر جب کوئی دوست اپنے دوست سے مانگتا ہے، تو کیا اس کی دعا قبول

Marfat.com

نہیں ہوتی؟ دوستی کا قاعدہ یہ ہے کہ کوئی بھی خالی ہاتھ کبھی نہیں لوٹتا۔ بس اللہ کے عاشقین سے محبت کرتے جائیے اور محبوب ہمیشہ آپ ہی کا ہوگا۔

آمین

ثم آمین

Marfat.com

حضرت شاہ محمد غزن رحمۃ اللہ علیہ

• حالاتِ آخرُ الزمان

شروع اللہ کے بابرکت نام سے جو رَبِّ دو جہاں ہے، جو پاک پروردگار ہے، جو سبحان ورحیم ہے، وہ ذات واحد جس نے رات کو پیدا کیا اور رات کے بعد دن کو پیدا فرمایا۔ وہی زمان کا خالق ہے اور دنیا کی گھڑی کو ختم کرنے والا بھی وہی ہے۔

دُرود و سلام رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر، حبیب اللہ پر اور اُمّت کو نجات دلانے والے پر، اور اُن پر جو اپنی اُمّت کے لئے نہایت شفیق اور بے انتہا رحیم ہیں۔

ہُو

سلام، رحمت اور برکتیں آپ سب کیلئے اور آپکے پیاروں کیلئے۔ سلامتی اللہ کے پیاروں کیلئے جنہیں یہ محبت جب ملتی ہے تو انہیں شفیق بناتی ہے اور دوسروں کیلئے نرم دل۔

محبّت کی کئی صورتیں ہیں۔ یہ پھولوں کی طرح ہے، لیکن مختلف خوشبوؤں میں۔ یہ ایک زبان کی طرح ہے جو مختلف بولیاں بولتی ہے۔ یہ سُورج اور چاند کی طرح ہے جو دونوں روشنی کا باعث ہیں اگرچہ دونوں مختلف نظر آتے ہونگے، اور شہد اور شکر کی طرح ہے۔ دونوں کی اصل جُدا جُدا ہے مگر دونوں کا ذائقہ میٹھا ہے۔ بالکل اسی طرح محبت کی جُدا جُدا صورتیں ہیں۔ خالص محبت اللہ کی عطا ہے۔ جب یہ کسی سچّے دل میں داخل ہوتی ہے، پھر وہ دل بھی اس محبت کو برسانا شروع کر دیتا ہے۔ جب ایسا شخص اپنے

Marfat.com

بیٹے کی طرف دیکھتا ہے تو پھر باپ کی محبت اس کی اپنی آنکھوں سے پھوٹتی ہے۔ جب وہ اپنے بھائی بہنوں کی جانب دیکھتا ہے، تو پھر اُخوت کی محبت پھوٹتی ہے۔ جب نگاہیں زوجہ پر پڑتی ہیں، تو شفقت اور نرمی جھلکتیں ہے۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ محبت چاہے ایک ہی ہو، لیکن اس کی کئی صورتیں ہوسکتی ہیں۔

وہ دل جو محبت سے خالی ہیں، وہ دراصل ہر جذبات سے خالی ہیں، شفقت سے خالی ہیں، اور رحم و نرمی سے خالی ہیں۔ ایسے لوگ ظلم اور رحم دلی کے فرق کو نہیں سمجھتے۔ انہیں یہ احساس نہیں کہ دل سخت الفاظ سے آسانی سے ٹوٹ جاتے ہیں یا متکبّرانہ روّیے سے جذبات مجروح ہوتے ہیں۔ وہ دل جو سچی محبت سے عاری ہیں وہ انتہائی مغموم دل ہیں۔ وہ حقیقت میں خوشی اور مُسرت سے خالی ہیں کیونکہ یہ تو صرف سچی محبت کی پیداوار ہیں، یعنی محبتِ الٰہی کی۔

اللہ کی محبت کے حامل عام لوگوں سے مختلف ہوتے ہیں۔ یہ عاشق جب اللہ کی کسی مخلوق کو دیکھتے ہیں، تو وہ اُس سے محبت کرتے ہیں اگر وہ دوستوں سے مُحبت کرتے ہیں، تو محبت اُن سے کہتی ہے کہ وہ دوستوں سے وفادار رہیں۔ اگر وہ بھائی بہنوں سے محبت کرتے ہیں تو محبت اُن سے کہتی ہے کہ وہ اُن سے نرم اور شفیق رہیں۔ اگر وہ بوڑھے والدین سے پیار کرتے ہیں تو محبت اُن سے کہتی ہے کہ اُن کے ساتھ کرم اور نرمی کا برتاؤ کریں۔ اور جب وہ اپنے بچّوں سے محبت کرتے ہیں تو محبت انہیں بتاتی ہے کہ وہ اُن کی نگہبانی اور رہنمائی کریں۔ یہ ہی وجہ ہے کہ اللہ کے عاشق کبھی اپنی محبت نہیں چُھپاتے، چاہے اُن کے سامنے کوئی بھی ہو یا وہ کس طرح کے حالات کا شکار رہوں۔ ایسے ہوتے

Marfat.com

ہیں اللہ کے عاشقین : ہمیشہ عام لوگوں سے مختلف ۔

آج ہم ایک ایسے مہربان عاشق کے بارے میں گفتگو کرتے ہیں جنہوں نے بھی اپنی محبت کا اظہار مختلف صورتوں میں کیا تھا۔ پہلے تو وہ اللہ کے عاشق تھے، یہ ہی وجہ ہے کہ وہ اللہ کی طرف اپنے فرائض میں بہت محتاط تھے۔ پھر وہ ایک ذمہ دار بیٹے تھے، اس لئے اپنی زندگی میں وہ اپنے والدین کے فرائض سے کبھی غافل نہیں رہے، وہ ایک محبت کرنے والے زوج بھی تھے جو اپنے گھرانے کی ضروریات سے آگاہ تھے۔ وہ ایک شفیق باپ بھی تھے، ہر وقت اپنے بچوں کے رہنما، اپنے اردگرد موجود لوگوں کے لئے زُہد و تقویٰ کا ایک نمونہ تھے۔ آپ تھے غوثُ الوقت، قطبُ الصّالحین، ضبط العالمین، حضرت خواجہ شاہ محمدّ عزن قادری سُہروردی رحمۃ اللہ علیہ۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ ایک ایسے درویش تھے، جنہوں نے اپنے ۸۲ سالہ حیات میں خود کو مخفی رکھا تھا۔

آپ رحمۃ اللہ علیہ اپنی صوم صلوٰۃ کے سخت پابند تھے۔ حالانکہ آپ کی حیثیت ایک آفیسر کی تھی، لیکن پھر بھی آپ ہر وقت ذکرِ الٰہی کے سمندر میں غوطہ زن رہتے تھے۔ آپکی زبانِ مبارک پر ہر وقت "ربّی ، ربّی" کا وِرد رہتا تھا چاہے آپ کسی بھی حالت میں ہوتے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ ایک قادری سُہروردی بزرگ تھے اور یہ شرف آپ کو نہایت کم سنی میں ہی عطا کیا گیا تھا، اور اُس کا گہرا اثر آپ پر زندگی بھر رہا۔ جب آپ ریٹائر ہوئے تو تب بھی آپ رحمۃ اللہ علیہ اپنے حجرے میں خلوت ہی کو پسند فرماتے تھے۔ اپنا وقت اپنے اللہ کیلئے وقف کر دیا تھا اور ہر وقت حالاتِ حضوری میں رہتے تھے۔

آپ حضوری نشست پسند فرماتے تھے، یعنی ہر روز ۲۰/۱۸ گھنٹے دوزانو ہو کر

Marfat.com

ذکرِ اللہ میں بیٹھتے۔ آخر کوئی عَبد، کوئی غلام اس کے علاوہ کس طرح بیٹھ سکتا ہے، یا اِسکے علاوہ اور کیا شغل کر سکتا ہے۔ آپ کی زندگی میں سخت نظم وضبط تھا کیونکہ آپ کی نگاہ میں نظم وضبط دین کی رُوح تھی۔ آپ اپنے وظائف اور معمولات میں نہایت پابند تھے۔ اور خلافِ شرح ہر چیز سے سختی سے پرہیز کرتے تھے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ اللہ کے اولیاء کے دوست تھے۔

آپ بڑی آسانی سے دوسروں کے دلوں میں جھانک سکتے تھے، اور جب کبھی آپ کسی دل میں اللہ کی سچی محبت پاتے تو آپ ضرور اُس دل کا احترام کرتے اور ایسے شخص کو اپنے حُجرے میں خیر مقدم کرتے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کے درویش دوست آپ کے یہاں آجاتے تھے اور ہفتوں قیام کیا کرتے تھے۔ لیکن آپ اُن کے تواضع میں کبھی تنگی محسوس نہیں کرتے۔ دراصل یہی ہوتا ہے اللہ کی راہ پر چلنے والوں کا ساتھ۔ اُن کی راحت اور قرار صرف ذکرِ الٰہی میں ہے۔ اُن کے دل محبوب کو تلاش کرتے ہیں، اُن کی آنکھیں جلوۂ محبوب کی تلاش میں رہتی ہیں، اور اُن کے کان اُن کے معشوق کی تعریف وتوصیف سننے کو ترستے ہیں۔ جب انہیں یہ سب مل جاتا تو وہ پروانے کی طرح ہو جاتے ہیں جو شمع کے گرد منڈلاتے ہیں اور اپنی محبّت اپنے معشوق پر نچھاور کرتے ہیں، چاہے وہ اُسے کسی بھی طرح رکھے یا اُس کا انجام کیا ہو۔ یہ ہے طریقہ جس سے اللہ کے عاشق اللہ کی محبّت کو ڈھونڈتے ہیں۔ جیسے کہ حضرت بو علی قلندر رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:

"اگر میں کسی رات اُس شاہِ خوباں کو اچانک دیکھ لوں، میں اپنا سَر اُس کے قدموں میں رکھ دوں؛ اور دل وجان اُس پر فدا کر دوں۔ میں دل میں ایک آگ روشن کروں اور دنیا کے قبلہ کو جلا ڈالوں پھر اس محبوب کو اَبرُوں کا قبلہ بناؤں گا۔

Marfat.com

اے ساقی، آ تیرا چہرہ میرے لئے شمعِ حرم ہے۔ میں میخانے کے گرد چکر لگاؤں گا اور مستوں کے پاؤں چوموں گا۔"

سرکاری نوکری سے ریٹائرمنٹ کے بعد حضرت شاہ محمد عزن رحمۃ اللہ علیہ نے اپنا وقت خلوت میں گزارا لیکن اس میں بھی وہ دوسروں کی ضروریات سے غافل نہیں رہے۔ آپ کی رحم دلی اُن خاندانوں کے بچوں کے لئے وقف تھی جو اپنے بچوں کو اسکول بھیجنے کی استطاعت نہیں رکھتے تھے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ اُن کو ماہانہ وظائف اور کتابیں دیتے تھے، اور اُن کی دوسری ضروریات کے لئے بھی رقم دیا کرتے تھے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ اپنے غریب رشتہ داروں کو بھی اپنی آمدنی میں سے حصّہ دیا کرتے تھے۔ جہاں اللہ نے آپکو ایک فیاض دل عطا کیا ہوا تھا، آپ کی دریا دلی انتہائی خاموش اور پوشیدہ رہتی تھی۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ اس کہاوت کے حامی تھے کہ: "جب آپ اپنے داہنے ہاتھ سے دیتے ہیں تو بائیں ہاتھ کو اس کی خبر نہ ہو۔"

اللہ کے عاشق وہی کچھ کرتے ہیں جس سے اُن کا اللہ راضی ہو۔ ہر نیکی کا کام اللہ کو حاصل کرنے کے لئے کیا جاتا ہے نہ کہ اپنے نفس کو مطمئن کرنے کے لئے۔ اہلِ طریقت کا شیوہ یہی ہے کہ جو کچھ وہ کرتے ہیں، اُن کی نیت فقط اللہ کے لئے ہوتی ہے۔ وہ کھاتے اسی لئے ہیں تاکہ عبادت کے لئے اُن میں قوّت پیدا ہو۔ وہ سوتے اس لئے ہیں کہ اُنکے بدن تازہ ہوں اور اللہ کے کام میں وہ سُست نہ ہوں پائیں۔ وہ بولتے فقط اللہ کی توصیف کرنے کیلئے۔ وہ خاموش اس لئے رہتے ہیں تاکہ اُس کی صدا کو سنیں، اُس کے محبت بھرے الفاظ کو سُنیں۔ الغرض اُن کا وجود، اُن کا مال، اُن کی صحت، اُنکا وقت اور اُن کی قوتیں سب اُسی کے لئے ہیں جو سب کا ربِ جلیل ہے۔

Marfat.com

حضرت شاہ محمد عزن رحمۃ اللہ علیہ یہ بھی بخوبی جانتے تھے کہ اگر صرف ایک شمع جلتی ہے، تو اُس کی روشنی تھوڑی دیر میں ختم ہو جاتی ہے، لیکن اگر آپ اُسی شمع سے دوسری شمعیں بھی جلانا شروع کر دیں، تو تاریکی غائب ہو جائے گی۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ اس بات سے بھی اچھی طرح آگاہ تھے کہ روشنی آپ کے اپنے گھر سے شروع ہونی چاہیئے۔ یہی وجہ ہے کہ آپ اپنے بچوں کی تربیت اور نظم و ضبط کے معاملے میں خبردار رہتے تھے۔ آپ کو تو پہلے سے ہی بتایا جا چکا تھا کہ آپ کے بچوں کی نسبت بھی راہِ سلوک سے ہوگی اور وہ میدانِ حقیقت کے شہسوار ہوں گے۔ یہی وجہ ہے کہ آپ کو اپنے ننھے پودوں کا بطورِ خاص خیال رکھنا تھا، تاکہ وہ بڑھ کر مضبوط اور تناور درخت بنیں۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کی رفیقۂ حیات تو جوانی ہی میں آپ کو تنہا چھوڑ کر داغِ مفارقت دے گئیں تھیں، اور چھوٹے بچوں کی ذمہ داری والد کے کندھوں پر آن پڑی تھی۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے دوبارہ شادی نہیں کی۔ آپ فرمایا کرتے تھے کہ:

"شادی صرف نفس کی خاطر نہیں ہوتی، بلکہ یہ ایک مقدس فرض بھی ہے، یعنی اپنی اولاد کے متعلق جو فرض اُس پر عائد ہوتا ہے اُسے ادا کرے۔ جو اپنی اولاد کا حق ادا نہیں کرتا، دیکھ بھال نہیں کرتا، اُن کی تربیت نہیں کرتا، مجھے وہ ہرگز پسند نہیں۔"

آپ رحمۃ اللہ علیہ دراصل اُس کی اتباع کر رہے تھے جو اسلام نے مومنین کو واضح طور سے دِکھا دیا تھا، یعنی اگر کوئی حلقۂ انسانیت میں داخل ہونا چاہتا ہے تو ہر ایک کے جو حُقوق ہیں اُن سب کو پُورا کرنا ہوگا۔ ایک بار الولید بن نُمیر بن اوس نے فرمایا کہ: "میں نے اپنے والد، نمیر بن اوس کو یہ کہتے سُنا کہ زُہد کی طرف رغبت اللہ کی دَین ہے، لیکن آداب سکھانا والدین کی ذمہ داری ہے۔"

Marfat.com

ایک حدیث میں سیدنا نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ اُن کے والد انہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں لے گئے اور عرض کیا: ''اے اللہ کے رسول! میری آپ سے درخواست ہے کہ آپ اِس بات کے گواہ رہیئے کہ میں نے نعمان کو اپنی دولت سے اتنا مال تحفے میں دیا ہے۔'' اس پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ: ''کیا آپ نے اپنے تمام بچوں کو بھی اتنا دیا ہے؟'' انہوں نے عرض کیا: ''نہیں۔'' اِس پر رسولِ پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''پھر میرے علاوہ کسی دوسرے کو اس پر گواہ بنایئے۔'' آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پھر مزید فرمایا: ''کیا آپ کو اس سے خوشی نہ ہوگی اگر وہ سب آپ سے یکساں طور پر مہربانہ سلوک کریں؟'' انہوں نے عرض کیا: ''جی ہاں، مجھے ایسے ہی پسند ہے۔'' تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''تو پھر کیا یہ مناسب ہے کہ آپ ایک کو دیں اور دوسرے کو محروم رکھیں۔'' یہ تھا پیغام، یعنی اپنے بچوں کے معاملات میں انصاف کیجئے۔ یہ بات ''نوٹ'' کرنے کے قابل ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کبھی بیٹوں کو بیٹیوں پر ترجیح نہیں دی، بلکہ فرماتے تھے: ''اگر آپ بچوں سے اچھے برتاؤ کی توقع رکھتے ہیں، تو پھر والد کی حیثیت سے آپکو پہلے اچھا برتاؤ اُنکو فراہم کرنا چاہیئے، صرف اُسی صورت میں والدین کو وہ اپنے بچوں سے بدلے میں ملتا ہے۔

ایک بار سیدنا ابنِ عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ: ''اللہ نے کئی لوگوں کو ''ابرار'' (پرہیزگار، سچا) کہا ہے، کیونکہ انہوں نے اپنے والدین اور بچوں سے مہربانہ سلوک کیا ہے۔ جس طرح ایک باپ کو اپنے بچے پر حق ہے، بالکل اُسی طرح اُس کے بچوں کا بھی اس پر حق ہے۔''

بصیرت و حکمت کے یہ الفاظ آج کے دور میں غائب ہیں۔ والدین کو احساس ہی نہیں کہ وہ اپنے بچوں کے ساتھ کیا کر رہے ہیں۔ اکثر والدین اپنے بچوں کی دنیاوی تعلیم کا

Marfat.com

منصوبہ تو بناتے ہیں لیکن بچّوں کو دینی علم دلوانے پر کوئی منصوبہ نہیں۔ ہو سکتا ہے کہ کچھ لوگ بچّوں کو قرآن سیکھانے کے لئے قاری کا انتظام کرتے ہوں، لیکن اُس کے علاوہ کوئی کوشش نہیں۔

اسلام ایک ضابطۂ حیات ہے، یہ صرف نمازِ جمعہ ہی نہیں جس کے بعد پورے ہفتے کوئی اسلام والا معاملہ نہیں۔ اسلام تو دراصل اُس وقت سے شروع ہوتا ہے جب آدمی صبح آنکھیں کھولتا ہے، اور رات کو آنکھیں بند کرتے وقت تک جاری رہتا ہے۔ ہر ایک عمل جو آپ کرتے ہیں اس میں اسلام کی ہدایت کی ضرورت ہے۔ کوئی بھی والدین آخر یہ کیسے سوچ سکتے ہیں کہ بچے کو محض قرآن سیکھانے اور نماز پڑھانے سے وہ اس کو فتنۂ آخرِ زمان سے بچا سکتے ہیں۔ یہ محض ایک خام خیالی ہے اُن کے ذہن کی، جو کبھی درست نہیں ہو سکتی۔ طوفانِ آخر کا طغیان اُن لوگوں کے لئے ہلاکت خیز ہے جو اس سے بے خبر ہیں، جو خود کو اور اپنے بچّوں کو بچانے کے لئے کچھ کرنے کی فکر نہیں کرتے۔ طوفانِ آخر کی موجیں ابھی اُبھرنی شروع ہو چکی ہیں، لیکن اُس سے بننے والا کامل طوفان آپ کے بچّوں اور بچّوں کے بچّوں کے وقتوں میں آئے گا۔ اگر آپ اپنے بچّوں کو اس کے لئے تیار کرتے ہیں، انہیں اسلام کی صحیح تعلیم دیں گے، انہیں اس کے قوانین اور ضابطوں کی پابندی کرائیں گے، انہیں راہِ سلوک، یعنی روحانیت کی صورت دکھائیں گے اور اُن کے دلوں میں اللہ اور رسول اللہ ﷺ کی محبت بٹھائیں گے، تو تب ہی آپ اپنی آئندہ نسل کی بقاء کی اُمید رکھ سکتے ہیں۔ طوفانِ آخر وہ تباہ کن طوفان ہے جس میں اُن نام نہاد مسلمانوں کے ایمان بہہ جائیں گے۔ ہر کمزور ایمان، ایمان نہ ہونے کے برابر ہوگا۔ آخرِ زمان کی رنگا رنگی اتنی شدید اور

Marfat.com

چکا چوند ہو گی کہ وہ آسانی سے آدمی کو اندھا بنا دے گی، خاص طور سے جوان آنکھ کو جو اتنی نہ سمجھ اور فوری متاثر ہونے والی ہوتی ہیں۔ اسی لئے آپ کو بڑوں کی مثال پہ چلنا چاہیئے اور اپنے بچوّں پہ اضافی توجہ دینی چاہیئے اور انہیں اُن کے مستقبل کے لئے تیار کرنا چاہیئے۔ وہ آپ کا سرمایہ ہیں۔ وہ اللہ کی امانت ہیں جو آپ کے سُپرد ہیں۔ اُن کا تعلق اُمّتِ محمّدی سے ہے اس لئے اضافی محبت بھری توجہ دیں بیشک اس کیلئے آپ کو انعامات سے نوازا جائیگا، نہ صرف اس دُنیا کے انعامات بلکہ آخرت کے انعامات سے بھی۔

جس طرح آپ کے مرشد کے پیارے والد نے تربیت کے اثر کو ثابت کر دیکھایا نہ فقط اپنے بیٹوں کے ذریعے، بلکہ اُن ہزاروں عارفی، نوریوں کے ذریعے سے جنہوں نے اپنے مرشد کا عکس اپنایا ہے۔

حضرت شاہ محمد افضل رحمۃ اللہ علیہ اپنے والدِ گرامی کے بارے میں فرماتے ہیں کہ: "چونکہ والدِ بزرگوار ٹُورِنگ آفیسر تھے، زیادہ وقت دَورے میں گزارتے تھے، نوکر چاکر رکھے تھے۔ بچوّں کے تمام فرائض اُن کے سپرد تھے اور بچوّں کی دیکھ بھال اس حد تک کی کہ ہر بچّے کو اپنے ماسٹر سے لکھوا کر روزانہ لانا پڑتا تھا کہ اُس نے گھر کا کام کیا ہے اور جس جگہ اُن کی تقرری (پوسٹنگ) ہوتی، وہاں ہدایت کر دیتے کہ: "میرے بچوّں کو کوئی ماسٹر نہ مارے"۔ سرکلر جاری ہو جاتا۔ ماسٹر صرف سزا تجویز کرتے تھے اور وہ اُسی کے مطابق آکر سزا دیتے تھے۔ اُن کا کہنا تھا کہ بچوّں پر ایک شخصیت کا کنٹرول ہونا چاہیئے ورنہ اُن کی شخصیت منقسم ہو جاتی ہے یہ دوغلہ پن نہیں ہونا چاہیئے۔ کمانڈ ایک آدمی کی ہونی چاہیئے۔"

مذکورہ بالا میں یہ پیغام مضمر ہے کہ: "اپنے بچے پر کڑی نظر رکھیں کہ وہ کیا کر رہا ہے

Marfat.com

ہے اور پھر اس کی زندگی میں نظم وضبط لائیں۔ حالانکہ والد ہر وقت موجود نہیں تھے، لیکن اُن کا رُعب اور اُن کی ہدایت کسی بھی بچے کو مضبوط بنیادیں فراہم کرنے کے لئے ہر وقت موجود رہتی تھیں۔"

حضرت شاہ محمد افضل رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے والدِ محترم سے کافی چیزیں اَخذ کی ہیں۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے اُن کا نظم وضبط اپنایا، اُن کا رُعب اور بے خوفی اپنائی، اور اولیاءِ کرام، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور اللہ تعالیٰ کی محبت اپنائی۔ تو کیا آپ کو بھی حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی اتباع نہیں کرنی چاہیئے؟ آپ رحمۃ اللہ علیہ کے والد ایک سہروردی، قادری بزرگ تھے اور غوثِ پاک رحمۃ اللہ علیہ سے اُن کی نسبت بڑی مضبوط تھی۔ یہ ہی وجہ ہے کہ آپ رحمۃ اللہ علیہ پورے ۱۱ دن بستر پر رہے اور ۱۱ ہی دن حالاتِ استغراق میں رہے اور ٹھیک گیارہویں روز آپ دنیا سے پردہ فرما کر اپنے محبوب سے ملنے چلے گئے۔ گیارہویں دن جب آپ استغراق سے نکل آئے تو آپ نے اپنے تمام بچوں کی طرف دیکھا اور پھر آسمان کی طرف نگاہ اُٹھا کر فرمایا: "میں کتنا خوش نصیب ہوں کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے اطاعت گزار اولاد عطا کی ہے، کسی کا ایک ولی ہوتا ہے، کسی کے دو ولی ہوتے ہیں، اللہ تعالیٰ نے میری ساری اولاد کو ولیانِ کامل بنا دیا ہے۔"

اے اُمتِ محمدی! اللہ کے ولی ہمیشہ دنیا پر ایسا اثر چھوڑتے ہیں کہ جس سے انہیں اور اُن کے کارناموں کو کبھی بھلایا نہیں جاسکتا۔ حضرت شاہ محمد غزن رحمۃ اللہ علیہ ایک ایسے ہی ولی تھے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ سلسلۂ عارفیہ، نوریہ کے شجر ہیں، وہ درخت جو دنیا کی آخری سانس تک ہرا بھرا اور پھلدار رہے گا۔

اللہ تعالیٰ اُن کے (درجات) اور ہمارے مرشدین کے درجات اور بُلند

Marfat.com

فرمائے اور ہم سب کو فنا فی المرشد بنائے۔

آمین

(ثم آمین)

Marfat.com

۹ مارچ ۲۰۱۲ء

(۲۱۵)

گیارہویں شریف

شروع اللہ کے بابرکت نام سے جس کی پاکی بے شمار پاک زبانیں بیان کرتی ہیں، اور جس کی حمد پاک دلوں کے لئے قوت کا باعث ہے۔ جو بڑی شان والا اور جلال و عظمت والا ہے، اور جو تمام دلوں کے بھیدوں کا جاننے والا ہے۔

درود و سلام اُس معصوم دل پر، اور اُن جھکی ہوئی نگاہوں پر، جو ادب کی قدر و قیمت سے آشنا ہیں، اور جو تمام تخلیقات میں سے سب سے زیادہ باادب ہیں۔

ھو

سلام، رحمت اور برکتیں آپ سب کے لئے اور آپ کے پیاروں کیلئے۔ سلامتی ہو اُن سب کے لئے جن کے دل کشتیِ نورِ نبی میں سوار ہونے کے لئے تڑپتے ہیں۔ بیشک صرف سچے دل ہی اُس میں جگہ پائیں گے۔

بنی آدم میں یہ رُجحان پایا جاتا ہے کہ وہ اپنے فوری فائدے کو دیکھتے ہیں۔ اُن کے ذہن بہت کم اپنے طویل المدّتی فوائد یا انعامات کی طرف جاتے ہیں۔ یہ اُس شخص کی مثال ہے جو ایک دور دراز کے سفر پر نکلا ہے، لیکن بجائے اس پورے سفر کے لئے ایک جامع منصوبہ بنانے کے، وہ روزانہ کے حساب سے آگے بڑھتے ہیں۔ ہر روز وہ ایک نئے راستے پر چلتے ہیں، اور جب وہاں پہنچ کر انہیں احساس ہوتا ہے کہ یہ راستہ تو انہیں اُن کی منزل کی

Marfat.com

طرف نہیں لے جارہا ہے، تو پھر وہ واپس لوٹ جاتے ہیں۔ ذرا اس سفر کے دوران ضائع ہونے والے وقت اور قوت کا تو اندازہ لگائیے۔ ہو سکتا ہے کہ وہ محض دائروں میں گھوم رہے ہوں، کہیں نہ پہنچتے ہوں۔ یہ ہے وہ طریقہ جس کے مطابق زمان کے خاتمے کے لوگ اپنی زندگیاں گزار رہے ہیں۔ اُن کی آنکھیں، جو حرص اور طمع سے ڈھکی ہوئی ہیں، وہ طوفانِ آخر کی دھیرے دھیرے اُبھرتی موجوں کو نہیں دیکھ پا رہی ہیں، اُن کے بند کان طوفان کے خطرے والی آوازوں کو نہیں سن پا رہے ہیں۔ جب کوئی شخص بہرا اور اندھا ہو، تو پھر آپ اُسے کیسے قصوروار بنا سکتے ہیں کہ وہ کیوں اُن نشانیوں کو دیکھ نہیں سکتا ہے جو اتنی واضح اور صاف ہیں۔

اگر کوئی شترمُرغ اپنا سر ریت میں ڈالے تو کیا وہ خود کو اُس خطرے سے بچا سکے گا جو اُس کے سر پر منڈلا رہا ہے؟ یہی وجہ ہے کہ وہ سب لوگ جو یہ سمجھتے ہیں کہ وقت کے خاتمے کی بات غیر ضروری ہے، یا ابھی وہ وقت دُور ہے جب دُنیا دجّال کی آمد کو دیکھے گی، تو ایسے لوگ بس احمقوں کی جنت میں رہتے ہیں۔ اگر آپ اپنی آنکھیں بند کر سکتے ہیں: "سب کچھ اچھا ہے"، تو یہ آپ کو یقیناً اُن کالے بادلوں کی گھن گھرج سے نہیں بچا سکتا جو آپ کے اوپر پھیلے ہوئے ہیں اور جنہوں نے دجّالی فتنے کی بارشیں برسانا شروع کر دی ہیں۔

ہم یہ بات بار بار کہہ رہے ہیں، اور اسے دوبارہ دہرا رہے ہیں، کہ جو بھی کشتی نورِ نبی پر نہیں ہوگا، وہ ایک تنکہ بے بس کی طرح ہوگا ہلاکت خیز طوفان کے آگے۔ اگر آپ میں سے کسی کو یہ گمان ہے کہ اس کے پاس اتنی دفاعی قوت ہے کہ وہ خود کو طوفانِ آخر کی ہولناکیوں سے بچا سکتا ہے، تو یہ محض اُس کی خام خیالی ہے۔ اس طرح سوچنا اُس کی جہالت ہے۔ آپ

Marfat.com

ایسے سمندر میں اکیلے کس طرح تیر سکتے ہیں جس کی موجیں آسمان کو چھو رہی ہوں اور جس کے بھنور ایسے خوفناک ہیں کہ دنیا نے پہلے ایسے کبھی نہیں دیکھے ہیں۔ ایسے حالات میں آپ سب کو ایک مضبوط سہارے کی ضرورت ہے جو آپ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی کشتی میں سوار کرا سکے، وہ کشتی جو فقط سچے دلوں کے لئے ہے، وہ کشتی جس نے اس وقت سے اپنا سفر شروع کیا تھا جب سلسلۂ نظامیہ نوریہ نے اپنے سفر کا آغاز کیا تھا، اور اس سفر کو وقت کے خاتمہ تک جاری رکھے گا، یعنی جب زمین اپنی آخری سانس لے گی۔

اس کشتی نے اپنے بادبان کھول دیئے ہیں اور اپنے سفر کا آغاز ہند سے کر دیا ہے، یعنی حضرت نظام الدین اولیاء رحمۃ اللہ علیہ کے دربار سے، اور چند سالوں میں اس کی سمت ہند سے مدینہ کی طرف ہو جائیگی۔ اور بے شک یہ وہ وقت ہوگا جب دنیا کو یہ احساس ہوگا کہ حرم شریف ہی سب سے زیادہ محفوظ جگہ ہوگی، وہ واحد جگہ جہاں کشتی نورِ نبی کے تمام سواریوں کو دجالی فتنے سے امان ملے گی۔ کشتیءِ نورِ نبی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی کشتی ہے، آپکے اہلِ بیت کی، اور تمام اولیاء اللہ کی جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے رہنمائی لیتے ہیں۔ جو کوئی بھی اس کشتی میں سوار ہونا چاہتا ہے، اُسے چاہیئے کہ وہ اِن پاک نفوس کا ہاتھ مضبوطی سے تھامے۔ ایک بار جو آپ اِس کشتی میں داخل ہوں گے تو آپ دیکھیں گے کہ اس میں کئی خوبصورت رنگ ہیں۔ اِس میں مستی اور جذب کے رنگ ہیں، بے خودی اور تڑپ کے رنگ ہیں، روحانیت اور فنائیت کے رنگ ہیں۔ یہ رنگ اللہ کے عاشقوں کے رنگ ہیں، اس کے محبوبین کے دلوں کے رنگ ہیں۔

اور ان تمام رنگوں میں ایک ممتاز رنگ ہے جو باقی تمام رنگوں سے نمایاں ہے۔ تو پھر ہم اُس دل کے بارے میں بات کیوں نہ کریں جس میں یہ رنگ نمایاں ہے، وہ دل جو اتنا قیمتی اور

Marfat.com

انمول ہے کہ اس کی مثال آپ کو مشکل سے کہیں اور نظر آئے۔ یہ ایک جلالی اور ساتھ ہی ایک جمالی دل ہے، ایک دل جس میں محبت کا شدید درد پنہاں ہے، لیکن پھر بھی ایک ایسا دل ہے کہ جو دوسروں کے زخموں پر مرہم رکھتا ہے، ایک ایسا دل جو کہتا ہے:

ے قبلہ حاجات دل کوئے خرابات ما
وقت مناجات دل محی بر آں در روم

(ہماری تمام حاجات کا کعبہ و قبلہ ہمارے میخانے کا کوچہ ہی ہے۔ یہ اُسی اللہ کا دَر ہے، اے محی الدین (میں تو اپنے دل میں مناجاتِ قلبی کے لئے اُسی در کی جانب جا رہا ہوں۔)

ے سینہ بسے تنگ است و دل از غیر می دارم تہی
مہمانِ غم آمد مرا دَر جان سرا می روم

(میرے سینے میں زیادہ گنجائش نہیں ہے اس لئے اس میں محبوب کے علاوہ کسی دوسرے کے لئے جگہ نہیں ہے۔ میرے ہاں تو مہمانِ غم آیا ہوا ہے، اور اس کو میں اپنی جان کی سرائی میں ٹھہرانا چاہتا ہوں۔)

یہ الفاظ حضرت غوث الاعظم، محبوبِ سبحانی، قطبِ ربّانی، غوث الثقلین، حضرت محی الدین شیخ عبد القادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کے قلبِ اطہر سے نکلنے والے الفاظ ہیں۔ یہ متقی امام الاولیاء، ایران کے قصبے جیلان میں پیدا ہوئے، جو بغداد سے ۳۰۰ میل کے فاصلے پر ہے۔ آپ کے والد سیّد ابو الصالح موسیٰ اور والدہ محترمہ اُمّ ِ خیر فاطمہ تھیں۔ آپ کے دادا سیّد عبد اللہ سمائی ایک کامل بزرگ تھے، اور اسی طرح آپ کے والد بھی ایک صاحبِ کشف بزرگ تھے۔

Marfat.com

حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کے والد کا انتقال اس وقت ہوا جب آپ ابھی کم عمر تھے، اس لئے اس کم عمر والے کے وارث آپ کے دادا سید عبداللہ بن گئے۔ یہ دور سلجوقی سلطان معزالدین عبدالفتح کا دور تھا، جو عرفان کی ایک خوشحال سلطنت کا سلطان تھا۔

حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ نے کم عمری میں ہی حفظِ قرآن کر لیا تھا اور آپ نے اپنے نانا کی لائبریری سے فارسی کی کئی اہم کتابیں بھی پڑھ ڈالی تھیں۔ لیکن قصبۂ جیلان آپ کی عربی اور دیگر دینی علوم کی پیاس کو نہ بجھا سکی، یہی وجہ ہے کہ آپ کی والدہ نے آپ کو بغداد جانے کی اجازت دے دی۔

حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ ایک قافلے کے ہمراہ بغداد کے لئے روانہ ہوئے۔ یہ سال ۴۸۸ھ ہجری تھا۔ آپ نے وہاں علماء اور مشائخ سے علم حاصل کیا، جو خود بھی علم و حکمت کے آسمان کے روشن ستارے تھے۔ آپ کے ایک شیخ، ابو سعید المبارک المخزومی تھے جن کا مدرسہ محلہ باب الازج میں تھا۔ انہوں نے اس مدرسے کی نگرانی حضرت غوثِ پاک رحمۃ اللہ علیہ کے سپرد کر دی۔ مزید آٹھ (۸) سالوں تک حضرت غوثِ پاک رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی تعلیم کا سلسلہ مدرسہ جامعہ نظامیہ میں جاری رکھا، جس کے بعد آپ نے درس و تدریس اور وعظ و نصیحت کا سلسلہ شروع کیا۔

حضرت غوثِ اعظم رحمۃ اللہ علیہ کا مقام کیا تھا، اُس کو بدقسمتی سے انسانی قلم بیان کرنے سے قاصر ہے۔ اور نہ ہی اُسے آج کے زمانے کے لوگ سمجھ پائیں گے۔ غوث کون ہوتے ہیں؟ آپ کو معلوم ہونا چاہیئے کہ ظاہری نظام کی طرح اللہ نے ایک باطنی نظام بھی بنایا ہے جو صرف اُن لوگوں کے لئے کھلا ہوا ہے جو اُس نظام کے کارندے ہیں۔ اِس

Marfat.com

باطنی نظام میں کچھ مردانِ غیب ہیں جو قطب، اوتاد، ابدال، مجذوب، نجبہ اور غوث ہیں۔

یہ وہ لوگ ہیں جو اس نظام کو چلاتے ہیں اور یہ ہی لوگ اللہ کے اَمر کو نافذ کرتے ہیں۔ اور وہ اپنے اپنے مقام کے مطابق اللہ سے اپنے اپنے امر کو نافذ کرنے کی التجا کرتے ہیں کبھی کبھی اُن کے اختیارات اتنے بڑھ جاتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ بھی اُن کی مرضی کیخلاف کچھ نہیں کرتا۔

اُن کی مرضی اللہ کی مرضی ہے اور اُن کی ذات اللہ کا مظہر ہے۔ اقطاب میں قطبِ مدار اور غوث بھی ہیں۔ جو شخص غوث الاعظم ہیں، وہ اِسرارِ حق تعالیٰ کے مظہرِ کُلّی ہیں۔ جسمِ غوث باقی تمام جسموں سے لطیف تر ہے، اور صرف کسی غوث کی دُعا سے ہی کوئی دوسرے ولی غوث کا مقام حاصل کر سکتے ہیں۔ غوث الاعظم تہہِ زمین سے لے کر عرش تک تصرّف رکھتے ہیں۔ اور یہ ہر وقت اللہ کی صفات کی تجلّی میں ہوتے ہیں۔ اِن کی پہنچ تمام مخلوقات پر چھ جہت سے ہے اور یہ مقامِ جبروت والے ہیں۔

(مخلوق پر چھ سمتوں میں تصرّف رکھتا ہے اور مقامِ جبروت میں رہتے)

یہ فرشتوں کو اُن کے کاموں سے روک سکتے ہیں اور لوحِ محفوظ کی ترتیب بدل سکتے ہیں۔ مردہ کو زندہ کرنا، عرش و کرسی تک کی تمام مخلوقات کا تمام کام اُن کے تصرّف میں ہیں۔

حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ نوراللہ بغداد شریف میں غوث الاعظم (قطبِ مدار) تھے۔ شیخ امام قرشی حنبلی روایت کرتے ہیں کہ: ”میں نے اپنے والد کو یہ فرماتے سُنا کہ انہوں نے حج پر جانے کا منصوبہ بنایا تھا۔ چنانچہ وہ اپنے مشائخ سے ملنے بغداد چلے گئے۔ پھر انہوں نے اپنے شیخ حضرت عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کے ہاں حاضری دی۔

Marfat.com

اُس دن تمام مشہور مشائخ وہاں موجود تھے۔ میرے والد نے حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کو یہ فرماتے سنا کہ: "میرا یہ قدم ہر ولی کی گردن پر ہے۔" جب مشائخ نے یہ سُنا تو انہوں نے اپنے سر جُھکائے۔ شیخ امام حنبلی کے والد نے بھی اپنا سر اتنا جُھکایا کہ وہ زمین سے مَس ہوا۔

جب دوسرے لوگ چلے گئے تو ایک اور ولی، شیخ ابوالکرام نے فرمایا کہ: "اس زمین پر آج کوئی ایسا ولی نہیں ہے جس نے اپنی گردن نہ جھکائی ہو، سوائے ایک شخص کے جو اصبہان میں ہے، اور اللہ نے اسی وجہ سے اُس کا مرتبہ کم کر دیا ہے۔" شیخ عبدالقاسم بطاہی حدادی نے فرمایا ہے کہ: "۵۰۹ ہجری میں، مَیں لبنان کے پہاڑوں میں صالحین سے ملنے گیا۔ وہاں میری ملاقات شبلی جبالی نام کے ایک مردِ صالح سے ہوئی، جن سے میں نے پوچھا: "اے میرے سردار، آپ کتنے سالوں سے یہاں رہ رہے ہیں؟" انہوں نے جواب دیا: "ساٹھ (۶۰) سالوں سے۔" پھر میں نے پوچھا: "آپ نے کتنے عجائبات دیکھے؟" انہوں نے کہا: "سال ۵۵۹ ہجری، ایک چاندنی رات کو میں نے دیکھا کہ پہاڑوں کے لوگ یہاں جمع ہوئے اور صفیں بنا کر عراق کی جانب پرواز کر گئے۔" میں نے اپنے دوستوں میں سے ایک سے پُوچھا: "آپ لوگ کہاں جا رہے ہیں؟" اُس نے کہا: "ہمیں حضرت خضر علیہ السلام نے حکم دیا ہے کہ ہم بغداد، قطب صاحب کے ہاں جائیں۔" میں نے پوچھا کہ: "یہ قطب کون ہیں؟" فرمایا: "شیخ عبدالقادر جیلانی ہیں۔" اس پر میں نے کہا کہ: "میں بھی آپ کے ساتھ چلوں گا۔" تو ہم نے پرواز کی اور تھوڑی ہی دیر میں ہم بغداد پہنچ گئے۔ وہاں ہم نے تمام اکابر اولیاء کو دیکھا جو کہہ رہے تھے: "اے ہمارے سردار!" اور جو کچھ غوث الاعظم فرما رہے تھے وہ اُس کی تعمیل کر رہے تھے۔ پھر تمام ولیوں کو چلے جانے کے لئے کہا گیا اور وہ

Marfat.com

سب اپنے اپنے مقامات کی طرف پرواز کر گئے۔ جب میں پہاڑوں میں پہنچا تو میں نے اپنے دوست سے پوچھا: "میں نے اس سے پہلے ایسی رات کبھی نہیں دیکھی جس میں آپ نے اِس ولی کی اتنی تعظیم کی اور اُن کو اتنی توجہ سے سُنا۔ اُن کا جواب تھا: "کیوں نہ ہم یہ کریں۔ آج انہوں نے فرمایا: "میرا یہ قدم تمام ولی اللہ کی گردن پر ہے" اور ہم سے کہا گیا تھا کہ ہم اُن کی تعظیم اور اطاعت کریں"۔ یہ بھی کہا گیا کہ: جس دن سے حضرت غوث الاعظم رحمۃ اللہ علیہ نے یہ فرمایا تھا تمام اولیاء، ابدال، اوتاد آپ کی خدمت میں حاضر ہوتے اور اپنا سلام اس خطاب کے ساتھ پیش کرتے:

"اسلام علیکم اے مالک الزّماں! اے امام المکاں! اے قاسم بی أمر اللہ! اے وارث کتابِ اللہ! اے نائبِ رسول، اے وہ جس کا مائدہ آسمان و زمین پر ہے۔ اے وہ کہ اُس وقت میں تمام اولیاء اس کی عیال ہیں! اے وہ جس کی دُعا سے بارش ہوتی ہے! اے وہ کہ اُسی کی برکات سے جانور دودھ دیتے ہیں (رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ)"۔

ایکبار حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ سے پوچھا گیا کہ: "آپ کو کب یہ معلوم ہوا کہ آپ ولی اللہ ہیں؟" آپ نے جواب دیا: "جب میں ۱۰ سال کا تھا اور اپنے گھر سے نکل کر مکتب جاتا، تو میرے مکتب کے اُستاد میرے ہم مکتب سے کہتے: "ولی اللہ کیلئے جگہ بناؤ"۔

"پھر ایک شخص ہمارے پاس آیا، اُس نے فرشتوں سے اُس دن سنا کہ وہ کہتے تھے کہ اُس لڑکے کی عنقریب شانِ عظیم ہوگی! یہ دیا جائے گا اور روکا نہیں جائے گا۔ پھر میں نے اس شخص کو ۴۰ سال کے بعد پہچانا کہ وہ اُس وقت کا ابدال تھا۔ میں اُس وقت اپنے گھر میں بچہ تھا۔ جب میں بچوں کے ساتھ کھیلنے کا ارادہ کرتا، تو ایک کہنے والا کہتا' اے مبارک

Marfat.com

کدھر جاتے ہو؟ تب میں ڈر کر ماں کی گود میں چھپ جاتا۔ جب جوانی کے دنوں میں سفر کرتا تو ایک کہنے والا کہتا: "اے ابدال قادر تم کو میں نے اپنے لئے پسند کیا"۔ مجاہدے کے دنوں میں مجھے اونگھ آتی تو سنا کرتا کہ "اے ابدال قادر، تم کو میں نے سونے کیلئے نہیں پیدا کیا۔ بے شک ہم تمہارے اُس وقت دوست تھے کہ تم کچھ شے نہ تھے۔ تو جب تم شے ہوئے تو ہم سے غافل نہ ہونا"۔

روایت ہے کہ حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ اپنے مریدوں سے فرماتے کہ: "عراق میرے حوالے کر دیا گیا ہے"۔ پھر کچھ دیر بعد آپ نے فرمایا: "پہلے میں نے کہا تھا کہ عراق میرے حوالے کر دیا گیا ہے، لیکن اب اس زمین کی تمام چیزیں مشرق سے مغرب تک، اُس کے میدان، اُس کی آبادیاں، اُس کے جنگل، اُس کے سمندر، اُس کی نرم زمین، اس کے پہاڑی علاقے، یہ سب مجھے دے دیئے گئے ہیں"۔

ایک مرتبہ سال ۵۵۳ھ ہجری میں حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ: "میں نے سال ۵۲۱ھ ہجری میں، ۱۶ شوال کو منگل کے دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ظہر سے پہلے دیکھا اور انہوں نے مجھ سے فرمایا: "اے میرے بیٹے! تم بولتے کیوں نہیں؟" میں نے عرض کیا: "ابا جان! میں عجمی ہوں، میں بغداد کے فصیح عربی بولنے والوں کے سامنے کس طرح بول سکتا ہوں؟" اِس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "اپنا منہ کھولو"۔ میں نے منہ کھولا، اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے لبِ مبارک ۷ مرتبہ اُس پر رکھے، پھر فرمایا: "لوگوں کے آگے وعظ کریں اور انہیں حکمت اور نصیحت کے ساتھ اپنے رب کی طرف بلائیں"۔ تو میں نے ظہر کی نماز پڑھی۔ بہت سارے لوگ اس دوران میرے پاس آتے اور شور

Marfat.com

مچانے لگے۔ تب میں نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو مجلس میں اپنے سامنے کھڑے ہوئے دیکھا۔ انہوں نے فرمایا: "اے میرے بیٹے! تم بول کیوں نہیں رہے ہو؟" میں نے عرض کیا: "اے اباجان، یہ لوگ مجھ پر چیخ رہے ہیں۔" اس پر حضرت علی کرم اللہ وجہہ میری طرف بڑھے اور میرے لبوں کو ۶ مرتبہ چھوا اور پھر غائب ہو گئے، اور میں نے یہ الفاظ بولنے شروع کئے: "فکر کا غوطہ لگانے والا، دل کے سمندر میں معارف کے موتیوں کے لئے غوطہ لگاتا ہے تب وہ اُن کو سینے کے کنارے کی طرف نکال لاتا ہے۔"

یہ وہ پہلے الفاظ تھے جو لوگوں نے اُن سے سُنے کہا جاتا ہے کہ ایک بار کسی بزرگ نے کچھ جنّات کو ایک عمل کے ذریعے بلایا، لیکن وہ معمول کے خلاف ذرا دیر سے پہنچے۔ پھر وہ آئے اور عرض کیا کہ: "جب شیخ عبدالقادر جیلانی وعظ کر رہے ہوں تو براہِ کرم اس وقت ہمیں نہ بلایئے۔" بزرگ نے پوچھا: "کیوں نہیں؟" انہوں نے جواب دیا: "ہم اُن کی مجلس میں شریک ہوتے ہیں اور ہماری تعداد وہاں موجود لوگوں سے زیادہ ہے۔ ہم میں سے کئی مسلمان ہو چکے ہیں اور اُن کے ہاتھ پر توبہ بھی کی ہے۔"

حضرت ابوحافظ عمر بن حسین نے فرمایا کہ: "ایک بار حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ نے مجھ سے فرمایا: "اے عمر، میری مجلس سے دُور نہ رہو، کیونکہ یہاں خلعتیں تقسیم ہوتی ہیں۔" کچھ عرصے بعد ابوحافظ مجلس میں موجود تھے کہ اُن پر ذرا غنودگی طاری ہوئی اور انہوں نے دیکھا کہ آسمانوں سے سُرخ اور پیلے رنگ کی خلعتیں اہلِ مجلس پر گرنا شروع ہو گئیں۔ میں نے فوراً ہی اپنی آنکھیں کھولیں تاکہ سب کو بتا دوں۔ لیکن حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ نے مجھے آواز دی: "اے بیٹے! خاموش رہیئے کیونکہ خبر مشاہدے کی طرح نہیں

Marfat.com

ہے۔" یہ بھی اُن کی کرامات میں سے ایک کرامت تھی کہ مجلس میں کوئی چاہے کہیں بھی بیٹھا ہو آپ رحمۃ اللہ علیہ کی آواز اُس تک صاف پہنچ جاتی تھی۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کا بیان اُس کے مطابق ہوتا جو اہلِ مجلس کے دلوں میں ہوتا، کیونکہ آپ کو اُن کے دل کے حال کشف کے ذریعے معلوم ہو جایا کرتے تھے۔ جب آپ رحمۃ اللہ علیہ جلال میں آ کر اُٹھ جایا کرتے، تو لوگ بھی آپ کے ساتھ اُٹھ جاتے، اور جب آپ کہتے: "خاموش ہو جائیے۔" تو لوگ اس طرح خاموش ہو جاتے کہ صرف اُن کی سانسیں سنائی دیتی تھیں، اور آپ جو کچھ بھی ارشاد فرماتے لوگ اُسے فراموش نہیں کرتے۔ اور جب آپ رحمۃ اللہ علیہ (مَسنَد) پر بیٹھتے تو مارے ہیبت کے لوگ بے حرکت ہو جایا کرتے تھے۔ پھر آپ رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ: "قال تو جاتا رہا، اب حال سے ہم وعظ کرتے ہیں۔" اس سے لوگوں پر وجد و حال طاری ہو جاتا۔ کبھی کبھی لوگ مجلس میں دوسرے لوگوں کی موجودگی محسوس کرتے تھے جنہیں محسوس تو کیا جا سکتا تھا مگر جو دکھائی نہیں دیتے۔ یہ رجال الغیب تھے۔

اے اُمتِ محمدی! یہ تو غوث الاعظم شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کی رُوحانیت کی ایک جھلک ہے۔ یہ تمام انسانوں کے لئے تقریباً ناممکن ہے کہ وہ آپ رحمۃ اللہ علیہ کے کشف و کرامات کو سمجھ سکیں۔ صرف وہ ہی اس عظیم ولی اللہ کے فیض کو محسوس اور جذب کر سکتے ہیں، جن کے دل اللہ نے کھول رکھے ہیں۔ کشتیِ نورِ نبی کے بادبان کھول دیئے گئے ہیں اور تمام اولیاء اور اللہ کے تمام محبوبین ان لوگوں کو بلا رہے ہیں جو سچے دل کے مالک ہیں اور جو اللہ اور اس کے عاشقین سے سچی محبت کرتے ہیں۔ اللہ اپنے اولیاء سے محبت کرتا ہے، اور وہ اُن سب سے بھی محبت کرتا ہے جو اولیاء کے عاشقین ہیں۔ یہ نوری محفلیں

Marfat.com

وہ مقامات ہیں جہاں اللہ کے اولیاء کا فیض اور کرم تمام اہلِ محفل پر برستے رہتے ہیں۔

آج یہ اللہ کے جیلانی شہزادے کا خوبصورت فیض ہے، جو سلطان الاولیاء، امام الاولیاً ہیں۔ آپ سب کو یہ قادری فیض مبارک ہو۔

یَا شَیْخ عَبْدُ الْقَادِرِ جِیْلَانِی رحمۃ اللہ علیہ شَیْأً لِلّٰہِ اَلْمَدَدُ فِی سَبِیْلِ اللّٰہ

آمین

(ثم آمین)

Marfat.com

۱۶ مارچ ۲۰۱۲ء

(۲۱۶)

حضرت محبوبِ الٰہی رحمۃ اللہ علیہ

شروع اللہ کے بابرکت نام سے جس کا کرم پورے عالم پر محیط ہے، اور جس کی جلالت سارے جہانوں پر حکمران ہے۔ وہ مالک الملک ہے جو پیدا کرنے والا ہے اُن تمام چیزوں کا جو وجود رکھتی ہیں اور جو آئندہ وجود میں آئیں گی۔

درود و سلام نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر، شفیع المذنبین پر، خاتم المرسلین پر۔ بیشک اوّلین و آخرین میں آپ ہی سب سے بہترین ہیں۔

سلام، رحمت اور برکتیں ہوں آپ سب کے لئے اور آپ کے پیاروں کیلئے۔

سلامتی ہو اللہ کی راہ کے سالکین کے لئے۔ اللہ کرے اُن کی جہد اور جستجو کا انعام اُنہیں دونوں جہانوں میں ملے۔

اس دنیا میں ہر انسان ایک سالک ہے۔ کچھ اس دنیا یا اُس دنیا کی خوشیوں کے طلبگار ہیں اور کچھ اُس کے طلبگار ہیں جس نے اس دُنیا کو پیدا فرمایا۔ یہ دونوں اپنی زندگی اپنی خواہشات کے پیچھے بھاگتے گزارتے ہیں، لیکن ان میں چند ہی ایسے ہیں جو اپنی مراد کو پالیتے ہیں۔ دُنیا کے طلبگاروں کے لئے اپنی خواہشات کو پورا کرلینا آسان ہے کیونکہ دنیا کسی کو زیادہ آزماتی نہیں ہے۔ جو نظر آتا ہے، وہ کسی شخص کی ظاہری سطح ہے، یعنی اُس کا ظاہری

Marfat.com

وجود، لیکن جو اس سطح کے نیچے ہے وہ عام طور سے نظروں سے پوشیدہ رہتا ہے۔ ہم نے یہ کیوں کہا کہ دُنیا کا حصُول آسان ہے؟ اس کی وجہ یہ ہے کہ دنیا کے قوانین اتنے سخت نہیں ہیں۔ اُن کی ہر وقت خلاف ورزی کی جا سکتی ہے، اُن میں ترمیم کی جا سکتی ہے، یا اگر دنیا والوں کی منشا ہو تو انہیں مکمل طور سے تبدیل کیا جا سکتا ہے۔

دُنیا کے حصُول کے لئے آپ کو بس ذرا تیز، بے خوف اور اپنی فطرت میں بے رحم بننے کی ضرورت ہے۔ جھوٹ، بد دیانتی اور فریب جیسی نیچی چالیں دنیاوی خواہشات کے لئے چلائی جاتی ہیں۔ اور کوئی بھی آپ کی حرکتوں کے لئے آپ پر الزام نہیں لگا سکتا ہے۔ اگر آپ کے پاس طاقت، شہرت اور دولت ہو۔ آپ کہہ سکتے ہیں کہ پوری دنیا آپ کے قدموں میں ہے۔ لیکن جب آپ دنیا حاصل کر لیتے ہیں، تو اس دُنیا میں آپ کا جو حصّہ ہے وہ اُس وقت تک ہے جب تک آپ زندہ ہیں۔ جوں ہی آنکھیں بند ہوں گی، اس کے ساتھ ہی آپ کی قسمت بند ہو جاتی ہے۔

اَب آیئے دوسرے قسم کے سالکین پر نظر ڈالتے ہیں وہ ذاتِ حقیقی حق کے سالک ہیں۔ جب وہ اس دُنیا میں ہوتے ہیں تو اُن کی حالت نہایت قابلِ رحم ہوتی ہے۔ وہ عالمِ دَرد و تکلیف میں تڑپتے، کانپتے، اور کراہتے رہتے ہیں۔ زندگی انہیں یہی کچھ دیتی ہے۔ دنیاوی زندگی انہیں فراق عطا کرتی ہے، یعنی اپنے محبُوب سے جدائی۔ اسی لئے یہ دنیا اُنکی نظر میں ایک پنجرہ ہے جس نے اُن کے جسموں کو قید کر رکھا ہے، لیکن تاہم اُن کے دلوں کو قید نہیں کیا جا سکتا۔ یہ اُن کے دِل ہیں جو پرواز کرنا جانتے ہیں اور وہ واقعی اُڑتے ہیں تمام زنجیروں کو توڑتے اور سرحدیں عبُور کرتے ہوئے۔ وہ بلند سے بلند تر پرواز کرتے ہیں تمام رکاوٹوں کو توڑتے ہوئے۔ وہ اپنے معشوق کی چوکھٹ پر جا کر اُترتے ہیں اُس کی ایک جھلک دیکھنے کے منتظر۔

Marfat.com

اس دنیا میں اُن کی زبانیں ثنا خوانی میں مصروف رہتی ہیں لیکن اُن کے دل درِ محبوب پر لوٹتے رہتے ہیں، دیدارِ یار کی ایک جھلک دیکھنے کے لئے سخت بے تاب، جلوۂ نورِ کائنات کے لئے نہایت بیقرار۔ سچے طالب جانتے ہیں کہ رُخِ جاناں پر پڑا ہوا پردہ ہٹے گا، لیکن اُس کی کڑی شرط خود کو فنا کرنا ہے اپنے گرد موجود دُنیا کو ختم کرنا ہے تب ہی شاید یہ اُمید ہو کہ انہیں اُن کی مُراد مل جائے۔ یہی وجہ ہے کہ ایسے سالکین، ایسے لوگوں کے ہاتھ تھامے رہتے ہیں جو خود انہیں جیسے ہیں جن کے نفوس اور دِل جل چکے ہیں۔ نفس جلایا جاتا ہے کیوں کہ یہ نفس ہی ہے جو انسان کو دھوکے میں رکھتا ہے، اور دِل جلایا جاتا ہے تاکہ دُنیا کے تمام آثار اس پر سے صاف کیے جائیں۔

اللہ کے یہ محبوبین، جو دوسروں کو عشقِ حق میں جلنا سکھاتے ہیں یہ دوئی میں یقین نہیں رکھتے، کوئی دوئی آخر کیسے ہو سکتی ہے جب ہر سچی شے کے وجود کا ایک ہی سرچشمہ ہے، اور وہ ہے "عشق"۔ جب ان عاشقوں کو "عشق" مل جاتا ہے، تو وہ اپنی اصل کی طرف آتے ہیں بالکل مقناطیس کی طرح جو دھات کے ذرّوں کو اپنی طرف کھینچتا ہے۔ تو تب ہی اگر کوئی دوئی ہوتی ہے تو وہ مٹ جاتی ہے۔ پھر یہ عاشق خود ہی محبت کے مقناطیسی اثر میں آجاتے ہیں۔ وہ خود بھی محبت کے مقناطیس کی طرح حرکت کرنا شروع کرتے ہیں تاکہ دوسرے عاشقوں کو اپنی طرف کھینچنا شروع کر دیں۔

گزشتہ کئی سالوں سے دنیائے محبت یہ جانتی ہے کہ اس زمین پر ایک نہایت طاقتور مقناطیسی کشش دہلی کی جانب سے آرہی ہے جو وہاں (۸۰۰) سال سے موجود ہے اور جس نے بے شمار راہِ محبت والے لوگوں کو سحر زدہ کر دیا ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ دربارِ

Marfat.com

محبوبِ الٰہی صرف ایک زبان جانتا ہے اور وہ زبان، زبانِ محبت ہے، زبان عشق ہے، زبان رقص و مستی اور جذب ہے۔ جو بھی اس دربار کی حاضری دیتا ہے وہ فوراً ہی یہ زبان سیکھتا ہے، اور وہ کیسے نہ سیکھے؟ یہ وہ زبان ہے جس کے سکھانے والے حضرت محبوبِ الٰہی نظام الدین اولیاء رحمۃ اللہ علیہ ہیں، جسے وہ اُن تمام لوگوں کو سکھاتے تھے جو اُن کے قریب آتے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے ایک مرتبہ فرمایا کہ: "اگر محبت کا سُرمہ آنکھوں میں لگایا جائے تو پھر عرش اور فرش کے درمیان کوئی حجاب باقی نہیں رہے گا۔"

ان الفاظ کی آگ نے لوگوں کے دلوں کو اس طرح پگھلایا تھا کہ انہیں صرف جامِ عشق سے ہی دوبارہ زندہ کیا جا سکتا تھا۔ اسی لئے حضرت امیر خسرو رحمۃ اللہ علیہ نے ایک بار کہا تھا: "میرے دل میں ایک ایسا درد ہے جس کی کوئی دوا نہیں۔ طبیب کو میرے اس درد کا علاج نہیں معلوم، اور نہ ہی اُسے اس گہرے زخم کے مرہم کے بارے میں معلوم ہے۔ محبت نے مجھے ختم کر دیا ہے۔ اَے میرے دِل! تو میری سانسوں کی سانس ہے۔ اس بھسم شدہ شے سے آگ بھڑک اُٹھے گی۔"

جب محبت کی آگ "نفس" کو جلانا شروع کرے گی، تو پھر دل اپنے آپ ہی ایک نئے رنگ میں رنگنا شروع کر دیتا ہے۔ یہ محبت اور جود و کرم، نرم جذبات اور احساسات کی لطافت سے چمکنا شروع کر دیتا ہے۔ لیکن ایسے دل کا سب سے بڑا اثاثہ ایک بے بس عاشق کے دُکھ، یاس اور کرب کے احساسات ہیں، ایک ماہی بے آب کے احساسات ہیں، قفس میں بند ایک پنچھی کے احساسات ہیں، اپنے محبوب کی آغوشِ محبت سے دور ایک عاشق کے احساسات ہیں۔ جب یہ کرب بڑھتا ہے، تو تب ہی رگوں کے

Marfat.com

سُر دل میں اُترنا شروع کرتے ہیں ۔ اور پاؤں بے تابی سے گھومنا شروع کرتے ہیں ۔ یعنی قربتِ محبوب کی بے تابی میں، اور چند ہی لمحوں میں یہ گھومتے پاؤں ایک عاشق کے کربناک رقصِ بسمل میں بدل جاتے ہیں۔

یہی وجہ ہے کہ نظامی عاشق حضرت امیر خسرو رحمۃ اللہ علیہ کو کہنا پڑا کہ : "مجھے خبر ملی ہے کہ میرے محبوبوں کے سردار آئیں گے، میرا سر اُس شہسوار کی راہ میں قربان کر دیا جائے گا یعنی محبوب کیلئے ۔ محبت میں اثر انگیزی ہے ۔ آپ اس کو نظر انداز نہ کریں ۔ آپ میرے جنازے میں شریک ہونے نہیں آئیں گے، بلکہ آپ کو میرے مزار پر آنا پڑے گا میں جان بہ لب ہوں آپ اب آجائیں، کیونکہ میں ابھی زندہ ہوں ۔ پھر کیا فائدہ اگر آپ میری موت کے بعد آئیں گے ۔ آپ آبھی گئے اور میرا دل اور ایمان ساتھ لے گئے ۔ آپ اس طریقے سے دو یا تین بار آئے بھی تو اس میں کیا نقصان ۔"

برگزیدہ بزرگ، کاشفِ اسرارِ رحمانی، عالمِ علومِ ربانی، سلطان المشائخ، نظام الحق، سیّد سلطان الاولیاء، نظام الدین محبوبِ الٰہی بن سیّد احمد بن سید علی بخاری، چشتی دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کی طرف سورج کو چراغ دکھانے کی مثال ہے ۔ جیسے کہ حضرت امیر خسرو رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں :

قطبِ عالم نظام ملّت و دین　　کا آفتاب کمال شد رخ او
وز جنید و ز شبلی و معروف　　یادگار است ذاتِ فرخ او

(جناب نظام الدین قطبِ عالم کا رُخِ انور آفتابِ کمال تھا ۔ اُن کی ذاتِ مبارک جنید، شبلی اور معروف کرخی کی ایک بے مثال یادگار تھی ۔ آپکا دریا جیسا دل، کیا ہی دل تھا جو ہر لحظہ و لمحہ عالمِ غیب کے ساقی سے چھلکتے ہوئے پیالے نوش کرتا تھا ۔)

Marfat.com

جب کوئی دل جلنا شروع کرتا ہے تو وہ کبھی رُکتا نہیں۔ کبھی کبھی وہ آنچ بس ایک سُلگتا ہوا چھوٹا انگارہ ہے، لیکن کبھی کبھی یہ ایک بھڑکتی ہوئی آگ ہے۔ اس عشق میں شدّت اللہ عطا کرتا ہے، لیکن اسے روشن شیخ کرتے ہیں کیونکہ اُن کے پاس وہ آگ ہے جو کبھی دھیمی نہیں پڑتی اور نہ کبھی بجھ سکتی ہے۔ یہ تو بس جلتی ہی رہتی ہے، ہر روز ایک نئی شدّت کیساتھ۔ جب یہ آگ مرید کے دل میں جلنا شروع ہوتی ہے تو ابتداء میں اُسے اس کا علم نہیں ہوتا، لیکن جب بے چینی اور بے کلی سے اس کی راتوں کی نیند غائب ہو جاتی ہے، تب اُسے پتہ چل جاتا ہے کہ چیزیں پہلے جیسی نہیں۔ اور اگر وہ مُرید حضرت امیر خسروؒ ہوں اور شیخ (مرشد) حضرت نظام الدین اولیاء رحمۃ اللہ علیہ ہوں، تو پھر یہ اشعار کیوں نہ کہے جائیں:

"جب سلطان المشائخ کی محبت کی آگ کا شعلہ بھڑکتا ہے اور دل کے آئینے کو انوارِ محبت سے روشن کرتا ہے، تو اُس وقت یہ ضعیف (عاشق) بالکل بے طاقت ہو جاتا ہے اور اُس کے جسم کے ہر رونگٹے کے نیچے سے ایک شوق کا نارہ پیدا ہوتا ہے۔ خدا تعالیٰ سے اُمید ہے اس درگاہِ بے نیازی کے عاشقوں کے سردار کے دریائے محبت سے اس بے چارے کے حلق میں ایک ایسا قطرہ ٹپک جائے، اے معشوقوں کے سرتاج! آخر میں بھی تو تیرے کوچے کا گدا ہوں، کیا اس بادشاہِ دین کے جمالِ عشق میں قبر تک رقص کرتا جاؤں"۔

اس چشتی آفتابِ نور کی ولادت بروز بدھ صفر ۶۳۶ھ ہجری (۱۲۳۹ عیسوی) کو ہوئی۔ آپکا نام محمد رکھا گیا، لیکن آپ نظام الدین کے نام سے مشہور ہوئے۔ آپ کی شیر خواری کے زمانے میں آپ کے والد کا انتقال ہوا۔ آپ کی پرورش آپ کی والدہ نے کی جو ایک نہایت پارسا خاتون تھیں۔ حضرت نظام الدین اولیاء رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی زندگی کے ابتدائی سال

Marfat.com

بدایوں میں گزارے۔ آپ وہاں تقریباً ۲۰ برس رہے جس کے دوران آپ نے اپنی ابتدائی تعلیم مکمل کی۔ حضرت شیخ نظام الدین اولیاء رحمۃ اللہ علیہ اور آپ کی والدہ اور ہمشیرہ کو دہلی میں تکلیف دہ غربت کا سامنا کرنا پڑا تھا۔ حضرت محبوب الٰہی رحمۃ اللہ علیہ کو حصولِ علم کے لئے بدایوں سے دہلی منتقل ہونا پڑا، لیکن وہاں آپ کا ہر دن ایک جدوجہد بن گیا۔

اس زمانے میں چند سکوں میں دو روٹیاں مل جاتی تھیں، مگر آپ کے پاس کھانا خریدنے کے لئے ایک سکہ بھی نہیں ہوتا تھا۔ یہ دلیؒ کامل فرماتے ہیں کہ: "جب ہمارے پاس کھانے کو کچھ نہ ہوتا تو میری والدہ فرماتیں: 'آج ہم خدا کے مہمان ہیں'۔ اُن کے الفاظ سے میرے دل میں ایک عجیب احساس پیدا ہوتا اور میرا پورا دن ان ہی الفاظ کے ذوق و شوق میں گزر جاتا۔ پھر اگر ہمیں کسی نہ کسی طرح کھانا مل جاتا اور کئی دنوں کی روٹی، میں اس سے اُکتا جاتا تھا اور اُس دن کا انتظار کرتا جب میری والدہ کہتیں: 'آج ہم خدا کے مہمان ہیں۔ میں بتا نہیں سکتا کہ یہ الفاظ میرے دل کو کس قدر خوشی اور راحت بخشتے تھے"۔

حضرت محبوب الٰہی رحمۃ اللہ علیہ کی والدہ ایک غیر معمولی خاتون تھیں وہ جب کبھی آپ رحمۃ اللہ علیہ کے پیروں کی طرف دیکھتیں تو فرماتیں: "نظام! مجھے آپ کا مستقبل روشن نظر آرہا ہے، کسی دن آپ بڑے مقدر والے بن جائیں گے"۔ ایک روز حضرت محبوب الٰہی رحمۃ اللہ علیہ نے پوچھا: "ایسا کب ہوگا؟" آپ کی والدہ نے فرمایا: "میری موت کے بعد"۔ اور اُس کے چند ہی دنوں بعد آپ کی والدہ کا انتقال ہوا، اور انہوں نے اپنے نوجوان بیٹے کو اللہ کے سُپرد کیا۔ یہ دور حضرت محبوب الٰہی رحمۃ اللہ علیہ کی زندگی کا انتہائی غم و اندوہ کا دور تھا۔

ایک دن آپ رحمۃ اللہ علیہ حوضِ قطب الدین خان کے کنارے بیٹھے ہوئے قرآن حفظ

Marfat.com

کر رہے تھے کہ ایک درویش وہاں آ گئے اور آپ کو دہلی چھوڑنے اور کہیں اور جانے کی ہدایت کی۔ ان عجیب حالات کے پیش نظر آپ نے کئی متبادل تجویزوں پر غور کے بعد غیاث پور جا کر قیام کرنے کا فیصلہ کیا، جو دہلی سے چند میل کے فاصلے پر ایک ویران سا دیہات تھا۔ مگر کچھ عرصے بعد وہ جگہ بھی لوگوں سے بھر گئی اور حضرت محبوب الٰہی رحمۃ اللہ علیہ کو ایک بار پھر دوسری جگہ جانے کا سوچنا پڑا۔ لیکن ایک دن ایک نہایت وجیہہ (خوبصورت) آدمی آپ کے پاس آیا اور حضرت محبوب الٰہی رحمۃ اللہ علیہ کے مشورے سے گریز کرنے کے رد عمل کو نہ پسند کیا اور یہ اشعار پڑھے: "جس دن آپ چاند کی طرح ظاہر ہوئے، تو کیا آپ نے نہیں جانا تھا کہ دنیا والوں کی انگلیاں آپ کی طرف اُٹھیں گی؟" بس اُس دن کے بعد غیاث پور حضرت محبوب الٰہی رحمۃ اللہ علیہ کی روحانی فیوض کا مرکز بن گیا۔ البتہ آپ رحمۃ اللہ علیہ اب بھی نہایت مفلسی کی زندگی بسر کر رہے تھے۔

آپ رحمۃ اللہ علیہ کے گھر کے دروازے پر ایک زنبیل لٹکی رہتی تھی۔ افطار کے وقت اُسے ہلایا جاتا تو اُس سے روٹی کے سوکھے ٹکڑے گر پڑتے، جو راہ گیر اُس میں ڈالا کرتے تھے۔ روٹی کے یہ سوکھے ٹکڑے حضرت محبوب الٰہی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں رکھ دیئے جاتے تھے جن سے آپ افطاری فرماتے۔ ایک روز وہاں سے ایک بھکاری کا گزر ہوا۔ وہ سمجھا کہ کپڑے پر رکھے ٹکڑے رات کے کھانے کے باقیات ہیں، اس لئے اس نے انہیں اُٹھا لیا اور چل دیا۔ حضرت محبوب الٰہی رحمۃ اللہ علیہ نے مسکرا دیا اور فرمایا: "ایسا لگتا ہے کہ ہمارے کام میں ابھی خامیاں ہیں، اسی لئے ہمیں بھوکا رکھا گیا ہے۔"

حضرت شیخ نظام الدین اولیاء رحمۃ اللہ علیہ نے بدایوں میں پہلی بار حضرت شیخ فریدالدین

Marfat.com

گنج شکر رحمۃ اللہ علیہ کا نام سنا تھا۔ مقدر کی بات ہے کہ جب سلطان المشائخ دہلی پہنچے تو اتفاق سے آپ نے شیخ نجیب الدین متوکل کے پڑوس میں رہائش اختیار کی، جو بابا فرید الدین رحمۃ اللہ علیہ کے بھائی تھے۔ لیکن اجودھن کی طرف جانے کا فیصلہ اچانک کیا گیا۔ ایک رات یہ ولیٔ کامل دہلی کی جامع مسجد میں عبادت میں مصروف تھے جب صبح سویرے آپ نے ایک مؤذن کو قرآن کی یہ آیتیں تلاوت کرتے سنا: "کیا مومنین کے لئے وہ وقت نہیں آیا کہ اُنکے دل کامل عاجزی سے اللہ کے ذکر میں مصروف ہو جائیں۔" (سورۃ الحدید: ۱۶) اِس کا حضرت محبوب الٰہی رحمۃ اللہ علیہ پر زبردست اثر ہوا، اس لئے آپ اجودھن کے لئے روانہ ہوئے بغیر زادِ راہ کے۔

آپ کی عمر ۲۰ سال تھی جب آپ پہلی بار حضرت بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو شیخ نے آپ کا خیر مقدم ایک شعر سے کیا، جس کے معنی ہیں: "آپ کے فراق کی آگ نے ہمارے دلوں کو جلا ڈالا ہے۔ آپ سے ملنے کی تمنا نے ہماری زندگیوں کو تباہ کر دیا ہے۔"

اے اُمتِ محمدی! آگ سے آگ لگتی ہے۔ عاشق سے دوسرا عاشق بنتا ہے۔ جب ایک ساز سے دوسرا ساز ملتا ہے، تو سنگیت کی مٹھاس بڑھ جاتی ہے۔ جب رقص ایک سے دوسرے تک بڑھتا ہے تو مستی میں شدت پیدا ہوتی ہے۔ یہ ایک سچے عاشق کی علامت ہے۔ وہ اکیلے نہیں پیتا، وہ دوسروں کو بھی اُسی جامِ طہور سے پلاتا ہے۔ جب فرید نے اپنے مرشد سے پیا تھا، تو پھر یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ وہ پیاسے سائل کو نہ پلائیں جو اُس جام کے مستحق ہیں۔ اور تاریخ گواہ ہے کہ جب حضرت محبوب الٰہی رحمۃ اللہ علیہ کے دل کی

Marfat.com

آگ ایک شعلے سے بھڑکتی آگ میں تبدیل ہوئی تھی، تو پھر کیا ہوا تھا۔ پھر دنیا نے دیکھا کہ جب اللہ کسی کو اپنا محبوب کہتا ہے اور اُسے اپنی محبت دیتا ہے تو ہوتا کیا ہے۔ پھر ایسے شخص کے الفاظ حق کے الفاظ بن جاتے ہیں اور یہ بشری ذات، نورِ حق میں بدل جاتی ہے، وہ نورِ حق جو وہ عرشِ الٰہی سے حاصل کرتا ہے۔

خواجہ منہاج نے واقعہ بیان کیا ہے کہ: "ایک روز میں شیخ المشائخ کے یہاں تھا کہ آپ رحمۃ اللہ علیہ کے خدام نے باہر آپ کے لئے چارپائی بچھائی اور اُس پہ آپ کا شب خوابی کا لباس رکھ دیا۔ جب کافی رات گزری تو میں نے شیخ کی چارپائی پہ نور کا ایک ستون دیکھا جو بلند ہونا شروع ہوا، اور چند لمحوں میں آسمان تک جا پہنچا اور اس روشنی کے باعث برآمدہ اور دریا کے کنارے سب جگمگا اُٹھے۔ اس سے میں اس قدر خوفزدہ ہوا کہ میں نے خود کو ایک کونے میں چھپالیا اس طرح جیسے کہ سو رہا ہوں۔"

مولانا بدرالدین کا بیان ہے کہ: "ایک رات میں نے محبوبِ الٰہی کے حجرہ کی کھڑکی کے نیچے ایک اونٹ کو کھڑے دیکھا۔ کچھ دیر بعد میں نے حضرت محبوب الٰہی کو اپنے حجرے سے باہر آتے دیکھا، پھر آپ اونٹ پر بیٹھے اور اونٹ اُڑنے لگا۔ جب میں نے یہ نظارہ دیکھا تو میں بے خود ہو گیا اور ساری رات جاگتا رہا۔ پھر میں نے رات کے دوسرے پہر اُونٹ کو واپس آتے دیکھا۔ وہ پھر کھڑکی کے نیچے کھڑا ہو گیا اور حضرت محبوب الٰہی رحمۃ اللہ علیہ اس سے اُتر کر اپنے حجرے میں چلے گئے۔" ایک بار کسی نے کہا کہ کیوں شیخ نظام الدین کعبہ کی زیارت کے لئے نہیں جاتے، جس پر آپ کے مریدوں میں سے ایک نے کہا: "آپ یہ کیسے کہہ رہے ہیں جبکہ ہم نے اپنی آنکھوں سے حضرت محبوبِ الٰہی رحمۃ اللہ علیہ کو صبح کے وقت

Marfat.com

کعبہ میں فجر کی نماز پڑھتے دیکھا ہے۔" جب مولانا بدرالدین رحمۃ اللہ علیہ نے یہ سنا تو تب انہیں علم ہوا کہ اس رات اونٹ کہاں اُڑ کر گیا تھا۔

ایک بار سلطان المشائخ دروازہ پُل کے قریب گئے، آپ مایوسی اور ناامیدی کے عالم میں فرما رہے تھے کہ: "اے نظام، کہاں تم اور کہاں اللہ کی محبت!" پھر آپ شیخ راسن کے مزار پر پہنچے، جہاں آپ چلے کے لئے بیٹھے۔ وہاں سے جانے سے پہلے آپ نے دیکھا کہ اُس دوران ایک درخت سرسبز و شاداب ہو گیا تھا۔ حضرت نظام الدین اولیاء رحمۃ اللہ علیہ نے مزار پر فرمایا: "اے شیخ، درخت تو ۴۰ دن میں بدل گیا، لیکن مجھ میں کوئی تبدیلی نہ آئی۔" راستے میں آپ رحمۃ اللہ علیہ کو ایک آدمی ملا جو آپ کی طرف لڑکھڑا کر چلا آ رہا تھا۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے سمجھا کہ وہ آدمی نشے میں ہے، آپ نے اس سے گریز کرنے کی بہت کوشش کی، لیکن اس نے آپ کا تعاقب جاری رکھا۔ آخر کار حضرت نظام الدین اولیاء نے سوچا کہ بہتر ہے کہ اس سے ملا جائے۔ چنانچہ آپ مڑے اور اس آدمی سے بغلگیر ہوئے۔ اس آدمی سے مشک اور عطر کی خوشبو آ رہی تھی۔ اس آدمی نے حضرت نظام الدین اولیاء رحمۃ اللہ علیہ سے کہا: "اے صوفی! تیرے سینے سے محبتِ خداوندی کی بو آتی ہے۔" یہ کہتے ہوئے وہ شخص شیخ کی آنکھوں سے اوجھل ہو گیا۔

اے اُمتِ محمدیؐ! عشق اور مشک کبھی چھپا نہیں سکتے۔ اور اگر یہ عشق، عشق الٰہی ہو اور محبوب الٰہی رحمۃ اللہ علیہ کے دل سے ہو، اور مشک آپ رحمۃ اللہ علیہ کے الفاظ اور بصیرت کا ہو، تو پھر دنیا کیوں نہ نظامی ابرِ کرم میں مست والست ہو۔ پھر کیوں نہ پاؤں رقصِ شوق میں گھومیں، اور آنکھیں جذب و حال سے کیوں نہ مخمور ہوں؟ حضرت نظام الدین اولیاء رحمۃ اللہ علیہ

Marfat.com

اللہ کے محبوب ہیں۔ وہ دلوں پر فتح حاصل کرنے آتے تھے، اور یہی کام وہ آج دن تک کر رہے ہیں۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ اللہ کے محبوب کے صاحبزادے ہیں۔ آپ کی حیاتِ مبارکہ اس بات کی ایک خوبصورت مثال ہے کہ محبت کس طرح لمحوں میں دنیا پر فتح حاصل کر سکتی ہے۔ یہ ہی وجہ ہے کہ "کشتیءِ نورِ نبی" کے سفر کا آغاز اِسی دربارِ مبارک سے ہوا تھا۔ سبحان اللہ، کیا کیا رحمتیں ہیں اللہ کے محبوب پر اور کیا کیا رحمتیں ہیں اُن سب پر جنہوں نے اپنے سفر کا آغاز اس پیرِ کامل کے ساتھ کیا ہے۔ سب کو، حضرت محبوب الٰہی رحمۃ اللہ علیہ کے عُرس کی مبارک باد۔

آمین

(ثم آمین)

Marfat.com

۲۳ مارچ ۲۰۱۲ء

(۲۱۷)

اَدب و آداب

شروع اللہ کے بابرکت نام سے، جسکے بارے میں اللہُ اَکبرُ، اللہُ اَکبرُ لَآ اِلٰہَ اِلاَّ اللہُ وَاللہُ اَکبرُ وِللہِ الحمدُ، کہا جاتا ہے۔ بیشک تمام تعریفیں اُسی کیلئے ہیں۔

دُرود و سلام رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاک دل پر اور جو ہر وقت اپنے رب کی بارگاہ میں اپنی اُمّت کے لئے دست بہ دُعا رہتے ہیں۔

سلام، رحمت اور برکتیں ہوں آپ سب کے لئے اور آپ کے پیاروں کے لئے۔

سلامتی ہو تمام عارفی، نوریوں کے لئے جو اللہ کی راہ کے سالکین ہیں، جو بعض اوقات رُوحانی دنیا کے قوانین پر حیرت زدہ ہوتے ہیں۔

آپ سوچتے ہوں گے کہ اس راہ پر فقط با ادب لوگ ہی چل سکتے ہیں۔ لیکن، پھر آپ اُن لوگوں کو اَدب کیسے سیکھائیں گے جو اس بے ادب دنیا کے باشندے ہیں۔ جی ہاں! لوگوں نے اَدب کی قدر کو فراموش کر دیا ہے۔ ادب اللہ کی دنیا کی کنجی ہے۔ آپ اس پر غور کر سکتے ہیں کہ کس کو فوقیت حاصل ہے عشق کو یا اَدب کو؟ کیا آپ نے کبھی عشق کو ادب کے بغیر دیکھا ہے؟ آپ ادب کرنا سیکھیں اور عشق اُس کے پیچھے آئے گا۔ تو اس طرح روحانیت میں اَدب پہلا زینہ ہے، اس زینے کی کوئی انتہا نہیں۔ اور کیسے ہو بھی سکتی ہے؟ یہ زینہ آپ کے اللہ تک

Marfat.com

پہنچنے کے لئے ہے، اور جب آپ کو ایک ایسی ذات تک پہنچنا ہو جو لامحدود ہے، جس کی کوئی حد نہیں، جس کا نہ کوئی اوّل ہے نہ آخر، تو پھر اس سیڑھی کے قدمچے کیسے ختم ہو سکتے ہیں؟ آپ اپنی منزل پر کس طرح پہنچ سکیں گے؟ وہ جن کو اپنے رَب کی حضوری ملتی ہے، اُنکو جاننا چاہیئے کہ یہ تو بس رُوحانی مقامات ہیں عارضی مقامات جہاں آپ تھوڑی دیر رکتے ہیں اور پھر تلاش دوبارہ جاری رہتی ہے سفر کبھی ختم نہیں ہوتا یہ سفر ابد تک جاری رہے گا اور اس سفر میں فقط خوش قسمت لوگ ہی شریک ہوتے ہیں۔

اگر آپ اس کے متعلق سب کچھ جاننا چاہتے ہیں، تو اِس کو لکھنے کے لئے کئی دن درکار ہونگے، اور ہو سکتا ہے کہ یہ تحریر اتنی زیادہ ہو جائے کہ اُسے ایک آدمی اُٹھا بھی نہ سکے، اور پھر بھی اَدب کی تشریح ختم نہ ہو۔ اَدب وہ ہے جو ایک پڑھے لکھے اور اَن پڑھ جاہل میں فرق کرتا ہے۔ اَدب علم ہے، یہ نور ہے، یہ آپکے دل کو کشادہ کرتا ہے۔ یہ وہ شے ہے جو ایک انسان کو حیوان سے ممتاز کرتی ہے۔ یہ وہ چیز ہے جو انسان کو اللہ کے نائب کا درجہ عطا کرتی ہے۔ اگر ہمیں اَدب کے بارے میں بات کرنی ہو تو ہمیں سب سے پہلے یہ سمجھنا ہوگا کہ "اَدب" ہے کیا؟

اَدب کہتے ہیں تسلیم کو، یعنی اللہ کے احکامات کے آگے سر تسلیم خم کرنا۔ اَدب سلیقہ بھی ہے، یعنی چیزوں کو مناسب طریقے سے کرنا اور سلیقے سے اس دنیا میں رہنا۔ اَدب کے معنی ہیں احترام کرنا، دوسروں کے حقوق کا احترام کرنا اور دوسروں کو تعظیم دینا۔ ادب اپنے سرکش نفس کو روکنا بھی ہے، یعنی اُن ترغیبات اور بُری عادتوں کو کنٹرول کرنا جو کسی میں پروان چڑھتی ہوں:

Marfat.com

ے ادبو النفس ایھا الاصحاب

طرق العشق کلھا آداب

(اے دوستو! اپنے آپ کو اَدب سیکھاؤ اس لئے کہ عشق کے سب طریقے اَدب ہی اَدب ہیں۔)

ہمارے پیارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے کہ: "اچھے آداب ایمان کا حصہ ہیں"۔ "مجھے میرے رَبّ نے ادب سیکھایا، اور اچھا اَدب سیکھایا۔ پس جان لو کہ دین و دنیا کے تمام امور حُسنِ اَدب سے ہی متعلق ہیں" بالکل اسی طرح مولائے کائنات حضرت سیدنا علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ نے فرمایا کہ: "ہر شے کی کوئی قیمت ہوتی ہے، انسان کی قیمت اُس کا علم اور اَدب ہے"۔ حضرت سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ: "پہلے اَدب حضرت شیخ ابوالحسن علی بن ادریس یاقوبی رحمۃ اللہ علیہ سے سیکھو پھر علم سیکھو" حضرت شیخ ابوالحسن علی بن ادریس یاقوبی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ: "تصوّف تمام اَدب کا نام ہے۔ ہر وقت کے لئے اَدب ہے، ہر مقام کیلئے اَدب ہے۔ وہ شخص جو اِن آداب کا احترام کرتا ہے وُہی مردوں کے مقام تک پہنچتا ہے۔ آدابِ ظاہر کا حسن، آدابِ باطن کا عنوان ہے۔ کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ: "اگر دل نرم ہوتا ہے تو اعضا بھی نرم ہوتے ہیں"۔

جیسے کہ آپ دیکھ سکتے ہیں اَدب، آدمی کے ہر عمل سے پہلے آتا ہے اگر ایک آدمی کا دل بااَدب نہ ہو، تو پھر اُسکا خارجی وجود بھی اَدب کو ظاہر نہیں کرے گا، چاہے کوئی دوسروں کو کتنا ہی دھوکہ دینا چاہتا ہو۔

دل میں موجود ادب، بالکل ایسا ہی ہے جیسے میٹھے پانی کا چشمہ۔ یہ پانی جب

Marfat.com

بھی اُبھرتا ہے تو اُس کی مٹھاس کبھی ختم نہیں ہوتی ہے، چاہے اپنے سرچشمے سے نکلنے کے بعد یہ کوئی بھی راستہ اختیار کرے۔ (اور اس کے برعکس) ایک بیمار اور بے اَدب دل کھارے پانی کی طرح ہے، اُس پانی میں چاہے آپ کتنی ہی چینی ڈالیں تب بھی اُس کا کھاراپن باقی رہے گا اور یہ میٹھے پانی کے چشمے کے پانی کی طرح کبھی نہیں بن سکتا۔

اَدب اپنی ذات میں نظم وضبط پیدا کرنے کا نام ہے، یعنی صحیح قواعد وضوابط کو اپنانا اور اخلاق کے حدود سے کبھی تجاوز نہ کرنا۔ لیکن اصل اَدب صرف وہ ہے جو دل کی گہرائیوں سے آتا ہے، اور جو کسی بہانے یا ذاتی اغراض کی خاطر نہ ہو۔ زندگی میں اَدب کے نفاذ کا راستہ نظم وضبط ہے، اس کی مثال اُس شخص کی طرح ہے جو گاڑی چلانا سیکھنا چاہتا ہے اور وہ گاڑی چلانا سیکھنے کا ایک ہدایت نامہ لے تو لیتا ہے، لیکن خود ڈرائیونگ سیٹ پر نہیں بیٹھتا۔ تو وہ کتاب اُس کے کس کام کی ہوئی اگر وہ عملی طور سے ڈرائیونگ نہ کرے؟ صرف مسلسل پریکٹس ہی اُسے ایک بہترین ڈرائیور بنا سکتی ہے۔

بالکل اُسی طرح مسلسل اَدب ہی کسی شخص کو خوش اخلاق اور با اَدب اِنسان بنائے گا۔ صرف اَدب کا طریقہ سیکھنا اور اُس پر عمل نہ کرنا کسی کے لئے کار آمد نہیں۔ صحیح اَدب کو صحیح وقت اور صحیح مقام پر استعمال کرنا ہے۔ کسی نے ایک بار کہا تھا کہ: "صوفی نظام، یعنی روحانیت، اچھے اخلاق، یعنی اَدب ہے۔ ہر ایک وقت، کیفیت اور مقام کے اپنے اپنے اخلاقی تقاضے ہیں۔ اسلئے، جو کوئی بھی ہر لمحے کے اَدب کو ملحوظ رکھتا ہے، وہ صوفی "رِجال" کے مرتبہ تک پہنچتا ہے، اور جو کوئی ادب اور مناسب اخلاق سے رُوگردانی کرتا ہے، وہ اُس قرب سے کوسوں دور ہے جہاں خود کو سمجھتا ہے، اور

Marfat.com

وہ درحقیقت رَد شدہ ہے جبکہ وہ خود کو منظور شدہ سمجھتا ہے۔

حضرت اَبُو حفص رحمۃ اللہ علیہ نے ایک بار فرمایا تھا کہ: "ظاہری اخلاق باطنی رویّے کی علامت ہے اس لئے کہ ایک مرتبہ رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا کہ: اگر اُس کا دِل محترم ہوتا، تو اُس کے ظاہری اعضاء بھی محترم ہوتے۔" رُوحانیت خارجی اور باطنی وجود کو جِلا، یعنی زندگی بخشتی ہے۔ جہاں تک ظاہر کا تعلق ہے، اُس کا اظہار وہ نیک اعمال سے کرتی ہے۔ اور جہاں تک باطن کا معاملہ ہے، اُسے وہ ذکرِ اللہ سے اور غیر اللہ پر تکیہ ختم کرنے سے کراتی ہے، اور خود کو قابلِ تحسین اخلاق سے مُزیّن کرنے اور فاسد چیزوں سے پاک کرنے سے کراتی ہے۔ جس طرح کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشادِ گرامی ہے کہ:

"میزان پر اچھے اخلاق سے بڑھ کر کوئی وزن نہیں۔"

ایک دوسری جگہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ: "آپ اپنی دولت سے تمام لوگوں تک رسائی حاصل نہیں کر سکتے، تو اُن تک اپنے مسکراتے چہرے اور اچھے اخلاق پہنچا دیتے۔" اسی لئے تو ہم کہتے ہیں کہ: "ادب دراصل اچھے اخلاق تک پہنچنے کا ذریعہ یا راستہ ہے۔" اب آیئے دیکھتے ہیں کہ ہم اَدب کے بارے میں کہاں سے سیکھ سکتے ہیں اور اُسے کس طرح نافذ کر سکتے ہیں؟ بہترین اخلاق والے سے سیکھیں۔ اُس ذات پاک سے جو چلتا پھرتا قرآن تھے جنہوں نے براہِ راست اللہ سے سیکھا تھا جو اَدب کا خالق ہے۔ بھلا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بہتر کون ہو سکتا ہے جنہوں نے رات دن اس (اَدب) کی تعلیم اپنی اُمّت کو دی ہے۔ اگر آپ اُن کی حیاتِ مبارکہ کا مطالعہ کریں اور اُن کی اُسوہ کی اِتباع کریں تو دیکھتے ہی دیکھتے اُن کا حُسنِ اخلاق آپ سب پر چمکتا دکھائی دینا شروع ہوگا۔

Marfat.com

کیا ایک ایسے وقت میں سنّتِ نبوی کی اہمیت کو اُجاگر کرنا ضروری نہیں ہے، جب آپ سب ماضی کو بھُلا چکے ہیں، اور آپ اپنے دین کی روشنی اپنی اولاد کو نہیں پہنچا سکے اور غیروں کی ثقافت اور اخلاقیات کو اپنا سمجھ بیٹھے ہیں؟ ادب سیکھنے کا بہترین ذریعہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ پاک، آپ کے اہلبیت، اور آپ کے صحابہ کرام ہیں۔ اِن کی زندگیوں سے آپ کو اپنی زندگیوں کے ہر زاویے کے جوابات اور رہنمائی مل جائے گی۔

دوسرا ذریعہ جہاں سے آپ کو آدابِ زندگی مل سکتے ہیں، وہ آپ کے مرشد ہیں، آپ کے اُستاد ہیں۔ وہ بس آدابِ رسول کو مزید تقویت پہنچائیں گے۔ آپ کا رہنما اُن قواعد اور اُصولوں کو اپنی زندگی میں عملی طور سے نافذ کر کے دکھائیں گے۔ جب آپ اپنے مُرشد کی صحبت میں بیٹھیں گے تو آپ کو دُگنا فائدہ ہوگا۔ پہلا: یہ کہ آپ کو اُن کے حُسنِ اخلاق کا براہِ راست تجربہ ہوگا۔ اور دوسرا: یہ کہ آپکو صالحین کی قربت نصیب ہوگی، یعنی آپ کے رُوحی بھائیوں اور روحی بہنوں کی، جو خود بھی اِسی راہ کے مسافر ہیں۔ اُن سے آپ کی ذہنی ہم آہنگی آپ کی رفاقت، اور اُنکے ساتھ آپ کی الفت آپ کے سفر کو آسان اور زیادہ خوشگوار بنانے کا باعث بنیں گی۔

آپ کے مرشد ایک اُستاد ہیں جنکا کام ایک عام اُستاد سے بہت زیادہ مشکل ہے۔ ہوسکتا ہے کہ آپ کے دنیاوی اُستاد اپنے فرائض اچھی طرح سے ادا کرتے ہوں یا نہ کرتے ہوں، لیکن آپ کے مُرشد تو براہ راست اللہ کو جوابدہ ہیں۔ تو خوفِ خُدا ایک مرشد کو فرائض سے روگردانی نہیں کرنے دے گا۔ آپ کا دنیاوی

Marfat.com

اُستاد آپ کو دنیا کے لئے تیار کرتا ہے۔ فرض کیجئے کہ اگر کوئی شخص ناکام ہوتا ہے، تو اُس کا واحد خسارہ یہ ہو گا کہ اُسے اس دُنیا کی دولت یا شہرت نہیں ملے گی۔ اب اِس کا موازنہ اپنے مرشد کے بوجھ سے کیجئے۔ وہ آپ کے گناہوں کا بوجھ اپنے شانوں پر اُٹھاتے ہیں۔ اگر اُن کا شاگرد کسی وقت ناکام ہوتا ہے، تو اُس کی ناکامی کا اثر براہ راست اُن کے اُتقیاء پر پڑے گا۔

کیا کوئی معمولی انسان اِس قسم کا بوجھ یا ذمہ داری اُٹھا سکتا ہے؟ لیکن مرشد نہ فقط خود کو نثار کرتے ہیں، بلکہ اپنی جان تک دے دیتے ہیں تا کہ اُن کے تمام مُرید اس رَاہ پر صحیح چل سکیں۔ آپ اس مثال کو لیں: ایک پرندہ کسی شکاری کے جال میں پھنس جاتا ہے۔ اب وہ چاہے اپنے پروں کو کتنا ہی پھڑپھڑائے یا جال سے اُڑنے کی کوشش کرے، لیکن وہ پھر بھی جال کے اندر اُس وقت تک قید رہیگا جب تک کوئی آکر اُس جال کو کھول نہ دے۔ یہی ہے مرشد کا کام۔

وہ (مُرشد) گمراہی اور دنیا داری کے جال کو کھول دیتے ہیں تا کہ مُرید کی رُوح کو آزادی ملے۔ یہ ہے اہمیت ایک مُرشد کی۔ جیسے کہ فرمایا گیا ہے: "جس شخص کا دین کی راہ میں کوئی استاد نہیں، اس کا پیشوا شیطان ہوتا ہے۔" حضرت احمد یحییٰ مُریری نے فرمایا کہ، "سمجھ لو کہ جو کوئی بغیر کسی مدد کے اپنے پاؤں پر کھڑا ہوتا ہے، وہ آپ ہی آپ گر پڑتا ہے۔ یہیں سے پیروں کی عزّت و قدر سمجھو۔ اس کی وجہ یہ بھی ہے کہ شروع میں مُرید کا دل ایسا نہیں ہوتا جو خدا کے انوار اس میں دکھائی دے سکیں۔ کیونکہ وہ چمگادڑ کے مشابہ ہے جس کی آنکھ سورج کی چمک کی تاب نہیں لا سکتی۔

Marfat.com

اندھیرے میں جانے سے بھٹکنے اور موت کا ڈر ہے۔ تو پھر اسی روشنی کی ضرورت پڑتی ہے جو آفتاب سے کچھ کم ہوتی ہے کہ اُس سے فائدہ اُٹھائے اور اسی روشنی کی مدد سے راستہ پر چل سکے۔ ایسی روشنی پھیلانے والا ایک مُرشد کا دل ہوتا ہے۔ جسطرح سورج سے چاند روشنی حاصل کرتا ہے، اسی طرح اُن کا دل بھی غیب سے نور حاصل کرتا ہے۔ ایک مرشد ہی مرید کے دل کے درد کی دوا ہے کیونکہ جب مرید کے دل میں تلاش اور جستجو کا درد اُٹھتا ہے، تو صرف مرشد کی باطنی ہدایت سے اُس کو دو اخل جاتی ہے۔ اور جب وہ اپنا سَر اپنے پیر کے آستانے پر ڈال دیتا ہے، تب ہی اُسے آرام اور سکون مُیسّر ہوتا ہے۔"

اَب آیئے اس پر گفتگو کرتے ہیں کہ اَدب کو اپنی زندگی میں کس طرح نافذ کیا جائے؟ اَدب کے نفاذ کا اہم ترین طریقہ یہ ہے کہ اَدب اُن سے سیکھا جائے جو ساری مخلوقات میں سب سے زیادہ با اَدب ہوں۔ رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حیاتِ مبارکہ میں وہ کامل نقشہ موجود ہے کہ کوئی کس طرح انتہائی معتبر، عاجز ترین، اور اُن لوگوں کا خیال رکھنے والا بن سکتا ہے جو اُن کے شریکِ زندگی رہے یا جو انہیں زندگی کے موقعے پر ملے ہوں۔ یہ اسباق ہر اُس شخص کے لئے ہیں جو ان کی اِتبّاع کرے، اور بے شک یہ اسباق وقت کے خاتمے تک موجود رہیں گے۔

اگر کوئی اُسوۂ رسُول صلی اللہ علیہ وسلم کے عملی نفاذ کو دیکھنا چاہتا ہے، تو یہ مُرشد ہی ہے جو اَدب کی مختلف جہتوں میں مُریدوں کی رہنمائی فرماتے ہیں۔ یہ اُن ہی کی ذاتِ محترم ہے جو اَدب کی اہمیت کی تعلیم دیتی ہے، اور اس کے نفاذ کا طریقہ بھی

Marfat.com

بتاتی ہے۔ یہ مرشد کی ظاہری اور باطنی توجہ ہے جو مرید کے دل اور اُس کی زندگی کو بدل دیتی ہے۔

مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ اپنی "مثنوی" میں ایک جگہ فرماتے ہیں: "ایک مرتبہ کسی چینی نے ایک بادشاہ سے کہا: "ہم عمارتوں کو سجانے کی مہارت کے لئے بہت مشہور ہیں۔" پھر کسی رومی نے کہا: "ہم بھی اور زیادہ خوبصورت سجاوٹ والی چیزوں کو بنانے کے لئے مشہور ہیں۔" اِس پر بادشاہ نے کہا: "بہت اچھا، ہم آپ کی خوبیوں کو آزماتے ہیں کہ آپ میں سے بہترین کون ہے۔" پھر چینی نے بادشاہ سے عرض کیا کہ "مجھے سجانے کے لئے ایک مکان دیجئے۔ مکان کو ایک پردے کے پیچھے چھپایا جائے تاکہ یہ رُومی اس کی زیبائش کی نقل نہ کریں۔" ان شرائط کے ساتھ انہوں نے مکان کی زیبائش کا کام اپنے بہترین انداز سے شروع کیا۔ پھر رومیوں نے کہا: "ہم ایک سجا ہوا مکان تیار کریں گے اُس مکان کے رُوبرو جہاں یہ چینی کام کر رہے ہیں تاکہ آپ آسانی سے فیصلہ کر سکیں کہ دونوں مکانوں میں بہترین مکان کونسا ہے۔" رومیوں نے بھی ایک پردے کے پیچھے رہ کر کام شروع کیا البتہ انہوں نے کوئی سجی ہوئی تصویریں نہیں بنائیں، انہوں نے صرف اس مکان کی دیواروں کو صاف کرنا اور چمکانا شروع کیا۔ اس طرح آخر دیواریں آئینے کی طرح چمکنے لگیں۔ پھر آزمائش کی گھڑی آن پہنچی۔ پردے اُٹھا لئے گئے اور نتیجہ یہ نکلا کہ چینیوں کے مکان کی خوبصورت تصاویروں کا عکس رومیوں کے مکان کی دیواروں پر پڑنے لگا، اس طرح اُن کا فن زیادہ خوبصورت نظر آیا۔ بادشاہ آئے اور انہوں نے چینیوں کی تیار کردہ زیبائش کو دیکھا جو اتنے خوبصورت تھے کہ آدمی کے ہوش اڑا دیں۔

Marfat.com

اُس کے بعد بادشاہ نے رومیوں کی سجاوٹ کا معائنہ کیا، اور جو کچھ انہوں نے دیکھا اس پر دنگ رہ گئے۔ بادشاہ نے جو کچھ دوسری طرف دیکھا تھا، یہاں وہ زیادہ دلکش انداز میں موجود تھا۔"

مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ رومیوں کے کام کو مرشد کے کام سے تشبیہ دیتے ہیں، کیونکہ یہ دلی، مُرید کے دل کو آئینے کی طرح صاف کرتے ہیں، اور یہ بس مُرشد کے فیض سے ہوتا ہے، یعنی کتابیں پڑھے بغیر مُرید ایک خوبصورت اخلاق سے مزین ہوتا ہے۔ مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: "یہ دلی لوگ اُن کے دلوں کو زبردست طریقے سے صاف کرتے ہیں اور چمکاتے ہیں، جس کے باعث اُنکے دل سے حرص، کمینگی اور دشمنی نکل جاتی ہے۔"

ایک دلی کا ارشاد ہے کہ: "ہمارا قانون دل کے آئینے کی طرح صاف رکھنا ہے۔ صاف اور گرد وغبار سے پاک۔ اور ہمارے طریقے کے مطابق حسد کو اُس میں رہنے دینا ایک بڑا جُرم ہے۔"

اے اُمتِ محمدی! یاد رکھیئے کہ ادب کے بغیر رُوحانی بلندی نہیں مل سکتی ہے۔ ادب تسلیم، تعظیم اور سب سے اچھے اخلاق کا اظہار ہے۔ نظم وضبط ادب کے نفاذ کا راستہ ہے۔ اگر آپ ادب سیکھنا چاہتے ہیں، تو پھر اُن سے سیکھیئے جو تمام آداب میں اکمل وکامل تھے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اسوۂ ادب کا بہترین سرچشمہ ہیں اگر آپکو زندہ مثال چاہیئے تو پھر وہ آپ کے مرشد ہیں جو آپ کے دل کو آئینے کی طرح صاف کرتے ہیں تاکہ راہِ وفا کی تمام خوبصورتیوں کا عکس آپ کے قلب پر ظاہر ہو۔ یہ سب کچھ چند الفاظ میں

Marfat.com

کہا جا رہا ہے، لیکن ان کا وزن بظاہر نظر آنے سے بہت زیادہ ہے۔ صرف وہ ہی اِن کے وزن کو سمجھیں گے جو اِن الفاظ پر عمل کرتے ہیں۔

اللہ اپنی محبت ہمارے سلسلے کے تمام با اَدب افراد کو بھیجتا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو ادب حاصل کرنے کی توفیق عطا فرمائیں۔

آمین

(ثم آمین)

Marfat.com

وقت کا غلط استعمال

شروع اللہ کے بابرکت نام سے، جو دنیا و آخرت کا خالق ہے۔ وہ واحد ہے ہے جس کے حکم سے بارش برستی اور ہوا چلتی ہے۔ بے شک اُسی کے "کُن" کہنے سے پورا عالم وجود میں آیا۔

دُرود و سلام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر، وہ جو سب سے زیادہ پاک اور محبوب ہیں، جن کا فراق اُن کے عاشقین کے دلوں میں ایک مسلسل درد ہے۔ بے شک تمام جُدائیاں مستقبل قریب میں ختم ہو جائیں گی۔

سلام، رحمت اور برکتیں آپ سب کے لئے اور آپ کے پیاروں کے لئے۔

سلامتی ہو سچے دِلوں پر، اور اُس سچ پر جس نے اس دُنیا کو یکجا کیے رکھا ہے۔

وقت کیا ہے؟ یہ دراصل وہ پیمانہ ہے جس سے یہ ناپا جاتا ہے کہ انسان اللہ کی دنیا سے کتنا قریب ہو گیا ہے، یعنی دوسری دُنیا سے۔ وقت موجودہ دُنیا کے خاتمے کو ناپنے کا بھی ایک پیمانہ ہے۔ جسکا مطلب ہے کہ یہ ہمیں بتاتا ہے کہ یہ دُنیا کتنی جلد ختم ہوتی جا رہی ہے اور کتنی جلد آپ دوسری دُنیا میں ہوں گے۔ وقت کا پورا مقصد یہی ہے، یعنی اس دُنیا کی فنائیت کو یاد رکھنا اور آخرت کی آمد کو کبھی فراموش نہ کرنا۔

Marfat.com

حضرت داتا گنج بخش رحمۃ اللہ علیہ نے وقت کی یوں تشریح فرمائی ہے: "وقت وہ چیز ہے جو نہ کشش سے حاصل ہوتی ہے، اور نہ بازار میں فروخت ہوتی ہے تاکہ عاشق جان دے کر اُسے خرید سکے۔ اور نہ ہی انسان کو یہ طاقت ہے کہ اُسے لا سکے یا رفع کر سکے"۔ اس لئے مشائخ نے یہ کہا ہے کہ: "الوقت سیف قاطع" "وقت، کاٹنے والی تلوار ہے" کیونکہ تلوار کا کام کاٹنا ہے اور وقت کا بھی یہی کام ہے کہ انسان کو ماضی اور مستقبل سے علیحدہ، یعنی بے خبر کر دیتا ہے اور آج یا کل کی فکر سے آزاد کرتا ہے"۔

اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے حکمت بھرے الفاظ ہمیں بتاتے ہیں کہ: "یہ دُنیاوی زندگی بھی ایک ایسی جگہ ہے جس میں نہ تو موت کو ٹالا جا سکتا ہے اور نہ ہی ماضی کو واپس لایا جا سکتا ہے۔ آپکو یہ یاد رکھنا چاہیئے کہ آپ کو اس زندگی کی کھیتی سے وہ فصل کاٹنی ہے جو دوسری دُنیا میں آپ کے لئے فائدے مند ہو"۔

آپ کرم اللہ وجہہ نے ایک بار یہ بھی فرمایا تھا کہ: "یہاں کسی کی زندگی میں ہر گزرنے والا دن اُس کے عرصۂ حیات سے ایک دن کم ہونے کے مترادف ہے۔ جب موت زندگی کا ایک قدرتی انجام ہے، تو ہم نا فنائیت کی اُمید کیسے رکھ سکتے ہیں؟"۔

آیئے رقم سے بھری ایک تھیلی کی مثال لیتے ہیں جو آپ کی ہے۔ فرض کیجئے کہ اس تھیلی میں وہ تمام پونجی موجود ہے جو آپ زندگی بھر خرچ کر سکتے ہیں۔ اس میں نہ تو ایک پیسہ بڑھایا جا سکتا ہے اور نہ ہی ایک پیسہ واپس آسکتا ہے جو آپ خرچ کریں گے۔ تو پھر آپ اُسے کیسے استعمال کریں گے؟ آپ میں سے اکثر اتنی دولت دیکھ کر خوش ہوں گے اور شروع میں کئی لوگ اس کا کچھ حصّہ ضائع بھی کریں گے، لیکن جیسے

Marfat.com

ہی آپ کو محسوس ہو گا کہ رقم ختم ہو رہی ہے تو ہو سکتا ہے کہ آپ فضول خرچی سے پرہیز کرنے لگیں۔ ہر سمجھدار آدمی اس رقم کو ممکنہ حد تک زیادہ دیر تک خرچ کرنے کی کوشش کرے گا اور اُسے انتہائی ضروری چیزوں پر خرچ کرے گا۔ وہ پائی پائی بڑی احتیاط سے خرچ کرے گا، یعنی وہ اس رقم کا بہترین استعمال کرے گا جو اُسے دی جائے گی۔ لیکن اگر آپ اس مثال کو پیشِ نظر رکھتے ہوئے یہ دیکھیں کہ آپ اللہ کی دی ہوئی نعمت، یعنی وقت کے ساتھ کیا کر رہے ہیں، تو آپ کو احساس ہو گا کہ آپ میں سے اکثریت کو اس کی قدر نہیں معلوم ہے اور وہ اِسے بے دردی سے ضائع کر رہے ہیں۔

وقت ایک ایسی نعمت ہے جو اُن سب کو بلا امتیاز دی جاتی ہے جو اس دنیا میں پیدا ہوئے ہیں۔ وقت کی تھیلی میں وہ تمام لمحے، گھنٹے، مہینے اور سال موجود ہیں جو ایک انسان اپنے عرصۂ حیات میں خرچ کرتا ہے۔ اَب یہ اُس آدمی پر ہے کہ وہ اسے کس طرح خرچ کرتا ہے اور کہاں اسے استعمال کرتا ہے۔

اکثر اوقات تو لوگوں کو یہ احساس تک نہیں ہوتا کہ وقت دراصل اُن کیلئے ایک نعمت ہے۔ وہ اُسے ضائع کرتے ہیں۔ وہ اُسے غلط استعمال کرتے ہیں۔ اور اکثر اوقات وہ اُسے ایسی سرگرمیوں پر خرچ کرتے ہیں جو انہیں کبھی بھی فائدہ نہیں پہنچا سکتیں، نہ اِس دُنیا میں اور نہ اُس دُنیا میں۔ ہر گزرتے دن کے ساتھ اُن کی وقت کی تھیلی میں کمی آتی ہے، لیکن اِس کے باوجود دنیا والے اپنا وقت کھیل تفریح میں گزارتے ہیں۔ اُن کو احساس نہیں کہ گزرا وقت واپس نہیں آتا۔

اس کی مثال بالکل ایسی ہے جیسے کہ آپ ایک پیسے کا کھانا خریدیں یا کارڈ گیم

Marfat.com

کا ایک پیک خریدیں۔ وہ پیسہ جو آپ نے کھانے پر خرچ کیا، وہ آپ کو یقیناً توانائی بخشے گا۔ لیکن وہ پیسہ جو آپ نے کارڈ گیم پر صرف کیا اُس سے آپ کو مشکل سے کوئی فائدہ پہنچتا ہے۔ بالکل اسی طرح وقت کو بڑی احتیاط سے خرچ کرنا چاہیئے، کیونکہ اوّل تو وقت کا دورانیہ بہت محدود ہے، اور دوسرا یہ کہ کسی کا وقت کب ختم ہوگا، کسی کو نہیں معلوم ہے۔ یہ وقت کو نہایت قیمتی اور اہم بناتا ہے۔

انسان کی زندگی میں سمجھدار آدمی وہ ہے جو اپنے وسائل کے خاتمہ کو ہمیشہ یاد رکھے تاکہ جب تک وہ وسائل ہیں، وہ انہیں دانائی سے استعمال کرے۔ رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ: "موت سے پہلے، اپنی زندگی کا بہترین استعمال کرو، بیماری سے پہلے اپنی صحت کا بہترین استعمال کرو، مصروف ہونے سے پہلے اپنے وقت کا بہترین استعمال کرو، غریب ہو جانے سے پہلے اپنی دولت کا بہترین استعمال کرو، بوڑھا بن جانے سے پہلے اپنی جوانی کا بہترین استعمال کرو۔"

زندگی نہایت قیمتی ہے اور ایک انسان کے لئے وقت اُس کی زندگی ہے۔ اس کا وقت اس کی سانسوں کی تعداد ہے۔ ہر ایک سانس کو سونے کا ایک ٹکڑا سمجھیں۔ ہر ایک سانس اُمید کی ایک سانس ہو سکتی ہے۔ توبہ اور ذکر کی سانس ہو سکتی ہے۔ یہ انسان کو دوزخ کے سرے سے اُٹھا کر جنت میں لے جا سکتی ہے۔

ایسی قیمتی ہوتی ہیں انسانی سانسیں، یعنی وقت اور زندگی جو اللہ نے ہر ایک انسان کو بخشی ہیں۔ وہ ہر لمحہ جو رضائے الٰہی میں گزرتا ہے، وہ گزارے جانے والا بہترین لمحہ ہوتا ہے، لیکن نافرمانی میں گزری ہر سانس قطعاً ضائع شدہ سانس ہے۔ اُس وقت

Marfat.com

کا خیال کریں جب آپ کا دم لبوں پر ہوگا، جب آپ میں سے ہر ایک اپنی آخری سانسیں لے رہا ہوگا۔ کب وہ وقت آئے گا، اس کا علم اللہ کے سوا کسی کو نہیں۔

جب آپ کے کندھوں پر لاعلمی کا اتنا بھاری بوجھ لدا ہو، تو آپ اپنی زندگی میں اتنے بے فکر اور مطمئن کیسے ہو سکتے ہیں؟ آپ اپنے اللہ کو راضی کرنے کے لئے شب و روز کوشش کیوں نہیں کر رہے ہیں، آخرت کے لئے زادِ راہ کیوں جمع نہیں کر رہے ہیں، اور میزان کیلئے نیک اعمال کیوں جمع نہیں کر رہے ہیں؟

ہر سانس جو آپ لیتے ہیں وہ دراصل آپ کو موت کے قریب تر لے جاتی ہے۔ آپ کے وقت کے خاتمے کے قریب تر۔ کیا آپ کو یاد نہیں کہ وہ تمام مغرور لوگ جو سمجھتے تھے کہ وہ کبھی نہیں مریں گے، انہوں نے اپنی زندگیاں کیسے گزاریں، کیسی بڑی عمارتیں بنائی گئیں، کیسے بڑے منصوبے بنائے گئے؟ وہ سب کہاں گئے؟ اور ان کے دلوں کی کتنی تمنائیں پوری ہوئیں؟

بے شک وہ سب کے سب مٹی کا نوالہ بن گئے۔ وہ کیڑوں کی غذا بن گئے، اور ان کے محلات دوسروں کے لئے نشانِ عبرت بن گئے۔ انہوں نے کس طرح اپنا قیمتی وقت ضائع کیا اور افسوس کہ انہوں نے قیمتی سانسیں ضائع کیں۔ آج وہ دنیا میں واپس آنے کے لئے اپنا سب کچھ دینے کو تیار ہیں تاکہ اپنی غلطیاں سُدھار سکیں۔ آج وہ ضائع شدہ وقت کو واپس لانے کے لئے اپنا سب کچھ دینا چاہتے ہیں۔ لیکن کیسی بدنصیبی ہے کہ وہ اب کبھی واپس نہیں لوٹیں گے۔ وہ اب کسی صورت میں اپنی حماقت کا ازالہ نہیں کر سکیں گے۔

Marfat.com

آپ سب جو زندہ ہیں بڑے خوش قسمت ہیں کیونکہ زندگی ایک نعمت ہے۔

یہ آپ کی وقت کی تھیلی ہے۔ یہ وہ قیمتی شے یا مال ہے جو ہر سانس کے ساتھ کم ہوتی جا رہی ہے۔ دانا لوگ موت کو کبھی فراموش نہیں کرتے، اور بھلا کون اُس سچائی کو بھول سکتا ہے جو حضرت آدم علیہ السلام کے وقت سے موجود ہے اور اس وقت تک رہے گی جب تک اس زمین پر آخری جاندار نہیں مر جاتا۔

ایک مرتبہ ایک فلسفی نے اپنے ساتھیوں کو لکھا کہ: "اے میرے بھائی! اس جہاں میں موت سے خبردار رہو دوسری دنیا میں جانے سے پہلے جہاں تم موت کیلئے ترسو گے مگر اُسے نہیں پاؤ گے۔" روایت ہے کہ ایک بار اُسامہ ابن زیاد نے ایک کنیز زید ابن تابد رضی اللہ تعالیٰ علیہ سے ۱۰۰ دینار میں خریدی، اور قیمت کی ادائیگی ایک ماہ بعد طے پائی تھی۔

نبیِ کرم صلی اللہ علیہ وسلم کو جب اس کا علم ہوا تو فرمانے لگے: "کیا آپ کو اُسامہ پر حیرت نہیں ہوتی جو خریدنے کے ایک ماہ بعد ادائیگی کرے گا؟ واقعی اُسامہ لمبی اُمیدیں باندھتا ہے۔

"اسکی قسم جس کے قبضے میں میری جان ہے کہ میں نے کبھی یہ سوچے بغیر آنکھیں بند نہیں کیں کہ آنکھیں دوبارہ کھول سکوں گا اس سے پہلے کہ اللہ میری روح قبض کرے اور نہ ہی انہیں کھولا اس یقین کے ساتھ کہ میں انہیں دوبارہ بند کر سکوں گا مرنے سے پہلے۔ اور نہ ہی کبھی میں نے کوئی نوالہ منہ میں رکھا ہے یہ سوچے بغیر کہ موت آنے سے پہلے کیا میں اِسے نگل سکوں گا۔"

پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ: "اے آدم کی اولاد! اگر تم میں سمجھ بوجھ ہے تو خود کو مُردوں میں شمار کرو، کیونکہ اُس ذاتِ واحد کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان

Marfat.com

ہے، کہ وہ تم تک آپہنچے گا جس کا تم سے وعدہ کیا گیا ہے اور اُس سے بچ نہیں سکو گے۔"

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا ارشاد ہے کہ یہ ان کا معمول تھا کہ وہ اپنے خطبات میں کہا کرتے تھے کہ: "کہاں ہیں وہ صاف خوبصورت چہروں والے جو اپنی جوانی میں خوش و مگن رہتے تھے؟ کہاں ہیں وہ بادشاہ جنہوں نے شہر بسائے اور انہیں قلعہ بند کر کے مضبوط کئے؟ کہاں ہیں وہ جو جنگ کے میدانوں میں فتح مند رہے تھے؟ وقت کا دھارا انہیں بہا لے گیا اور وہ اپنی قبروں کے تختوں کے پیچھے کھو گئے۔ تو جلدی کرو اور خود کو بچاؤ۔"

دانا لوگ کہتے ہیں کہ جب انسان دُنیا اور اُس کی لذتوں اور نسبتوں کو چاہنے لگتا ہے، تو اُن سے الگ ہونے کا غم اس کے دِل پر بہت بھاری ہو جاتا ہے۔ اور وہ موت کے خیال سے گریز کرتا ہے۔ جب خاص حالات میں کبھی موت اور اُس کے لئے تیار رہنے کا سوال اُٹھتا ہے، تو وہ خود کو تسلی دیتے ہوئے کہتے ہیں کہ:

"ابھی تو تمہارے بالغ ہونے میں کافی وقت ہے، بعد میں توجہ کر سکتے ہو۔"

اور پھر جب وہ بالغ ہوتا ہے تو کہتا ہے: "نہیں، ابھی نہیں، جب تک کہ بوڑھے نہ بن جانا۔" لیکن جب وہ ایک بوڑھا آدمی بن جاتا ہے تو کہتا ہے: "نہیں، ابھی نہیں، جب تک کہ اِس مکان کی تعمیر مکمل نہ ہو جائے، یا اس سفر سے واپسی تک، یا اپنے بیٹے کے لئے ایک گھر مہیا کرنے تک۔" تو اسطرح وہ متواتر خود کو دھوکہ دیتا ہے اور وقت کو روز بروز ٹالتا رہتا ہے اور اس طرح ایک ایسے لمحے پر اس کا مقدر اُسے چھین لیتا ہے کہ جب اُسے اس کی اُمید نہ ہو۔

دوزخ کے باسیوں کی تواتر سے سُنی جانے والی پکار "میں کر دوں گا" ہوگی۔

Marfat.com

"افسوس ہم پر اِن الفاظ کی وجہ سے" وہ چیخیں گے۔ (اس کا مطلب ہے کہ اُن لوگوں نے ہر وقت اپنے دنیاوی مستقبل میں اُمیدیں لگائی ہوئی تھیں اور اُن کی آنکھیں فقط دنیاوی خواہشات پر جمی رہتی تھیں، یعنی مجھے یہ حاصل کرنا ہے، مجھے وہ حاصل کرنا ہے وغیرہ .....)۔

کسی بھی انسان کی تمام ترضروریات پوری نہیں ہوتیں۔ ایک تمنا کی تکمیل سے دوسری جنم لیتی ہے۔ ان اُمیدوں کی بُنیاد حُبِ دُنیا اور اس کی آسائشیں ہیں، جس سے وہ رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس فرمان کو فراموش کرتے ہیں: "محبت کرو چاہے کسی سے بھی، کیونکہ تم اُسے یقیناً چھوڑ دو گے۔"

اور کیا یہ بھی جہالت کا ایک مسئلہ نہیں کہ ایک آدمی اپنی جوانی پر اعتماد رکھے اور سمجھے کہ جب تک وہ جوان ہے، موت اُس کے قریب نہیں ٹپکے گی۔ یہ بدنصیب اس بات کو سمجھنے سے قاصر ہے کہ اگر اس کے ملک کی بوڑھے لوگوں کی آبادی کو شمار کیا جائے تو اُن جوانوں کی تعداد ملک کی مجموعی آبادی کے ایک دسویں (۱/۱۰) سے زیادہ نہ ہوگی۔ اُن کی تعداد اتنی کم اس لئے ہے کہ موت جوانی کے ایام میں زیادہ عام ہے۔ ہر ایک بوڑھے شخص کی مَوت کے بدلے ایک ہزار بچّے اور جوان مَر جاتے ہیں۔

کاش یہ بے خبر اس حقیقت کو جانتے کہ موت کا وقت جوانی، ادھیڑ عمری یا بڑھاپے کے لئے متعین نہیں ہے، اس میں موسمِ سرما یا موسمِ گرما کی تفریق نہیں ہے، موسمِ بہار اور خزاں کی تفریق نہیں، یا دن اور رات کی تخصیص نہیں۔ اگر وہ یہ سمجھتا تو اُس کی آگاہی میں اضافہ ہوتا اور وہ خود کو اس کے لئے آمادہ کرتا۔

Marfat.com

کتنے افسوس کی بات ہے کہ وہ یہ سوچے کہ موت اس پر منڈلا رہی ہے لیکن وہ یہ نہ سوچے کہ یہ اُس پر آن گرے گی جب تک کہ وہ موت کے مُنہ میں چلا نہیں جاتا۔ وہ کئی جنازوں میں شریک ہو رہا ہو گا بغیر یہ سوچے کہ ایک دن اُس کا اپنا جنازہ بھی اٹھایا جائے گا۔ تاکہ موت کی حقیقت کو فراموش نہیں کیا جائے،

انسان کو ہر گھڑی اپنے اعضأ اور بیرونی ساخت کو دیکھنا چاہیئے، اُس کے خیالات کو اِس پر مرکوز رہنا چاہیئے کہ کس طرح یہ بدن مَنوں مٹّی کے نیچے جائے گا اور کس طرح یہ مٹّی بن جائے گا، اور یہ کہ عذابِ قبر کیسا ہو گا، اور مُنکر نکیر کے سوالات کیسے ہوں گے' روزِ محشر کی دہشت کیسی ہو گی' اور حشر میں پُکارے جانے کی صدا کیسی ہو گی۔

تمیمی قبیلہ کے سہالو کی روایت ہے کہ :" ایک مرتبہ میں عامر بن عبداللہ کے قریب بیٹھا تھا جب وہ عبادت میں مصروف تھے۔ انہوں نے اپنی نماز ختم کی اور پھر میری طرف متوجہ ہو کر فرمایا :

" مجھے سکون سے رہنے دیں' آپ کا کیا کام ہے' میں جلدی میں ہوں"۔ میں نے پوچھا :" اتنی جلدی کیوں ؟" انہوں نے جواب دیا :" موت کے فرشتے کے باعث۔ اللہ آپ پر رحم فرمائے"۔ پھر میں اُٹھا اور وہاں سے چلا آیا۔ اور وہ اپنی عبادت میں پھر لگ گئے۔

اس طرح اللہ کے مومنین کے دِل اس قدر موت کے خیال کے قریب ہُوا کرتے تھے۔ اُن کا ایک ایک لمحہ، ایک ایک لحظہ اللہ کے لئے ہوتا تھا۔ وہ ایک لمحہ بھی ضائع نہیں کرتے ملک الموت کی آمد کے خوف سے۔ ایسے لوگ آخر دُنیا کی

Marfat.com

لذتوں میں اپنے دِل کیسے لگا سکتے ہیں؟ یہ اللہ کے سچے بندے تھے۔ جنت کے مومنین تھے۔

ایک شخص نے اپنے برادری والوں کو لکھا: "اگر حقیقت میں دیکھا جائے تو یہ دُنیا ایک خواب ہے، جبکہ دوسری دُنیا آگاہی ہے، دونوں کے درمیان موت کی سرحد ہے۔ اس طرح ہم بے ترتیب (خلط ملط) خوابوں میں ہیں۔ خُدا حافظ"

حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے ایک خطاب میں فرمایا: "یہ دُنیا آپ کے لئے ہمیشہ رہنے کی جگہ نہیں ہے۔ یہ ایک ایسا مسکن ہے جو اللہ نے بنایا ہے اور جو اللہ کے حکم سے ختم ہو جائے گا۔ اُسی کے اَمر سے اس کے باشندے یہاں سے گزر جائیں گے۔ کتنے خود اعتماد لوگ بوسیدہ ہو جائیں گے، اور کتنے خوش باش باشندے بہت جلد گزر جائیں گے۔

اس لئے اپنے سفر کو اپنی بہترین سواری کی مدد سے خوشگوار بنایئے اور توشہ اکٹھا کیجئے، بے شک بہترین توشہ اللہ کا خوف (تقویٰ) ہے۔ یہ دنیا ایک سائے کے سوا کچھ نہیں۔ جو سکڑتا اور غائب ہوتا جا رہا ہے۔ جب ابنِ آدم اس دنیا کی عظیم خوشیوں کی خاطر مقابلہ کرتے ہیں، تو اللہ اُسے اُس کے مقدر کے ذریعے بُلاتا ہے، پھر اُسے موت کے تیر سے گھائل کرتا ہے اور اُسے اُس کے اعزازات اور دُنیاوی مال سے محروم کر دیتا ہے، اس طرح جو کچھ اُس نے بنایا تھا، کمایا تھا، اُسے دوسرے لے لیں گے۔ یہ دنیا درحقیقت ایک پل کی خوشی ہے اور طویل مایوسی ہے۔"

زندگی کی گھڑی کے کانٹے مسلسل چل رہے ہیں، اور ایک لمحے کے لئے بھی نہیں رُکتے۔ تمام لمحات، گھنٹے اور ماہ و سال بس گزر رہے ہیں، اس کانٹے کو کون روک

Marfat.com

سکتا ہے یا اس دنیا کے وقت کو کون پکڑ سکتا ہے۔ جب اللہ کے نبی اور اللہ کے عاشقین چلے گئے ہیں، تو پھر کون پیچھے رہ سکتا ہے؟

کاش آپ سب اپنی آنکھیں کھولیں اور دیکھیں کہ: "کہیں آپ اپنی زندگی میں کوئی خسارے کا سودا تو نہیں کر رہے۔؟" وقت کو پکڑنے کا واحد طریقہ دوسری دُنیا کے لئے اُس کی سرمایہ کاری ہے۔ اُسے یادِ الٰہی میں لگائیں، اُسے ذکرِ اللہ اور ذکرِ محبوب میں لگائیں۔ فقط یہ ہی طریقہ ہے وقت سے اچھی فصل کاٹنے کا۔ بے شک دانا لوگ اس نصیحت پر عمل کریں گے اور احمق لوگ سوتے ہی رہیں گے۔

ے تھکی ہاری ہوں میں بپتا کی ماری

بھلا اُس پار کے کیا بھید پاؤں

مجھے بھی ساتھ لے چل میرے مانجھی

بھٹک کر اِس کنارے رہ نہ جاؤں

یہ جانے والے میری زندگی ہیں

انہیں میں کس طرح روکوں مناؤں

ہم سب کو اللہ تعالیٰ اپنے اور اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کے عشق و قرب عطا فرمائے اور پاکستان کی آزادی اپنی حفاظت میں رکھے اور پاکستان کو اسلام کا قلعہ بنا دے اور ہم سب کو سچا مسلمان بنا دے۔

آمین

(ثم آمین)

Marfat.com

توکّل علی اللہ

• اللہ پر توکّل

شروع اللہ کے بابرکت نام سے۔ سُبحان وہ تسبیح ہے جو اُس کے لئے کی جاتی ہے، اور اُس کے تمام اسمأ پاک ہیں۔ اور وہ بزرگ و برتر اور تمام جہانوں کا مالک ہے۔

دُرود و سلام اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر، وہ جو اپنے عاشقوں کے دلوں کے حکمراں ہیں، اور جن کی معصومیت اُن کے دل کا جمال ہے۔

؎

سلام، رحمت اور برکتیں آپ سب کے لئے اور آپ کے پیاروں کے لئے۔ سلامتی ہو اللہ کی راہ کے سالکین کے لئے اور رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے تمام عاشقوں کے لئے، اور یقیناً اُن کو اُن کی محبت کا بدلہ ہمیشہ ملے گا۔

جب اللہ بارش برساتا ہے تو کیا وہ فقط چند منتخب لوگوں یا صرف اُس کے عاشقوں پر برستی ہے؟ جب سورج چمکتا ہے تو کیا اُس کی کرنیں فقط چند لوگوں کو روشنی اور باقیوں کو تاریکی میں رکھتی ہیں؟ جب ہوا چلتی ہے اور فصل اُگتی ہے تو کیا وہ سب کو فائدہ نہیں پہنچاتیں؟ اللہ سب کا ربّ اور پالن ہار ہے۔ جب وہ (رزق) عطا کرتا ہے، تو سب کو نوازتا ہے؛ وہ مومن اور کفر میں فرق نہیں کرتا؛ وہ اپنے اطاعت

Marfat.com

گزاروں اور شیطان کے چیلوں میں فرق نہیں کرتا۔

لیکن ایسے لگتا ہے کہ آپ کے دَور کے لوگوں نے اللہ پر اپنا ایمان کمزور کرلیا ہے۔ اُس پر اُن کے ایمان کو مضبوط تر ہونا چاہیئے اور اُس کے لئے اُن کی دُعاؤں میں زیادہ قوت ہونی چاہیئے۔ جیسے کہ شیرِ خُدا حضرت علی کرم اللہ وجہہ کا ارشاد ہے کہ: "دِل کی قوت کی اصل جڑ اللہ تعالیٰ پر توکل کرنا ہے اور اُس کی اصلاح کی اصل جڑ اللہ تعالیٰ کے ذکر میں مشغول ہونا ہے۔"

زندگی بسر کرنے کے لئے اللہ تعالیٰ پر توکل کرنا بہترین طریقہ ہے۔ وُہی آپکی تمام مشکلات اور آپ کے تمام مسائل کا حل ہے۔ اُس کا قرب آپکی زندگی کی راہ کو سیدھا اور آسان کر دیتا ہے۔ اِس کے لئے واحد شرط صرف اُسی پر بھروسہ کرنا ہی ہے۔ ہر صبح آپ میں سے اکثر فجر کے وقت اُٹھ کر کہتے ہیں: اِيَّاكَ نَعْبُدُ وَاِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ ﴿۴﴾ اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ ﴿۵﴾ صِرَاطَ الَّذِيْنَ اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ ﴿۶﴾ غَيْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّآلِّيْنَ ﴿۷﴾ یعنی: "تمہاری عبادت کرتے ہیں اور تمہی سے مدد مانگتے ہیں، دِکھا ہمیں سیدھا راستہ اُن لوگوں کا جن پر تو نے اپنی رحمتیں برسائی ہیں، نہ کہ اُن کا جن پر غضب ہُوا اور نہ بہکے ہوؤں کا۔"

اِن الفاظ کا مطلب ہے کہ آپ اپنے ربّ سے زندگی کے سب معاملات میں مدد کے طلب گار ہیں۔ آپ صرف اُسی پر توکل رکھتے ہیں، رزق کے لئے، حفاظت کے لئے، اپنے بچوں، اپنے گھرانوں کے لئے اور دُنیا و آخرت کی بھلائی کے لئے۔ اگر آپ اِن الفاظ کے معنی پر غور کریں، تو یہ ایک خوبصورت دُعا ہے۔ یہ الفاظ اُس کی مَدد

Marfat.com

طلب کرنے کے لئے ہیں، آپکی زندگی کی تمام جہتوں میں طلبِ رحمت کے لئے ہیں۔

یہ وہ الفاظ ہیں جنہیں آپ روزانہ ۳۸ یا ۴۰ مرتبہ دہراتے ہیں، یعنی جب آپ اپنی پنجگانہ نمازیں ادا کر رہے ہوتے ہیں۔ یہ فقط ان الفاظ کو دہرانا نہیں ہے، بلکہ آپ نے اپنی آنکھوں سے بھی دیکھا ہے کہ اس دُنیا میں اللہ کی رضا کے بغیر کچھ بھی نہیں ہو سکتا۔ سارے احکامات صرف آپ کے رَبّ ہی کی طرف سے ہیں اور ہر چیز آپ کے رَبّ ہی کی رضا سے ہوتی ہے۔

وہ تمام لوگ جنہوں نے خدائی کا دعویٰ کیا، یا جن کو طاقتور ہونے کا گھمنڈ تھا، وہ سب منہ کے بَل گر گئے۔ یہ وہ ہیں جو ابھی تک اپنے کہے پر اپنی زبانوں کو اپنے دانتوں سے کاٹ رہے ہیں، اور وہ اپنی زبانوں کو اسی طرح کاٹتے رہیں گے، ابدالآباد تک۔

فرعون کی شان و شوکت کہاں گئی، اُس کے عالی شان محلات کہاں گئے، اور اُس کی محل نما کشتیوں کا کیا ہُوا؟ اُس کا رُعب و دَبدَبہ کہاں گیا؟ فرعون کی وہ زبان کہاں گئی جو اُس کے لئے خدائی کا دعویٰ کرتی تھی، جہانوں کے رَبّ ہونے کا دعویٰ کرتی تھی؟ اس زبان نے اِس قدر بڑا دعویٰ اس لئے کیا تھا کہ اُس نے اللہ پر توکّل کرنا فراموش کر دیا تھا۔ اِس کے برعکس اُس نے خود پر بھروسہ کرنا شروع کر لیا تھا۔ اُس کی پُرفریب اَنا نے اُسے اپنی نگاہوں میں خُدا بنا دیا۔ یہی وجہ ہے کہ اُس زبان نے اپنے اطراف کے لوگوں کو بھی فریب دینا شروع کیا۔ نفس کو اگر بے قابو چھوڑ دیا جائے تو پھر وہ ایسے کھیل تماشے دکھا سکتا ہے جنہیں خود عقل بھی نہ سوچ سکے۔ لیکن نفس

Marfat.com

اُسے یہ گمان دلاتا ہے کہ دنیا اُس کے قدموں میں ہے۔

اَنا آدمی کو اس خوش گمانی میں ڈالتی ہے کہ اُس کے پاس دُنیا کو چلانے کی قدرت ہے اور اُس سے عظیم تر کوئی نہیں ہے۔ یہ وہ غلط خوش گمانیاں ہی ہیں جو انسان کی آخرت کو برباد کرتی ہیں، جو اُسے دنیا و آخرت سے محروم کر دیتی ہیں، لیکن ایسے لوگ کس طرح دیکھ سکتے ہیں کہ اُن پر کیا بیت رہی ہے جبکہ اُن کی آنکھوں پر بے فکری کی پٹی بندھی ہوئی ہے اور اُن کے دلوں میں بس غرور اور تکبّر ہے لیکن سوچنے والی بات یہ ہے کہ ایک آدمی اتنے بڑے دھوکے میں کیوں رہے، یا فریب سے اس قدر اندھا کیوں ہو۔ کیا آپ کے خیال میں فرعون کو معلوم نہ تھا کہ وہ بے اختیار ہے، یا اُس کے قبضے میں کسی کا مقدر نہیں ہے؟ اُسے خوب اچھی طرح معلوم تھا کہ ایک عظیم ترین قوت ہے جو دنیا پر حکمران ہے لیکن فرعون کے تکبّر اور حرص نے اُسے کچھ اور ہی نقشہ دکھایا تھا۔ وہ چاہتا تھا کہ پُوری دنیا اُس کے قدموں میں آجائے، اس لئے اس نے اپنی طاقت پر بھروسہ کیا، اور اُس خود فریبی پر بھروسہ کیا جو اُس نے اپنے لوگوں کے گرد تانا ہوا تھا۔ اگر اُس کا تکیہ اللہ پر ہوتا، تو اُس کا دل موم کی طرح نرم ہوتا اور اُس کے طور طریقے دوسروں کے لئے رحمدلانہ اور کریمانہ ہوتے۔

یہ ہے فرق اللہ پر تکیہ کرنے والوں اور اللہ پر بھروسہ نہ کرنے والوں کے درمیان۔ وہ لوگ جن کا اللہ پر توکل نہیں ہے، اُن کی کوشش یہ ہوتی ہے کہ واقعات اُن کی مرضی کے مطابق ہوں، ایسا شخص اپنی خواہشات کی تکمیل کے لئے ہر حربہ استعمال کرے گا۔ اُس کی سوچ ہمیشہ یہ ہوگی کہ اُسے جو کچھ حاصل ہوتا ہے، وہ اُس کی اپنی صلاحیت کا

Marfat.com

نتیجہ ہے۔ وہ اپنی تمام خوبیوں کے لئے صرف اپنا ہی شکر گزار رہتا ہے، اور اگر دوسرے اُس کے لئے کام کرتے ہیں تو وہ صرف اُس کے مقصد کے لئے ذرائع ہیں، یعنی اُس کے مقصد کیلئے استعمال ہونے والے اوزار۔

خود پر بھروسہ کرنے کا یہ عمل انسان کے دل میں بے اطمینانی اور خوف پیدا کرتا ہے۔ اس عدم تحفظ کے معنی ہیں کہ یہ شخص اگر دوسروں پر سوار نہ ہو تو اپنا رزق حاصل نہیں کر سکے گا۔ اگر وہ دوسروں کے منہ سے نوالہ نہیں چھینتا تو وہ خود کس طرح کھائے گا؟ اِس کے لئے خوف کا مطلب یہ ہے کہ اگر وہ اپنی طاقت کا مظاہرہ نہ کرے تو وہ دنیا سے کوئی بھی شے حاصل نہیں کرے گا۔ وہ بھوکا، ننگا اور بے گھر ہو کر رہ جائیگا۔ یہ صرف اُس کی تدبیر ہے جو اُسے یہ سب فراہم کرے گی۔ یہ ہی وجہ ہے کہ ایسے لوگ دوسروں کے مال میں سے کھاتے ہیں۔ وہ دوسروں کے حقوق غصب کرتے ہیں، اور جہاں ممکن ہو لوٹ مار کرتے ہیں، صرف اِس لئے کہ اُن کے خیال میں وہ خود ہی ہیں جو اپنے آپ کو رزق فراہم کرتے ہیں۔ یہی وجہ ہے یہ اپنے وقت کے فرعون بن جاتے ہیں۔

اس کے مقابلے میں ایک شخص جو اللہ پر توکّل رکھتا ہے وہ کبھی نااُمید نہیں ہوتا۔ اُسے معلوم ہے کہ اُسے اپنے رزق کے لئے کام کرنا ہے، اور وہ اُس کا نتیجہ اپنے ربّ پر چھوڑتا ہے۔ اگر اُسے رزق مل جاتا ہے تو وہ صرف اللہ کا شکر ادا کرتا ہے، وہ اس بات پر احسان مند ہے کہ اللہ نے اُس کے لئے وسیلہ پیدا فرمایا، اُس نے اُسے کام کے لئے صحت اور حکمت عطا کی ہے، اُس نے اُسے توفیق دی ہے کہ وہ اپنے گزارے کیلئے کام کر سکے۔ جب کبھی بھی اُسے زندگی میں مُشکلات درپیش ہوں، یعنی جب اُس کا ہاتھ

Marfat.com

تنگ ہوتا ہے یا اُس کی صحت گر جاتی ہو، یا خاندان کے تفکرات اُس پر غالب آجاتے ہوں، پھر وہ سمجھ جاتا ہے کہ یا تو یہ اللہ کی طرف سے ایک آزمائش ہے یا یہ مشکلات اُس کے اپنے گناہوں کا نتیجہ ہیں۔ ایسے ہی وقت میں اللہ پر اس کا توکل اُسے زندگی کے نہ موافق حالات سے مقابلہ کرنے کی ہمت عطا کرتا ہے۔ اُس کی دُعا میں شدت آجاتی ہے، اور اس کا صبر و تحمل اُس میں استحکام پیدا کرتا ہے۔ وہ جانتا ہے کہ اُس کی دعائیں بے اثر نہ ہوں گی، اگرچہ یہ اللہ کی رضا پر ہے کہ یہ کب اور کس طرح قبول ہوں گی۔

یہ ہے ایک اللہ والے اور ایک دنیا والے کے انداز کے درمیان فرق۔ اللہ والے میں اطمینانِ قلب، سکون اور امن ہے جس سے اُس کی دنیاوی پریشانیاں ختم ہوتی ہیں؛ یہ سکون کہ اللہ اُس کے ساتھ ہے اور یہ اطمینان کہ جن چیزوں کا نگراں اللہ ہوتا ہے اُن کے بہترین نتائج نکلتے ہیں۔

اس کے برعکس جب دنیا والے مشکلات میں پھنستے ہیں تو وہ اُسکے بارے میں دنیا بھر میں واویلہ مچاتے ہیں، وہ آسمان سر پر اُٹھا لیتے ہیں اور اپنے اردگرد والوں کو بھی تکلیف پہنچاتے ہیں۔ اُن کی بے صبری اُنہیں اپنی مشکلات کو مٹانے کے لئے جلد بازی (شارٹ کٹ) لینے اور ناجائز ذریعے استعمال کرنے پر اُکساتی ہے، ایسا دل تنگ اور بے سکون ہوتا ہے۔ اس میں تفکرات، تشویش، افسردگی اور مایوسی ہے۔ ایسا دل دراصل قلب کی تمام بیماریوں کا مسکن ہے۔ ان بیماریوں میں چند ایک حسد، تکبر، دھوکہ، فریب اور ریاکاری ہیں۔ ایسے لوگ اپنے مقاصد کے لئے دوسروں کو استعمال کرتے ہیں۔ کبھی کبھی یہ دوسروں کے ساتھ اچھے ہوتے ہیں فقط اس لئے کہ اُن کے اپنے مفاد

Marfat.com

ہیں ہے، لیکن جیسے ہی اُن کا مقصد پورا ہوتا ہے وہ اپنی آنکھیں پھیر لیتے ہیں۔

وہ یہ بالکل ہی بھول جاتے ہیں کہ کسی نے اُن پر کوئی احسان کیا ہے۔ چونکہ وہ فقط اپنے آپ پر بھروسہ کرتے ہیں، اس لئے اُنہیں جو بھی فائدہ پہنچتا ہے تو وہ اُسے اپنی قابلیت کا ثمر سمجھتے ہیں۔ اور جب کوئی بُرائی اُن پر پڑتی ہے تو پھر اُس کیلئے دوسروں کو ذمہ دار ٹھہراتے ہیں وہ ایک لمحے کے لئے بھی نہیں سوچتے کہ مصیبت خود اُن کی اپنی بداعمالی کا نتیجہ ہوسکتی ہے، یا بدکاری کا نتیجہ ہوسکتی ہے۔ ایسے لوگ احمقوں کی جنت میں رہتے ہیں۔ اُن کا غرور اور تکبر انہیں ایک ایسی جھوٹی دنیا میں رہنے پر مجبور کرتا ہے، جس میں ہر چیز اُن کے گرد گھومتی ہے اور وہ دوسروں پر خدا کی طرح حکم چلاتے ہیں۔ اُنہیں یہ احساس ہی نہیں ہے کہ اُن کے ظلم سے کتنے دِل چھلنی ہوتے ہیں اور اُن کا تکبر کتنی ایسی چیزیں لوٹتا ہے جو اس کی نہیں ہیں، وہ یہ بھول بیٹھے ہیں کہ وہ کتنے غیر محفوظ اور اُن کا وجود کتنا نازک ہے۔ تقدیر کا ایک ہی جھٹکا اُن کی شان کو خاک میں ملا سکتا ہے اور وہ لمحوں میں اوندھے منہ گر سکتے ہیں وہ یہ بات کیوں بھول جاتے ہیں کہ کوئی اُن کی بداعمالیوں پہ نگاہ رکھے ہوئے ہے اور اُن کے دِلوں کی سیاہی کو جانتا ہے؟

وہ (اللہ تعالیٰ) خاموش کیوں ہے، صرف اس لئے کہ اُس نے لوگوں کی رسی دراز کی ہوئی ہے، تاکہ اُن کا نامۂ اعمال جی بھر کر اُن کی بداعمالیوں سے بھر جائے اور اُن کے فریب کو اُنہیں اپنے جال میں پھانسنے کا زیادہ سے زیادہ وقت مل سکے۔ یہ ہوتا ہے اُن کے ساتھ وہ اپنے ہی جال میں پھنس جاتے ہیں، اور ایک بار جو وہ اللہ کی گرفت میں آجائیں تو پھر کون انہیں اُس کے ہاتھ سے چھڑا سکتا ہے؟

Marfat.com

صرف اللہ ہی ہے جو رزق دیتا ہے، پالن ہار ہے اور جو اپنی مخلوق میں سے ہر ایک کی ضروریات کو جانتا ہے اُسی نے سب کو پیدا فرمایا ہے اور وہی جانتا ہے کہ سب کے لئے بہترین کیا ہے۔ یہ تو فقط انسانی دل میں موجود جلد بازی اور بے صبری ہے جو اُنہیں بتاتی ہے کہ اُن کی دعائیں قبول نہیں ہو رہی ہیں، یا وہ اس آزمائش میں تنہا ہیں اور اُن کی مدد کے لئے کوئی نہیں ہے۔ وہ اُن نعمتوں کا حساب بھول جاتے ہیں جو اللہ نے اُنہیں عطا کی ہیں۔ وہ سمجھتے ہیں کہ وہ تمام نعمتیں ان کا حق تھیں جو انہیں ملنی چاہیئے تھیں۔

اگر آپ جاننا چاہتے ہیں کہ آپ سب پر کتنی عنایتیں کی گئی ہیں، تو جا کر ایک نابینا سے پوچھیں کہ صحت مند آنکھیں کیسی نعمت ہیں، یا جا کر اُس آدمی سے دو سلامت ٹانگوں کی نعمت کے بارے میں پوچھیں جو ٹانگوں سے معذور ہے اور چل پھر نہیں سکتا۔ یا پھر بس دو منٹ کے لئے اپنی ناک اور مُنہ بند رکھیئے اور پھر دیکھئے کیا ہوتا ہے جب ہوا آپ کے پھیپھڑوں تک نہ پہنچے، چاہے صرف ۲ منٹ کے لئے ہی۔ اِن تمام نعمتوں کے لئے آپ کتنے پیسے خرچ کرتے ہیں اور دُنیا کی ان اچھی چیزوں کے بدلے آپ اللہ کی کتنی عبادت کرتے ہیں؟ جب آپ نے اللہ کی دی ہُوئی اِن نعمتوں کو نہیں کمایا ہے اور نہ ہی کما سکتے، تو پھر یہ گھمنڈ اور غرور کس بات کے؟ آپ خود اپنے لئے کیوں جیتے ہیں؟ اور آپ کے ذہن میں یہ جھُوٹا تصوّر کیوں ہے کہ یہ نعمتیں اور آپ کی کامیابیاں، جن کے قصّے آپ سب کو سُناتے رہتے ہیں، یہ سب آپ کے اپنے زورِ بازو کا نتیجہ ہیں۔ یا یہ سب آپ کی اپنی خوبیوں کی وجہ سے ہے۔

Marfat.com

آپ کی شکر گزاری کہاں گئی، کہاں گئی آپ کی انکساری اللہ کے آگے؟ صرف مُنہ سے شکر ادا کرنا اور دل سے نہیں، اس سے کسی کو فائدہ نہیں پہنچتا صرف یہ کہہ دینا کہ: "میرا اللہ پر توکّل ہے" اور دِل سے نا ماننا، اس سے بھی کسی کو فائدہ نہیں پہنچتا۔ اگر شکر دل سے ادا ہوتا ہے تو پھر وہ سب اعضاء اللہ کے حضور عجز و انکساری میں جھک جائیں گے۔ پھر دل زم وگداز ہوگا اور آنکھیں دوسروں کے لئے مہربان اور شفیق ہوں گی۔

شکر صرف اللہ کے لئے ہے، اور یہ صرف اللہ ہی ہے جو شکر کا بدلہ دیتا ہے۔

یاد کرو کہ مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ نے کیا فرمایا تھا: "اللہ کی ابدی رحمت آخر میں ہمیشہ درد کو دَوا میں بدلتی ہے، غم کو علاج میں، اور تباہی کو خوشحالی میں بدلتی ہے۔ جب یہ اُس کے انبیاء اور اولیاء اور اُن سب تک پہنچتا ہے، جو ہر معاملے میں اپنا رخ اُس کی طرف موڑ لیتے ہیں اور جن کا توکّل اُس کی عجیب نعمتوں پر ہے، وہ ایک لمحے کے لئے بھی لغزش نہیں کھاتے۔"

اللہ انسان کی آزمائش کے لئے اس پر آفتیں بھیجتا ہے۔ جب اس سے تنگ آ کے چُور ہوتے ہیں، تو اُن کے دشمن اُن کا مذاق اُڑاتے ہیں کہ: "تم تو اپنے اللہ کی بے کراں رحمت کی تعریفیں کرتے نہیں تھکتے تھے! اَب دیکھو اپنا حال! کتنے بدحال اور تنہا ہو چکے ہو؟ تمہارا بچانے والا تمہارے لئے کیا مدد بھیج رہا ہے؟"

اللہ کے سچے عاشقین جواب دیں گے: "جی ہاں! ہم کمزور اور ٹوٹ پھوٹ گئے ہیں، اور ہماری زمینی رُوح کے باعث ہم دُکھی ہیں (لیکن) اس کے باوجود ہم اپنی رُوح کی گہرائیوں میں ایک مضبوط یقین رکھتے ہیں، جو ہیرے کی طرح سخت اور چمکدار ہے

Marfat.com

کیونکہ اللہ کا وعدہ یاد ہے اور ہم اُس پر یقین رکھتے ہیں جو مجسم انصاف ہے۔ وہ اِس زہر کو چینی میں بدل دے گا' وہ ان تکلیف دہ تاریکیوں کو موسم بہار کی روشنیوں میں بدل دے گا' اور وہی اپنے محتاط ہاتھوں سے شکستہ مقدر کو دوبارہ جوڑے گا۔"

خوشخبری ہے اُن لوگوں کے لئے جو یقین رکھتے ہیں اور رکھتے ہی جائیں گے۔

عاشقین کامیاب ہوئے، اللہ کی نصرت عام پہنچائی ہر ایک غم و اَلم کے بدلے، ہر ایک تضحیک اور ستم کے بدلے، (اور) اُنہیں ہزاروں زرخیز بھلائیاں ملی ہیں۔ اُنہیں ہر ایک جدائی کے بدلے ہزاروں محبتیں ملی ہیں۔ مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: "کھنڈرات میں مُرادوں کے گلاب کِھلتے ہیں۔"

دعا ہے کہ اللہ ہمیں اپنی نوازی ہوئی تمام نعمتوں کے لئے خلوصِ دل سے اپنا شکر گزار بنائے، اللہ ہمیں مسلمان بنائے، اُمتِ محمدی میں پیدا کرنے اور مُرشدِ کامل عطا کرنے پر پُرخلوص ہدیۂ تشکر پیش کرنے کی توفیق دے جنہوں نے ہمیں یہ تعلیم دی ہے کہ ہم اپنے ایمان کو اس طرح مضبوط بنائیں کہ کوئی طوفانِ آخر اُسے ہچکولے نہ دے سکے۔

آمین

(ثم آمین)

Marfat.com

صبر و توکّل اور آخرت کی تیاری

شروع اللہ کے بابرکت نام سے، جو نہایت رحم والا اور بڑا مہربان ہے، وہ جو تمام عالمین کا رب ہے، وہ جو سب کے دلوں کو جانتا ہے، اور جو اُن دلوں کا پاسبان ہے۔

درود و سلام اللہ کی رحمت پر، اُس کے نبیٔ مکرم پر؛ اور اللہ کی رحمتیں اُن کے اہلِ بیت اور اُن کے صحابۂ اکرام پر بھی ہوں۔

ھُو

سلام، رحمت اور برکتیں ہوں آپ سب پر اور آپ کے پیاروں پر۔ سلامتی ہو اُن سب پر جو یہ جانتے ہیں کہ محبّت کے اسباق کو سیکھنے کا بہترین ذریعہ راہِ طریقت ہے۔

کچھ دن سخت اور کچھ آسان ہوتے ہیں۔ وقت کبھی ایک جیسا نہیں رہتا۔ ہر مشکل کے ساتھ آسانی آتی ہے اور ہر آرام کے ساتھ سختی اور مشکلات ہوتی ہیں۔ جیسا کہ رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیارے حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے فرمایا: "جب سختی انتہا تک پہنچتی ہے تو آسانی پیدا ہوتی ہے، اور جب بَلا کی کڑیاں کستی ہیں تو اُمید کی کرن پھوٹتی ہے۔"

صَبر اور توکّل اللہ کی دو نہایت خوبصورت نعمتیں ہیں۔ یہ اُن لوگوں کی زندگیوں میں اُمید کے چراغ روشن کرتی ہیں جن کی زندگیاں سختیوں کے بوجھ تلے دبی ہوئی ہیں۔

صَبر انبیاء علیہم السلام اور اولیاءِ کرام کا امتیازی شعار ہے۔ صَبر وہ تلوار ہے جو

Marfat.com

رنج وغم کی زنجیروں کو کاٹتا ہے۔ اُمید ایک نئے دن کے طلوع کی طرح ہے، صبح کی پہلی کرنوں کے مانند جو ایک نئے آغاز کی علامت ہیں۔ ہر نیا دن اُمید ہے، اُمید کے غم والی رات ختم ہوئی اور ایک نیا دن حالات کو بدلنے کا پیش خیمہ ہوگا۔ اُمید دُعا کا نتیجہ ہے، وہ دُعا جو خلوصِ دل اور پروردگار پر پورے ایمان کے ساتھ نکلی ہو۔

کیا ہر چیز جو واقع ہوتی ہے آپ کی تقدیر کا نتیجہ نہیں ہوتی؟ مجھے بتائیے کہ وہ تقدیر کس نے لکھی ہے؟ کیا وہ آپ کا رب نہیں ہے، زبردست قوّت والا، نہایت رحم والا جس نے آپ سب کو پیدا فرمایا ہے، جو سب کو رزق فراہم کر رہا ہے، اور جو ہر وقت آپ کا خیال رکھتا ہے؟ کیا یہ وہی نہیں ہے جو ہر وقت آپ سب کی دُعائیں سنتا ہے اور آپ سب کا اکیلا رازق کون ہے؟ تو پھر اتنی نااُمیدی کیوں ہے اور آپ کے دلوں میں اتنی گھٹن کیوں ہے؟ آپ اللہ اور اُس کی ربانیت پر بھروسہ کیوں نہیں رکھتے؟ آپ میں سے اکثر پریشان اور فکرمند ہیں، دن رات اپنی زندگی کے لئے کوشاں ہیں، اپنی آمدنی کیلئے کوشاں ہیں، اپنے بچّوں کی پرورش اور لوگوں سے اپنے تعلقات کو قائم رکھنے کے لئے کوشاں ہیں۔ جب کوئی اچھائی آپ کو دی جاتی ہے تو آپ اُسے اپنے زورِ بازو کا نتیجہ سمجھتے ہیں۔ لیکن جب کوئی مصیبت آتی ہے تو آپ اللہ پر اُس کا الزام ڈالنا شروع کر دیتے ہیں۔ ایسی ہے آپ کے ایمان کی کمزوری۔ یہی وجہ ہے آپ کے بخیل ہونے کی، آپ اپنے پیسے اس خیال سے اپنے دانتوں میں دبائے رکھتے ہیں کہ اگر آپ نے کسی کو دیدیئے تو پھر کل آپ کیا کھائیں گے؟ دینے میں نہ صرف آپ کا دل تنگ ہے، بلکہ یہ رشتوں کے معاملات میں بھی تنگ ہو جاتا ہے۔ آپ اپنے سے کمزور تر لوگوں پر حکومت

Marfat.com

کرتے ہیں، حکم چلاتے ہیں اور اُن سے بُرا سلوک کرتے ہیں۔ آپ رشتوں میں برابری قائم نہیں رکھتے۔ آپ کی زندگی کا پلڑا ہر وقت آپ کے اپنے مفاد کے لئے بھاری رہتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ جو لوگ آپ کے ماتحت ہیں، چاہے وہ آپ کے بچے ہوں، آپ کے جیون ساتھی ہوں، آپ کے بوڑھے والدین ہوں، یا آپ کے غریب رشتے دار وہ سب اپنے لئے آپ کے رویے میں کوئی نرمی نہیں پاتے۔ آپ کی زیادہ تر مشکلات کا باعث بھی آپ کا اپنا یہی رویہ ہے۔ (یعنی) آپ کا اپنا غیر متوازن طریقۂ زندگی ہے۔

اگر آپ کھاتے ہیں تو بے تحاشہ کھاتے ہیں، اگر آپ پیسے کے پیچھے دوڑتے ہیں تو پھر وہ آپ کی زندگی کی دَوڑ بن جاتی ہے۔ اگر آپ آسائشوں کے پیچھے لگ جاتے ہیں، تو پھر آپ تمام عمر یہی کرتے ہیں۔ اللہ کے تمام مؤمنین کہاں چلے گئے ہیں؟ وہ تمام لوگ آخر کہاں گئے جن کی جبینیں اللہ کے نور سے دمکتی تھیں اور جن کا گوشت و ہڈیاں خوفِ خدا سے تھر تھر کانپتا تھا؟ جن کے قلوب اُن کے اللہ کے سامنے ہر وقت سجدہ ریز ہوتے تھے، اور جن کی پیٹھ اپنے اطراف کے لوگوں کی مدد کیلئے جُھکی رہتی تھی؟ کیا ایسے لوگ مطمئن زندگی نہیں گزارتے تھے۔ کیا اُن کا کھانا اور لباس مناسب نہیں ہوتا تھا اور کیا اُن کے سَروں پر سائبان نہیں ہوتا تھا؟

ایک مؤمن اور آج کے ایک عام مسلمان میں فقط یہ فرق ہے کہ ایک مومن کو کل کی ہرگز فکر نہیں ہے، لیکن آج کا آدمی تفکرات کی ایک لمبی فہرست لئے ہوتے ہے جو کبھی ختم نہیں ہوتی۔ ایک مؤمن اللہ سے ڈرتا ہے جبکہ آج کا انسان دنیا سے ڈرتا ہے۔ مؤمن کے دل میں سکون اور اطمینان ہے، یعنی کا اہل سکینت، جبکہ آپ

Marfat.com

کے دَور کے لوگ زندگی کی فکر و پریشانی میں جکڑے ہوئے ہیں روزانہ جب وہ صبح اُٹھتے ہیں، تو اُنہیں روزگار کی فکر ستاتی ہے، اُنہیں اِس نئے دن کی فکر ہوتی ہے۔ اکثر اوقات تفکرات بے بنیاد ہوتے ہیں۔ وہ فکر منداس لئے ہوتے ہیں کہ اُنہیں فکر کرنا پسند ہے۔ وہ فکر منداس لئے ہوتے ہیں کہ اُن کی اپنی بداعمالیوں اور خود غرضیوں نے اُن کی زندگیوں کو اُلجھا دیا ہے۔

ایک لمحے کے لئے ذرا اپنی زندگیوں کا موازنہ دنیا میں رہنے والی دوسری مخلوق سے تو کیجئے۔ جب کوئی پرندہ جاگتا ہے، تو پہلا کام جو وہ کرتا ہے وہ ہے اپنے رب کی حمد و ثنا۔ پھر وہ اُڑ کر چلا جاتا ہے اپنے اور اپنے بچوں کے لئے غذا تلاش کرنے اللہ ان تمام پرندوں کو رزق دیتا ہے۔ وہ تمام کیڑے مکوڑوں، مچھلیوں، رینگنے والے جانوروں اور اُن کو بھی دیتا ہے جنہیں آپ ننگی آنکھ سے دیکھ نہیں سکتے۔

آپ نے ایسا کب دیکھا ہے کہ آپ کے ربّ نے اپنی کسی مخلوق کی کفالت نہیں کی ہو، یا وہ اُن کی دیکھ بھال سے قاصر رہا ہو۔ کیا آپ نے کبھی کسی پرندے یا جانور کو اختلاجِ قلب یعنی (ہارٹ اٹیک) سے مرتے دیکھا ہے اس فکر میں کہ اُنہیں اگلا کھانا کب نصیب ہوگا۔ یا کیا آپ نے اُن کو مستقبل کے فکر اور اندیشے سے مرتے دیکھا ہے۔ یہ سب مخلوق جانتی ہیں کہ اُن کو اپنی غذا کے لئے کام کرنا ہے۔ یہی سبب ہے کہ وہ بلندیوں اور پستیوں میں کھانا تلاش کرتے ہیں۔ اُنہیں اس بات کی فکر نہیں ہے کہ اُن کا اگلا نوالہ کہاں سے آئے گا۔

آپ یہ بھی دیکھ سکتے ہیں کہ حتیٰ کہ چھوٹے طفل اور بچے بھی ہر وقت مطمئن رہتے

Marfat.com

ہیں۔ وہ کھیلتے ہیں، مُسکراتے ہیں، اور ہنستے ہیں۔ کیا آپ نے کبھی اُن کی پیشانیوں پر اس بناء پر شکن اُبھرتے دیکھا ہے کہ اُن کے لئے دودھ کی نئی بوتل کب آئے گی، یا اُنہیں اگلے چند گھنٹوں میں کون کھلائے گا۔ جب یہ معصوم بچّے پریشان نہیں ہوتے تو پھر آپ سب دنیا کے لئے کیوں پریشان ہوتے ہیں؟ اس دنیا کے لئے پریشانی شیطان کا ایک وسوسہ ہے۔ یہی ہے جو یہ بات آپ کے دل میں ڈالتا ہے کہ پیٹرول کی قیمتیں بڑھ رہی ہیں، (تو) آپ اپنا کھانا کہاں سے حاصل کریں گے؟ یہ وہی ہے جو آپ کے دل میں یہ خیال ڈالتا ہے کہ میں کمپنی کے اکاؤنٹ میں سے چند رُوپے کیوں نہ لے لوں، ورنہ میں اپنے اخراجات کس طرح پورے کروں گا۔ اُس کے خیالات اس حد تک نہیں جاتے ہیں کہ: "اگر تنگی ہے تو وسائل بھی اللہ ہی پیدا کرتا ہے کمی میں برکت بھی وہی ڈالتا ہے، اور دل میں اطمینان بھی اُسی ہی کی دین ہے۔"

جب کسی انسان میں صبر اور اللہ پر توکّل نہیں رہتا، جب وہ اپنے اگلے کھانے کے لئے فکرمند ہو جاتا ہے، تو وہ فکر و مایوسی میں مبتلا ہو جاتا ہے اور پھر اُسکے سوچنے کی صلاحیت کم ہوتی ہے، اُس کے مزاج میں سختی آجاتی ہے اور وہ ناجائز ذریعے پر اُتر آتا ہے۔ اُس کی خوشی اُس سے چھن جاتی ہے، اُس کی دُعائیں کمزور پڑ جاتی ہیں اور اُس کی اُمیدیں مرجاتی ہیں اس کی بداعمالیوں کی وجہ سے، اور اس کے دل کی تنگی کے باعث وہ نشانِ افسوس بن جاتا ہے نہ صرف اپنے لئے بلکہ اپنے اردگرد رہنے والوں کے لئے بھی۔ وہ نہ فقط خود کو تکلیف دیتا ہے بلکہ جو اُس کے اپنے ہیں اُن کو بھی تکلیف میں ڈالتا ہے۔ بدقسمتی سے انسان کو گھیری ہوئی اِن تمام مصیبتوں کا سبب دنیا ہے۔ یہ

Marfat.com

دنیا ہی ہے جس کے لئے وہ فکر مند ہیں، اپنے روزگار کے لئے، اپنے بچوں کے لئے، اپنے مکانات کے لئے، یا دنیاوی مستقبل کے لئے پریشان ہیں۔ اُنہیں کبھی بھی اپنے اعمال یا آخرت کی فکر نہیں ہے۔ اُن کو تو صرف یہ فکر ہے کہ اس دنیا میں کس طرح اُمیر بنا جائے۔ اُنہیں یہ احساس ہی نہیں کہ وہ اگلے جہان کے لئے کس قدر غریب ہیں۔ وہ اپنی حماقت میں اپنے بچوں کو بھی عاقبت کی زادِ راہ سے محروم رکھتے ہیں کیونکہ اُن کے بچے بھی بچپن سے ہی صرف اس دُنیا کی فکر کرنا سیکھتے ہیں۔

یہ لوگ کیوں بھول جاتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کیا ارشاد فرمایا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "دُنیا کو دُنیا داروں کے لئے چھوڑ دو۔ جس نے دنیا سے بقدرِ کفایت سے زیادہ لیا تو اس نے اپنی ہلاکت لے لی اور وہ محسوس نہیں کر رہا۔" حضور سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "ابنِ آدم کہتا ہے "میرا مال، میرا مال" تیرا مال صرف وہی ہے جو تو نے کھا کر ختم کیا، پہن کر بوسیدہ کر لیا، یا صدقہ دے کر (آخرت کے لئے) باقی رکھ لیا۔" پھر ایک دفعہ نبیٔ مقبول صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ فرمایا، "ابنِ آدم کے تین دوست ہیں۔ ایک روح قبض ہونے تک اُس کے ساتھ رہتا ہے، دوسرا قبر تک اُس کے ساتھ رہتا ہے، اور تیسرا حشر تک ساتھ جاتا ہے۔ روح قبض ہونے تک ساتھ رہنے والا اُس کا "مال" ہے، قبر تک ساتھ جانے والا "اہل و عیال" ہیں، اور میدانِ محشر تک جانے والا اُس کا "اعمال" ہے۔

حضرت علی بن زید رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ فرماتے ہیں، "دُنیا شکل بدل کر میرے سامنے آئی، اس پر ہر طرح کی زیب و زینت تھی، میں نے کہا کہ: "میں تیرے شر سے اللہ کی پناہ مانگتا ہوں"۔ تو دنیا یہ کہنے لگی: "اگر تم یہ پسند کرتے ہو کہ اللہ تمہیں مجھ سے پناہ میں رکھے تو درہم

Marfat.com

ودینار سے نفرت کرتے رہو۔ یہی ساری دنیا ہے، کیونکہ درہم ودینار کے ذریعے ہی ساری دُنیا تک رسائی ہوتی ہے، جس نے اِن دونوں پر صبر کیا اُس نے گویا دنیا سے صبر کیا۔"

اسی طرح حضرت محمد بن کعب قرظی رحمۃ اللہ علیہ کو بہت سال مال ملا، کسی نے کہا:

"کاش! آپ یہ اپنے بعد اپنے بچوں کے لئے جمع کر دیتے۔" آپ نے فرمایا: "نہیں بلکہ میں اس مال کو اپنے ربّ کے پاس اپنے لئے جمع کر دوں گا، اور اپنے رَبّ کو اپنے بچوں کے لئے چھوڑ رہا ہوں۔"

اسی طرح یحییٰ بن معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں: "موت کے وقت بندے پر اپنے مال کے سلسلے میں دو ایسی مصیبتیں آتی ہیں جو پہلوں نے اور پچھلوں نے کبھی نہیں سُنیں۔" پوچھا گیا: "وہ کونسی ہیں": فرمایا: "سارا مال بھی لے لیا جاتا ہے، اور سارے کے متعلق پوچھا بھی جاتا ہے۔"

تو پھر دیکھا آپ نے کہ دنیا کے لئے یہ محبّت کتنی ظاہری ہے اور یہ محبت کس کس طرح انسان کی آنکھوں کو دوسری دنیا کو دیکھنے سے بند کر دیتی ہے۔ یہ صحیح ہے کہ:

"یہ دنیا دراصل دھوکہ ہے"۔ یہ دراصل دنیا کی محبت ہی ہے جو دلوں سے توکّل کو ہٹا دیتی ہے، جو صبر کو بھاپ کر دیتی ہے، اور جو زندگیوں میں فکر اور افسردگی لاتی ہے۔ ایک زندگی جو فقط چند سانسوں پر مشتمل ہے، اُس کو تو اتنی زبردست اہمیت دی جاتی ہے، لیکن وہ زندگی جو کبھی ختم نہیں ہوگی اُسے مکمل نظر انداز کیا جاتا ہے۔

کیا آپ نے کبھی اللہ کی کوئی دوسری مخلوق کو اتنا نادان اور احمق دیکھا ہے ذہن وقلب کے اعتبار سے؟ کہتے ہیں کہ ایک بار کسی بادشاہ کا عقاب اس کے محل

Marfat.com

سے اُڑ کر چلا گیا اور قرب و جوار کے ایک بڑھیا کے گھر پر جا کر اُترا۔ بڑھیا نے عقاب کے بڑے پنجوں اور پھیلے ہوئے پروں کو کاٹ کر چھوٹا کر دیا یہ کہتے ہوئے کہ: "کس بیکار انسان کے پاس اب تک تم رہے ہو جس نے تمہیں ایک یتیم بنا کر چھوڑا ہے۔" وہ عورت یہ نہیں جانتی تھی کہ عقاب کے لمبے ناخن اور بڑے پر اُس کی خوبیاں ہیں جو شکار کھیلنے کے لئے ضروری ہیں۔ عقاب میں کمالیات کی ایک علامت کو بڑھیا نے ناواقفیت کی وجہ سے کمزوریاں خیال کیا۔ ناخن اور پروں کو کاٹ کر اُس نے عقاب کو ناکارہ بنا دیا۔ اس دوران بادشاہ عقاب کو تلاش کرتا رہا۔ ایک دن وہ تلاش کرتے عورت کے گھر پہنچا۔ عقاب کو اس حالت میں دیکھ کر وہ رونے لگا۔ عقاب نے جب یہ منظر دیکھا تو کہنے لگا: "اے بادشاہ! میں اپنے آپ سے شرمندہ ہوں میں توبہ کرتا ہوں اور آپ سے ایک نیا وعدہ کرتا ہوں۔" دانا کہتے ہیں کہ: "دُنیا اُس بڑھیا کی طرح ہے جو کوئی بھی اس کے پاس اُتر آتا ہے وہ بالکل اِسی طرح بے توقیر اور احمق بن جاتا ہے۔ جو کسی نادان سے دوستی کرتا ہے اُس کا انجام بھی اس عقاب جیسا ہو گا جو اس بڑھیا کے ہاتھوں ہُوا۔"

اے اُمّتِ محمدی! اس خطاب کے کئی اخلاقی پہلو اور نصیحتیں ہیں۔ بس اس کا انحصار اس بات پر ہے کہ آپ میں سے کتنے اس سے سبق لینا چاہتے ہیں اور کتنے اُنہیں سنتے ہیں اور پھر گھر جا کر بھول جاتے ہیں۔ اس کا اوّلین اخلاقی نتیجہ یہ ہے کہ پریشانی اور افسردگی کا تعلق اللہ کے مؤمنین سے نہیں ہے۔ وہ دَراصل شیطانی وسوسے ہیں جو اس وجہ سے پیدا کئے جاتے ہیں تاکہ صبر و توکل دلوں میں داخل نہ ہو

Marfat.com

پائیں۔ اگر کسی کی تشویش آخرت کے لئے ہے تو یہ اُس کیلئے بہترین ہے، لیکن بدقسمتی سے آپ میں سے اکثر کی پریشانی اس دُنیا کے لئے ہے۔ مثلاً جب وہ دیکھتے ہیں کہ دنیا اُن کے ہاتھوں سے نکلی جا رہی ہے، تو وہ رونے اور چیخنے چلّانے لگ جاتے ہیں جس کے نتیجے میں پھر وہ پریشانی اور افسردگی میں مبتلا ہو جاتے ہیں۔ وہ دنیا جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیرِ مبارک کا ٹھوکر تھی، وہ اب آپ کے زمانے کے لوگوں کے سر کا تاج ہے۔ کتنے بڑے خسارے کا سودا آپ لوگوں نے کیا ہے اور اپنے اور اپنے بچوں کے بارے میں یہ کیسی احمقانہ اُمیدیں آپ نے باندھ رکھی ہیں۔

اے اُمتِ محمدی! اللہ آپ کو یہ سب بتا تا رہے گا۔ اُس کی یہ صدا اُن سب دلوں کے لئے ہے جو اِس ہنگامہ خیز دور میں سُو رہے ہیں، عظیم طوفان کے دور میں جو آپ کے سروں پر منڈلا رہا ہے۔ آپکے خیال میں اور کتنا وقت رہ گیا ہے جب زبردست دجّالی موجیں اُن لوگوں کو ہڑپ کرنے کے لئے تیار ہونگی جو اِن ہلاکت خیز قوتوں سے بے خبر ہیں؟

گھڑیوں کی سوئیاں بڑی تیزی سے چل رہی ہیں اور دنیا کے حالات اس سے بھی زیادہ تیزی سے بدل رہے ہیں۔ صرف وہ ہی لوگ خود کو بچا سکتے ہیں جو اللہ کی نشانیوں کو دیکھنے کے قابل ہوں۔ مگر افسوس، اکثریت اُن لوگوں کی ہوگی جو اپنے سُہانے خوابوں میں بے خبر سو رہے ہوں گے۔ فکر صرف اپنی آخرت کی کریں۔ فکر اِس بات کی کریں کہ آپ اپنے مستقبل کے لئے کیا بو رہے ہیں۔ فکر اس بات کی کریں کہ آپ کس طرح خود کو اور اپنے گھرانے کو اُس تباہ کن طوفانِ آخر سے بچائیں گے۔ آپ کے

Marfat.com

تفکرات یہی ہونے چاہئیں نا کہ یہ کہ "میں کل کہاں سے کھاؤں گا یا میں اپنے بیٹے کے لئے مکان کیسے بناؤں گا"۔ یاد رکھیئے یہ وہی زمانے ہیں جن کے بارے میں اللہ کے پیغمبروں نے اپنی اُمتوں کو خبردار کیا تھا، یعنی زبردست تباہی اور فتنے کے زمانے سے۔

اللہ ہم سب کو طوفانِ آخر کے شر سے بچائے اور اپنی پناہ میں رکھے۔

آمین

(ثم آمین)

Marfat.com

زمان (وقت)

• آخری دن کا منظر

شروع اللہ کے بابرکت نام سے جس نے زمان (وقت) کو پیدا فرمایا اور اُسے امتحانات اور آزمائشوں کی زنجیروں سے باندھ رکھا ہے۔ اُس نے یہ وقت دُنیا کو دیا ہے تاکہ اس دنیا میں رہنے والوں کے لئے ایک عارضی مسکن بن سکے۔ بے شک تمام تعریفیں اللہ کے لئے ہیں۔

دُرود و سلام نبیٔ خاتم الزماں پر جو آخری اُمّت کے رسول ہیں، جو نرم دل والے ہیں، اور اُن سب کے لئے مہربان ہیں جو اُن سے نسبت رکھتے ہیں۔

سلام، رحمت اور برکتیں آپ سب کے لئے اور آپ کے گھرانوں کے لئے۔

سلامتی ہو اُن خوبصورت دِلوں کے لئے جو فقط اپنے رسول کے عشق میں جیتے ہیں۔

"وقت" اُس دنیا کا ایک حصّہ ہے۔ یہ دراصل اس دُنیا کے مختلف اَدوار کو ناپنے کا ایک پیمانہ ہے۔ یہ اس زمین کی عمر کو ناپتا ہے، یہ مختلف موسموں اور اُن کی میعاد کو ناپتا ہے۔ یہ اس بات کو ناپتا ہے کہ ایک بچّہ کب پیدا ہوا اور ایک آدمی کب مَرتا ہے، یعنی یہ زندگی اور موت کے دورانیئے کو ناپتا ہے، تو پھر ہم کہہ سکتے ہیں کہ وقت پیمانے کا ایک جز ہے۔ تمام تخلیقات وقت کے ساتھ جاری ہوئی ہیں۔ وہ اپنے وقت سے پہلے اس دُنیا میں نہیں آسکتیں، اور بالکل اسی طرح اپنے وقت سے پہلے اس جگہ سے جا نہیں سکتیں، وقت

Marfat.com

بالکل ایسا ہی ہے کہ جیسے آپ اپنی مٹھی میں ریت پکڑے ہوئے ہیں؛ آپ چاہے کتنی ہی کوشش کیوں نہ کریں اس ریت کو باقی رکھنے کے لئے، تمام ریت کے ذرّات آپکی انگلیوں کے ریخوں سے بہہ نکلتے ہیں۔ وقت کی مثال ایسی ہی ہے۔

یہ پانی کی طرح ہے جو اُبلنے پر بھاپ بن جاتا ہے۔ اللہ نے اپنی تمام تخلیقات میں گھڑیاں لگا رکھی ہیں۔ یہ گھڑیاں اُس وقت چلنا شروع کرتی ہے جب وہ تخلیق دنیا میں داخل ہوتی ہیں۔ یہ ایک خاص دورانئے تک چلتی رہتی ہیں، اور پھر ایک مقررہ وقت پر چلنا بند کر دیتی ہیں۔ "وقت" دراصل اُس تخلیق کے عرصۂ حیات کو ناپ رہا ہوتا ہے اور جب وہ تخلیق اپنی حیات کے اختتام کو پہنچ جاتی ہے، تو اس کا کام رُک جاتا ہے اور اُس کے ساتھ ہی اُس شخص کی سانسیں بھی رُک جاتی ہیں۔

"وقت" ایک نہایت ہی قیمتی شے ہے۔ کوئی نہیں جانتا کہ کسی جاندار کے پاس باقی کتنا وقت بچا ہے۔ آپ نے ایک ایسا تنومند (تناور) درخت دیکھا ہو گا جس کی جڑیں زمین کے اندر کئی گز پھیلی ہوئی ہوں گی۔ آپ سوچتے ہوں گے کہ آپ کے بچوں کے بچے اس درخت کے سائے میں کھیلیں گے۔ تو گویا ایک لحاظ سے آپ اُس درخت کی قوت اور عرصۂ حیات پر بھروسہ کر رہے ہوتے ہیں، لیکن یہ بھی عین ممکن ہے کہ جب آپ دوسری صبح جاگیں گے تو آپ پائیں گے کہ وہ درخت گزشتہ رات کی طوفانی ہوا کے شدید تھپیڑوں سے اُکھڑ کر زمین بوس ہو گیا ہو۔ وہ درخت جو بظاہر سینکڑوں برس تک زندہ رہ سکتا تھا، غیر متوقع طور سے محض ایک ہی رات میں ٹوٹ کر گر گیا۔ بالکل اسی طرح جب ایک آدمی پرورش پاتا ہے تو وہ اپنے ماہ و سال کی منصوبہ بندی کرتا ہے۔

Marfat.com

وہ اپنی پیشہ ورانہ زندگی کا منصوبہ بناتا ہے، وہ نہ صرف اپنے مستقبل کی منصوبہ سازی کرتا ہے، بلکہ اُن تمام لوگوں کے مستقبل کی بھی جو اُس کے زیرِ کفالت ہیں۔ مگر وہ کس طرح اتنی طویل اور تفصیلی منصوبہ بندی کر سکتا ہے جبکہ اُس کے پاس خود اپنی اگلی سانس کی ضمانت نہیں۔ جب ایک بچہ جنم لیتا ہے تو کون کہہ سکتا ہے کہ اُس کی زندگی کتنی ہوگی، یا وہ اس دنیا میں اپنے پُورے عرصۂ حیات میں کیا کچھ حاصل کرے گا۔

وقت اس دنیا میں رہنے والے ہر ایک کو غیر یقینی صورت حال میں رکھتا ہے۔ تاہم ایسا لگتا ہے کہ دُنیا والے وقت کو ایک مختلف زاویے سے لیتے ہیں۔ وہ سمجھتے ہیں کہ اُن کے خاتمے میں ابھی کئی برس باقی ہیں۔ وہ ایسا ہی سوچتے ہیں چاہے اُن کی عمر ۱۵ برس کی ہو یا ۵۰ برس کی۔ عجیب بات یہ ہے کہ وہ ایسا اُس وقت بھی سوچتے ہیں جب وہ اپنے ۸۰ کے پیٹے میں یا ۹۰ کے پیٹے میں ہوتے ہیں۔ زندگی کے لئے اُن کی حرص کبھی ختم نہیں ہوتی۔ اُن کے خیال میں موت اُن کے سوا، باقی سب کے لئے ہے۔

یہی سبب ہے کہ موت کا خوف اُن کے دلوں سے صاف کر دیا گیا ہے۔ وہ دل جو موت سے نہیں ڈرتا، اُسے اپنی عاقبت (موت) کا کوئی غم نہیں۔ وہ اس حقیقت کو نظر انداز کرے گا کہ وہ اپنے اعمال کے لئے کسی کو جوابدہ ہے۔ اُس کا دغاباز ذہن اُس سے دھوکہ بازی کرے گا اور اُسے کہے گا کہ وہ کئی سال آگے کی منصوبہ بندی کرنا جاری رکھے، لیکن وہ منصوبے صرف اِس دنیا سے متعلق ہوں گے، اُس کے خیالات اس زمین پر اُس کی اپنی زندگی پر مرکوز ہوں گے۔ اُس کی وجہ یہ ہے کہ یہ زمین ہی ایسی واحد جگہ ہے جسے وہ اپنے حواسِ خمسہ سے دیکھتا ہے۔ وہ رنگوں، چہروں اور فطرت

Marfat.com

کے حُسن کو دیکھتا ہے۔ وہ اپنے دوستوں اور پیاروں کی موج مستیوں کی آوازیں سنتا ہے، اُسے مال و دولت کی تازہ خوشبو آتی ہے۔ وہ مزیدار کھانے چکھتا ہے، اور اپنے جسم پر نرم ریشم اور کشمیرے کی لمس محسوس کرتا ہے۔ بس یہی زندگی اُسے منظور ہے کیونکہ یہ ہی اُسے اُس کے ۵ حواس دیکھاتے ہیں۔

اس نے اپنی چھٹی حِس کو مکمل طور سے بند کیا ہوا ہے، یعنی اپنی رُوحانیت کی حِس کو، جو اُس پر غیب کی دُنیا کے سَربستہ رازوں کو کھولتی لیکن بدقسمتی یہ ہے کہ آج کا انسان اِن تمام چیزوں سے الگ رہنا پسند کرتا ہے صرف اس لئے کہ یہ اُس کے آرام و آسائش میں خلل نہ ڈالے۔ اُسے یہ خوف ہے کہ اگر اُس نے غیب کی دنیا کو چُن لیا تو وہ اس زندگی کی بہت ساری آسائشوں سے محروم ہو جائیگا۔ اُس کا دل پھر سازش کر کے کہتا ہے: "تمہیں کیسے معلوم ہے کہ "آخرت" میں تمہیں کتنا ملے گا؟ یہ بہتر نہیں کہ تم اس دنیاوی زندگی کے مزے لُوٹو، اور اس سے زیادہ سے زیادہ حاصل کرو؟" یہ الفاظ اُس شخص کو واپس اُس کی میٹھی نیند کی طرف لوٹاتے ہیں اس حقیقت سے بے خبر کہ اُس کے اندر کی گھڑی تیزی سے چل رہی ہے۔

ابھی چند ہی سال پہلے وہ ایک بچّہ تھا، پریشانیوں اور ذمہ داریوں سے آزاد، پھر یہ بچہ ایک نوجوان میں بدل گیا، قوّت و جذبے سے بھرپور۔ مگر وقت یہیں پر نہیں رُکا۔ جلد ہی یہ نوجوان ایک پختہ بالغ شخص میں پروان چڑھا ڈھیر ساری ذمہ داریوں کیساتھ، اپنے اکثر معاملات میں خود فیصلہ کرنے والا۔ وقت یہاں بھی نہیں رُکا۔ یہ پختہ بالغ جوان بھی ایک ادھیڑ عمر کے دانا شخص میں بدل جاتا ہے، جو اتنا زیادہ متحرک نہیں لیکن پھر بھی

Marfat.com

اپنے دنیاوی معاملات میں دانا۔ (عقلمند)

کیا وقت کسی بھی لمحے رُکا؟

اور بہت جلد وہ لوگ جو اس دنیا کی تازہ ہوا میں سانس لے رہے تھے، وہ گہری، تاریک قبروں میں لیٹے ہوئے ہوں گے جہاں اُن کے ساتھی فقط اُنکے اعمال کے نتائج ہوں گے۔ وقت یہاں بھی نہیں رُکے گا، لیکن اس بار وقت دنیا کے وقت سے مختلف ہوگا۔ اعمال کے مطابق وہ وقت یا تو تکلیف دِہ ہوگا، یا پھر پُرسکون نیند والا۔ لیکن یہ نیند بھی عارضی ہوگی، کیونکہ یہ نیند تو صرف اُس "گھڑی" تک کے لئے ہوگی، یعنی یومِ حساب کے آنے تک۔

اگر آپ پیچھے جھانکیں گے تو کیا آپ کو یہ محسوس نہیں ہوتا کہ آپکے سارے سال، یعنی آپ کا بچپن، آپ کا لڑکپن، آپ کی نوجوانی، یہ سارا دور پلک جھپکتے ہی گزر گیا؟ چاہے کوئی کتنی ہی کوشش کرلے وہ پھر بھی وقت کی ہوا کے ظالم تھپیڑوں کو نہیں روک سکتا۔ ہوا کا ہر تھپیڑا انسانی چہرے پر ایک اضافی جُھرّی لانے کا باعث ہے۔ یہ بالوں میں سیاہی کے بدلے سفید رنگ لاتا ہے، اور یہ بدن سے قوت کو ختم کرتا ہے جس سے آپ کی ہڈیاں کمزور اور اکڑ جاتی ہیں۔

اس کے باوجود آپ کے زمانے کے اکثر لوگوں کی لاپرواہی نہیں رُکتی۔ لاپرواہی اور بے حسی جاری رہتی ہیں۔ کون اِن کو روک سکتا ہے، یا کون ان کو کچھ سکھا سکتا ہے؟ یہ صرف "وقت" ہوگا جو زندگی کی حقیقت اِن کو دِکھلائے گا، لیکن افسوس! کیا اُسوقت تک بہت دیر نہیں ہو چکی ہوگی؟ جب وہ چاہیں گے کہ کاش وہ "وقت" کو واپس لاسکتے

Marfat.com

ہوں، یعنی اس دنیا کے اُس وقت کو جسے وہ کھیل کود میں اور اپنی حماقت اور نافرمانی میں برباد کر چکے ہوں گے، کیا وہ "وقت" کبھی واپس آسکتا ہے؟ کیا آپ نے کبھی کسی گھڑی کے کانٹوں کو اُلٹا گھومتے دیکھا ہے؟ کیا آپ نے کبھی ماضی کے لوگوں کو اس زمین پر واپس آتے دیکھا ہے؟

جب کسی شخص کا "وقت" ختم ہو جاتا ہے تو یہ دراصل اُس کا زمینی وقت ہوتا ہے۔ حقیقت میں وقت تو آگے کی طرف بڑھتا ہی رہتا ہے، لیکن اس بار یہ برزخ کا وقت ہے، وہ وقت جب جسم اور رُوح مل کر وہ سب کچھ کاٹیں گے جو انہوں نے اس زمین پر بویا ہے۔ یہ وقت افسردگی کا بھی ہو سکتا ہے اور خوشی کا بھی۔ شرمندگی کا بھی اور سکون کا بھی۔ یہ وقت فکر و غم کا بھی ہو سکتا ہے اور سکینت اور امن کا بھی۔ اس کا انحصار آپ پر ہے، یعنی آپ کے مستقبل کا وقت کیسا ہوگا؟ لیکن وقت یہاں بھی نہیں رُکتا۔ یہ آگے کی طرف بڑھتا ہی رہتا ہے۔ اس کے کانٹے اُس وقت تک حرکت کرتے رہیں گے جب تک کہ "وہ گھڑی" نہیں آتی، یعنی جب صُورِ اسرافیل پھُونکا جائے گا۔ یہ اُس صُور کی آواز ہوگی جو دنیا کی تمام گھڑیوں کو پاش پاش کر دے گی۔ وہ وقت جب وقت (زمان) حقیقت میں رُک جائے گا ہمیشہ کے لئے، تا ابد۔ کیسا عجیب ہوگا وہ دن! اور کیسا خوف دہراس ہوگا اُس دن!

وہ جو اپنی آنکھیں کھلی رکھتے ہیں، وہ یہ سب کے معنی سمجھتے ہیں جو ابھی کہا گیا ہے۔ الفاظ اس دِن کی دہشت کو شاید بیان نہ کر پائیں۔ وہ آپ کو پوری کہانی نہیں سُنا سکتے۔ اُس دن کی شدّت کا اندازہ آپ لگا سکتے ہیں، وہ دن جس سے

Marfat.com

اللہ سے نسبت رکھنے والے ڈرتے ہیں۔ حتیٰ کہ زمین کے اُس آخری دن کی ہولناکی سے اہلِ عرش بھی کانپتے ہیں۔ آپ میں سے چند تو خوفزدہ ہیں، لیکن بیشتر لوگ وہ ہیں جو اس خیال سے مطمئن بیٹھے ہیں کہ: "ابھی تو بہت وقت ہے، ابھی سے کیا فکر کرنا!" کیسا احمقانہ خیال ہے یہ، اور کیسا یہ مضبوط وسوسہ ہے شیطان کا! آپ میں سے کتنے ایسے ہیں جو یہ کہہ سکتے ہیں کہ اُنہیں کب مرنا ہے؟ اگر آپ کو اپنی زندگی کے تمام اُمور پر اتنا یقین ہے، تو کیا آپ کو اپنی موت کی تاریخ معلوم ہے؟ یہ بات تو وہ بھی نہیں بتا سکتے جو مرض الموت میں مبتلا ہیں۔ کیا آپ نے کئی ایسے سخت بیمار یا قریب المرگ مریضوں کو بہتر ہوتے ہوئے، اور کئی بالکل صحت مند لوگوں کو قبروں میں اُترتے نہیں دیکھا ہے؟

جب موت اِس قدر غیر یقینی ہو، تو آپ کس طرح کہہ سکتے ہیں کہ آپ کی زندگی کا ابھی وقت باقی ہے؟ آپ اُس وقت کیا کریں گے جب آپ اپنے معمول کا کام کر رہے ہوں، اور اچانک مَلک الموت آپ کے سامنے آ کھڑے ہوں؛ یہ ہے اُن کے آنے کا طریقہ۔ وہ بغیر خبردار کئے بجلی کی کوند (پلک جھپکتے) کی طرح آتے ہیں۔ اور جب وہ آجاتے ہیں تو آپ کچھ نہیں کر سکتے۔ اُس وقت انسان کا واحد احساس شدید گھبراہٹ اور بوکھلاہٹ کا ہوگا۔ آپ کی آنکھیں کھلی ہوں گی، لیکن اب آپ کو اَن دیکھی ہوئی دنیا بھی دِکھائی دے گی۔ آپ کی زبان آپ کے حلق سے چپک کر رہ جائے گی اور آپ کا جسم حرکت نہیں کر سکے گا، تاہم آپ کا ذہن صورتِ حال سے بخوبی آگاہ ہوگا۔ وہ لوگ جو اس لمحے کے لئے تیار ہیں، جنہوں نے اپنے دن اللہ کی اطاعت میں گزارے ہوں، اُن کا ذہن اُنہیں فوری طور سے کلمہ پڑھنے کو کہے گا اس لئے کہ یہ کلمہ اُس وحشت اور سراسیمگی (حیران و پریشان)

Marfat.com

کے عالم میں آپ کا واحد بچانے والا ہوگا۔

بدقسمتی سے وہ لوگ جنہوں نے اپنی زندگیاں اللہ کی نافرمانی میں گزاری ہوں، اُن کی زبانیں اور اُن کے ذہن مارے خوف کے بند ہوں گے، اُن کی سمجھ میں نہیں آئیگا کہ کیا کریں۔ اُن بدبخت لوگوں کے لئے وہ کیسا بدنصیب وقت ہوگا! کاش وہ اُسوقت کان لگا کر سنتے جب اُن کو بتایا جاتا تھا!

اے اُمتِ محمدی! اُس وقت سے ڈریئے جس سے سب کو ڈرنا چاہیئے۔ ہولناکی اور تباہی کی گھڑی سے ڈریئے۔ اُس دن کی بےنظمی اور انتشار سے ڈریئے۔ یومِ حشر کی خوفناکی کی دہشت سے ڈریئے، جب کوئی بیٹا اپنے باپ کو نہیں پہچانے گا اور نہ ہی کوئی باپ اپنے بیٹے کو پہچانے گا۔ جب پیارے ایک دوسرے سے دور بھاگیں گے، اور زندگی بھر کے دوست ایک لمحے میں ایک دوسرے کے دشمن بن جائیں گے۔ جب باطل پاش پاش ہو جائے گا اور صرف حق اپنی چمک دمک اور پوری آن بان کے ساتھ باقی رہے گا۔

یہی وہ دن ہوگا، آخرت والا دن، وہ دن جو کئی لوگوں کے لئے شدید درد اور تکلیف کا دن ہوگا، لیکن اللہ کے عاشقین کے لئے سکون کا دن ہوگا۔ حشر کے دن کا آغاز صور کے پھونکنے سے ہوگا۔ یہ وہ مقام ہوگا جہاں سے واپسی ممکن نہیں۔ یہ انجام کا آغاز ہوگا۔ سورۃ مدثر میں ارشادِ الٰہی ہے کہ: ''جب صُور پھونکا جائے گا، وہ دن بہت مشکل دن ہوگا، کافروں کے لئے آسان دن نہ ہوگا۔'' (سورۃ مدثر ۸ سے ۱۰)۔

صور کی زبردست آواز سے پوری دنیا گونجے گی، اور کافروں کے دل کی

Marfat.com

بے چینی یکا یک بوکھلاہٹ اور دہشت میں بدل جائے گی' اور دیکھتے ہی دیکھتے یہ دہشت ایک ناقابلِ گمان حد تک بڑھ جائے گی۔ صور کی آواز کے ساتھ ہی زلزلے کے شدید جھٹکے محسوس ہوں گے اور ایک بہرا کر دینے والا دھماکہ سنائی دے گا۔ ان چند لمحات میں زمین اپنی قدر کھو بیٹھے گی۔ رشتے دار اپنی محبتوں اور اُلفتوں سے محروم ہو جائیں گے۔ دولت بکھری ہوئی ہوگی لیکن کسی کو اُس کے پیچھے بھاگنے کا ہوش نہ ہوگا۔ اُس لمحے کسی کو بھی کسی چیز کی فکر نہ ہوگی سوائے خود کو سر پر منڈلانے والی اُس تباہی سے بچانے کی۔

"جب بہرا کر دینے والا دھماکہ ہوگا" تو اُس دن آدمی بھاگے گا اپنے بھائی سے، اپنی ماں سے، اپنے باپ سے، اپنی بیوی اور اپنے بچوں سے۔ اس دن اُن میں سے ہر ایک کو ایک ایسی فکر ہوگی جو اُسے سب سے بے پرواہ کر دے گی"۔

(سورۂ عبس ۳۳ تا ۳۷)

ایک شدید جھٹکے کے بعد زمین اپنے سارے خزانے اُگل دے گی اور اپنے تمام راز ظاہر کر دے گی، جن میں سے کسی کی کوئی قیمت (قدر) نہ ہوگی اُس کے بعد۔

"جب زمین تھرتھرا دی جائے گی، جب اُس کا تھرتھرانہ ٹھہرا ہے اور زمین اپنے بوجھ باہر پھینک دے، اور آدمی کہے گا، اسے کیا ہوا؟"۔ "اُس دن وہ اپنی خبریں بتائے گی، اس لئے کہ تمہارے رب نے اُسے حکم بھیجا۔ (سورۃ الزلزال ۱ تا ۵)

یہ وہ دن ہوگا جب وہ سب جو اونچا اور طاقتور تھا، وہ نیچے آجائیگا، اُونچی عمارتیں پاش پاش کر دی جائیں گی۔ فلک بوس مینار چکنا چور ہو کر بکھر جائیں گے' اور عظیم الشان پہاڑ چند ہی لمحوں میں خاک کے ڈھیر بن جائیں گے۔ "تو جب صُور پھونکا

Marfat.com

جائے گا ایک دھماکے کے ساتھ، اور زمین اور پہاڑ اُٹھا لئے جائیں گے اور ایک ہی زور سے دے مارے جائیں گے۔ اُس دن، وہ ہونے والا واقعہ ہو گزرے گا۔"

(سورۂ حاقہ۔ ۱۳ تا ۱۵)

"ہر روح یہ جانے گی کہ اُس نے کیا کیا ہے۔ "جب پہاڑ حرکت میں آئیں گے، جب تھلکی اونٹنیاں چھوٹی پھریں، اور جب وحشی جانور جمع کئے جائینگے۔" (التکویر ۳ تا ۵)

" اُس دن جب آدمی بکھرے ہوئے پروانوں کی طرح ہوں گے، اور پہاڑ ہوں گے، جیسے رنگ برنگی دُھنکی ہوئی اُون۔" (سورۂ القارعہ ۴ سے ۵)

اے اُمتِ محمدی! الفاظ آپ کو اس دن کی زبردست ہولناکیوں کو بیان نہیں کر سکتے۔ یہ درحقیقت وہ دن ہوگا جب وقت کی تمام گھڑیاں توڑ دی جائیں گی۔ اور جب دنیا کے یہ شب و روز کا خاتمہ ہو جائے گا جب تمام تقدیریں ختم ہو جائیں گی، اور جب وہ سب کچھ جو کبھی بھی اس زمین میں رہا ہو، وہ بھی سب کے سب ختم ہو جائیں گے۔ یہ ایک خوف و دحشت کا دن ہوگا۔ آپ میں سے کتنے اُس دن کا سامنا کرنے کیلئے تیار ہیں؟ آپ نے اُس دن پیش کرنے کیلئے کیسا توشۂ اعمال تیار کرنے کا منصوبہ بنایا ہے؟ یا آپ لوگ ابھی تک سو رہے ہیں اپنے سُہانے خوابوں میں، یہ سوچ کر کہ وقت اسی طرح چلتا رہے گا آپ کے لئے اور آپ کے بچّوں کے لئے؟ حیرت ہے آپ کے گمان پر اور حیرت ہے آپ کی اس اُمید پر۔

دُعا ہے کہ اللہ ہمیں وقت (مہلت) دے تاکہ ہم خود کو آخرت کیلئے تیار کر سکیں۔

آمین

Marfat.com

صدائے رحمتِ الٰہی

زیرِ سرپرستی:

عاشقِ رسُول، شاہِ شاہاں، خواجۂ خواجگان، قطب العالم،

فقیرِ بے بدل، فقیرِ بے مثال، فقیرِ مُحمّدی، فقیرِ فانی فی اللہ باقی باللہ

حضرت خواجہ شاہ مُحمّد افضل

قادری چشتی (صابری نظامی) قلندری

المعروف **افضل سرکار**

Marfat.com